جملہ حقوق محفوظ ہیں
M.A.LIBRARY, A.M.U.
U5863
تاریخ اودھ
جلد سوم
مفصل و مکمل حالات از نواب سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت اودھ تا خاتم السلاطین جان عالم واجد علی شاہ
مرتبہ
جناب مولانا حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب رامپوری

تاریخ اودھ

مکمل چار جلد

نواب برہان الملک سعادت خان کے عہد سے واجد علی شاہ تک کی معزولی
کے حالات مفصل درج ہین ۲۷ نایاب کتب سے یہ جامع تاریخ مرتب کیگئی ہے
غور و تحقیق کا کوئی دقیقہ اوٹھا نہین رکھا گیا۔ فہرست مضامین بہت طول
طویل ۲۰ صفحہ پر ہے جسکے دیکھنے سے اس کتاب کی اہمیت اور وقعت معلوم
ہوسکتی ہے کہ مؤلف نے برسہا برس تک کس جانکاہی ـ تحقیق و تلاش
اور دماغی محنت سے اسکو ترتیب دیا ہے ۔ گویا اودھ کے حالات لکھنے والون
مین اول نمبر لیا ہے۔ اول حصہ مین مؤلف کی عکسی ہاف ٹون پورے
صفحہ کی تصویر بھی لگائی گئی ہے۔ غرضکہ کتاب بلحاظ حسن صوری و معنوی جامع
ہونے کے موجودہ زمانہ کی قابل قدر تصنیف ہے۔ جلد اول و دوم
و سوم بالکل مکمل ہین ۔ اور چہارم پریس مین ہے جو جلد سے جلد شایع ہوگی
اس کتاب کے لوکل گورنمنٹ نے بھی قدردانی فرماکر جلدین خریدی ہین ۔ سفید کاغذ
بہت تھوڑی جلدین طبع کی گئی ہین قیمت فی جلد عہ

۱

غلط نامہ تاریخ اودھ

صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۸	۱۴	بجھتی جھولاتا تھا	بیراگی بجھی جھولاتا تھا	۳۷	۱	ومبالغہ خرچ	ومبالغہ آمیزی خرچ
۱۱	۱۰	اتا پیاتھی	اتا پیتاتھی	۳۹	۱۰	کو خطاب ملا	کو خطاب ملا
۱۱	۲۱	پہیلی پوچھے	پہیلی بوجھے	۴۲	۲۲	سلطاپور	سلطانپور
۱۵	۲۲	زبردست کی زبردست	زبردستی کی زبردست	۴۲	۳۲	۳۱۲۹۰۰	۳۰۰۰۰۰
۲۵	۱۱	لڑسکتا ہوں	لڑسکتا ہوں نہ	۴۴	۲	۰۰۰	۱۳۰۰۰
			مقابلہ کرسکتا ہوں	۴۵	۱۹	اور رسالہ کو	اور رسالہ دار کو
۲۵	۱۴	یہ امر ظاہر ہو	یہ امر ظاہر ہو	۴۶	۹	توفیرن کی	توفیر بن کی
۲۶	۹	جو نواب نے	۷ سو کو جو نواب نے	۴۶	۲۴	تیاری میں	تیاری [illegible]
۲۶	۱۷	۸ سو ۴	۸ سو ۸ ۴	۴۸	۳	پیشتر مثا	پیشتر ستا جری
۲۷	۱۳ آنہ	۳ ر آنہ		۵۰	۷	پامال زبان	پامال زبان اخبار
۲۷	۲۳	ڈھنگ	ڈیشمنٹ	۵۰	۱۹	آصف الدولہ تک	آصف الدولہ کے عہد تک
۲۷	۲۵	حصت	حفاظت	۵۱	۲	اور تعلقہ داران	اور تعلقہ داروں سے
۲۹	۲۳	اور رسم	اور رسم	۵۱	۱۵	ایک محافظوں	ایک ہی محافظوں
۳۱	۶	آسائش زیادہ	آسائش زیادہ ہو	۵۱	۲۴	باو جیہہ	باو جیتھہ
۳۱	۸	مقامات	مقدمات	۵۳	۱۷	اولاد کے	اور نواب کے
۳۱	۱۴	صاحب سے	صاحب نے نہیں کیا	۵۹	۱۴	تفضل حسین خان	تفضل حسین خان علامہ
۳۱	۲۲	میر لیڈی	میر لطافی	۶۰	۸	تک تفہیم	تک تفہیم کو
۳۵	۱۲	اوصاف سے	نہ اوصاف سے	۶۷	۴	شعبان و شان	[illegible]
۳۵	۱۴	نہ اخلاق	نہ اخلاق	۶۷	۸	لطیفہ خورش	لطیف خورش
۳۵	۲۳	ملک کا اب	ملک کا بنا	۶۹	۶	سعادۃ الدو	سعادۃ الدولہ
۳۶	۶	اگر یہ کہا جاتا	اگر یہ کیا جاتا	۷۰	۳	منصف کے واسطے	نصیب کے امیدوار
۳۶	۲۰	قضایا دو معاملات	قضایا یا معاملات	۷۳	۴	وغیرہ حساب	وغیرہ کا حساب

صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۱۷۴	۱۵	کربلا کو سے	کربلا کو چلے	۲۰۸	۲۳	واسطے اہد	واسطے ماہور
۱۷۴	۱۷	سنہ ۱۸۷	سنہ ۱۸۷۵	۲۱۱	۲۴	اوس کو صدمہ	اوس صدمہ
۱۷۴	۱۸	ببول محل	ببول محل اور سلطان محل	۲۱۴	۱۴	جس طرح تنخواہ	جسطرح بنا تنخواہ
۱۷۴	۲۰	جو بہرت سے	جو بہم قوم عورت سے	۲۱۵	۱۴	صاحبہ اور ون	صاحبہ اور فریدون
۱۷۴	۲۱و۲۲	واسےسرسے	طوائف صورت	۲۱۷	۱۳	براتی جسکو	براتی خانم جسکو
۱۷۴	۲۳	سنہ ۱۳۰۲ نمبر	سنہ ۱۳۰۲ نمبر ۲	۲۱۸	۲	مریض ایسا	مریض کو ایسا
۱۷۵	۱۷	خاندان وزوز	خاندان نوروز	۲۱۸	۸	بدنامی کے اون	بدنامی کے ساتھ اون
۱۷۶	۲	صاحبہ ہو	صاحبہ ہوا				
۱۷۶	۷	بڑہاتے تھے	بڑہاتی تھی	۲۱۹	۱۴	درو اخلد	دروازہ خلد
۱۷۶	۱۴	فرش ساہ کہ	فرش مسند تکیہ	۲۱۹	۲۲	ناجان	مناجان
۱۸۴	۷	اپنے کام کا	اپنے نام کا				
۱۸۴	۸	سلیمان شکوہ	سلیمان شکوہ اہل و عیال اور مال و اسباب اوٹھا کر کاسگنج کو چلے گئے اور ۲۹ ذلقعدہ سنہ ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۲۴ فروری سنہ ۱۸۳۸ء کو اکبرآباد مین انتقال کیا۔				
۱۸۴	۲۱	تدبیر کا زنگ	تدبیر کا وہ زنگ				
۲۰۴	۱۳	بادلے سے لگی	بادلے سے لگی				
۲۰۴	۱۹	عہد مین	اس عہد مین				

تاریخ اودھ حصہ سوئم

نواب سعادت علی خان ابن نواب شجاع الدولہ

آب حیات مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان حرم کے شکم سے تھے اون کو بچپن مین منگلو کہتے تھے
کہ شکل کو پیدا ہوئے تھے۔ انمین زیرکی اور دانائی کے آثار بچپن ہی سے عیان تھے۔ نواب شجاع
الدولہ آصف الدولہ کی والدہ سے کہا کرتے تھے کہ بیگم اگر منگلو کے سر پر تم ہاتھ رکھوگی تو تمہارے
دوپٹے کا پھریرا لگائے گا اور لشکر کا علم بڑہا کے اوس پار کر دے گا۔ ۱۱۶۶ھ ہجری مین پیدا
ہوئے تھے۔ اور عین عالم شباب مین وکیل السلطنۃ مدار الدولہ مختار الملک نواب سید یوسف علیخان
بہادر صمصام جنگ کی بیٹی سے اکبرآباد مین شادی ہوئی تھی طلسم ہند مین بیان کیا ہے۔ کہ مرزا
نجف خان نے علاقہ ہنڈون بیانہ وغیرہ جسکی جمع سالانہ سات لاکھ روپیہ تھی نواب سعادت علیخان
کے سپرد کیا۔ نواب کے ساتھ اسوقت آٹھ ہزار آدمی جمع ہوئے تھے۔ اور نواب مدار الدولہ
نیابت کرتے تھے اور نواب موصوف علاقہ کے مفسدونکی سرکوبی مین ہمہ تن مصروف تھے لیکن
دلی منشا یہ تھی کہ مرزا نجف خان اور دوسرے کارپردازان بادشاہی کی سعی سے عہدہ نیابت
وزارت جو شجاع الدولہ کے عہد مین اونکو حاصل تھا یا کوئی عمدہ جاگیر جس مین کسی قسم کا خرخشہ نہو
اور صورت ثروت ظاہری قایم رہے ہاتھ آئے۔ مگر یہ تمنا سے دلی پوری نہوئی۔ مرزا نجف خان
کی ہمیشہ جنگ و جدل مین گذرتی تھی اور نواب سعادت علی خان کے مزاج کو رات دن کی محنت
ناگوار تھی آخر اکبرآباد تک پہنچکر وارن ہسٹنگز گورنر جنرل کو جانب کلکتہ خط شوقیہ اس مضمون کا لکھا
کہ مرزا نجف خان کے لشکر کا عنقریب آگے بڑہنے کا ارادہ ہے اوس کے جواب مین گورنر جنرل
نے لکھا کہ آپ کا اوس کے ساتھ جانا مناسب نہین لکھنو کی جانب مراجعت بہتر ہے گو
نواب آصف الدولہ کے عہد تک کوئی اشارہ مقصود نہین۔ مگر مین اس بات کا ذمہ دار ہو سکتا ہون

اونکی بعد آپکے سوا کوئی دوسرا وارث اسکے لایق نہین اوسوقت یہ منصب بزرگ آپکے تفویض ہوگا ۔ مگر یہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط معلوم ہوتی ہے ۔ اگر وارن ہسٹنگز ایسا صریح وعدہ کر لیتے تو وزیر علیخان کی مسند نشینی اور معزولی کے وقت اس کا ضرور ذکر آتا اور نواب سعادت علیخان اس تحریر کو سر جان شور گورنر جنرل کے سامنے پیش کرتے بہرصورت ۔ نواب سعادت علیخان حسب اشارہ گورنر جنرل لکھنؤ مین آئے اور نواب آصف الدولہ سے ملے اور چند روز یہان رہکر کلکتہ کو چلے گئے اور وہان گورنر جنرل سے ملاقات کرکے اونکے مشورے سے بنارس کو چلے آئے اور یہان [1] ڈیڑھ برس کے باغ مین قیام کیا اور تین لاکھ روپیہ سالانہ ریاست لکھنؤ سے صاحب رزیڈنٹ کی معرفت اونکو پہنچنا قرار پایا ۔ مشہور ہے کہ جس زمانے مین نواب سعادت علیخان کلکتے مین رہتے تھے اکثر گورنر جنرل کی کوٹھی پر آمد و رفت رکھتے تھے ۔ ایکدن ایک گورے نے جو کوٹھی کے دروازہ پر پہرہ دے رہا تھا ناواقفیت کی وجہ سے روکا اور کچھ نالایق الفاظ زبان پر لایا اوس کے جواب مین نواب نے شمشیر ولایتی کمر سے کھینچکر ماری وہ گورہ زخمی ہوا گورنر جنرل نے چشم پوشی فرما کر بنارس کو رخصت کیا کہ وہان قیام اختیار کیا اس مقام پر سعادت علیخان اور گورنرون سے جو لکھنؤ مین آتے اور رزیڈنٹون اور شاہزادگان اولاد مرزا جوان بخت سے بخوبی راہ و رسم محبت جاری ہوگئی تھی اور اپنے گھر کے مداخل و مخارج کا انتظام اس حسن و خوبی سے کیا تھا کہ چالیس لاکھ روپئے بنارس مین اونکے پاس جمع ہوگئے تھے ۔ خزانہ قدیم اوسکے علاوہ تھی اور زمینداری اور باغات اور عمارات اوسکے سوا تھین جنکی آمدنی بارہ ہزار روپیہ ماہوار تھی ۔ نواب کی جزرسی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ اصطبل اور فیلخانہ کا آخور بھی ضایع نہین ہونے پاتا تھا دانے اور راتب کے بکنے مین کام آتا تھا ۔ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد جب وزیر علیخان مسند نشین ہوا تو نواب سعادت علیخان نے اوسکی مسند نشینی کو تسلیم نہین کیا اور کلکتے کو گئے ۔ اور وہان اپنی مسند نشینی اور وزیر علیخان کی معزولی کی بابت کوشش کی اور وزیر علیخان کی معزولی کے وقت ڈاک کے ذریعے سے کانپور مین داخل ہوئے ۔ یہان مرزا جنگلی وغیرہ ابنائے نواب شجاع الدولہ بے برکی اوڑاتے تھے کہ یہ دولت اور ثروت ہمارے نصیب ہوتی ہے ۔

نواب سعادت علیخانکی مسند نشینی

[1] دیکھو جام جہان نما

جب وزیر علی خان کی معزولی کی ٹھیری تو نواب سعادت علیخان مستحق سلطنت ٹھیرے۔ جب گورنر جنرل نے اونکے نواب بنانے کے لیے شرائط پیش کین قاون سا کیا معذور تہا کیا اوس مین حیلہ حجت نکالتے سب شرائط پر سر جھکا دیا اور بنارس سے کانپور مین آئے اور کانپور سے اونکی جلو مین اردو سے بزرگ ساتھ ہوا۔ اس شان سے لکھنؤ مین آئے سارا لشکر اونکی پاس انگریزی تہا کیونکہ ان بیکس بیچارے کے پاس سپاہ کہان سے آتی۔ غرض جس روز کہ نواب سعادت علی خان شہر لکھنؤ مین داخل ہوئے اوسی رات کو وزیر علیخان کو بی بی پور مین گورنر جنرل کی فرودگاہ پر نظر بند ہوا فقط آفرین علیخان اور اشرف علیخان اوس کے پاس رہے۔ باقی تمام سرداران اور سلطنت کے رشتہ دارون نے گورنر جنرل کے حکم سے استقبال کیا۔ ۲۳ شعبان ۱۲۱۲ ہجری مطابق ۲۱ جنوری ۱۷۹۸ء کو لکھنؤ مین داخل ہوئے اور اوسی دن مسند ریاست پر جلوہ افروز ہوئے اور حق بحقدار رسید کا غلغلہ سارے شہر مین بلند ہوا۔ مسند نشینی کے وقت اونکی عمر ۵۴ برس کی تھی۔ نواب پہلے بہو بیگم زوجہ نواب شجاع الدولہ کے پاس جو فیض آباد سے لکھنؤ مین آکر سنہری برج مین مقیم تھین حاضر ہوکر خلعت سے مخلع ہوئے بعد اسکے مرزا سلیمان شکوہ کے پاس جو لکھنؤ مین مقیم تھے گئے یہان بھی خلعت حاصل کیا اسکے بعد دولت خانہ آصفی مین آکر مسند وزارت پر جلوس کیا۔ وزیر علی خان کا اخراج اور سعادت علیخان کی مسند نشینی علامہ تفضل حسین خان کی حسن تدبیر سے ہوئی تھی۔

تاریخ جلوس نواب سعادت علی خان

خداوندا یمین الدولہ ورا ہم … حکومت را صد و سی سال باشد
خرد سال جلوس مشتری گفتا … بجاہ و حشمت و اقبال باشد

نواب سعادت علیخان سے یہ جدید عہد و پیمان ہوئے کہ ۵۶۷۷۶۳۸ روپیے سالانہ کے سوا جو نواب آصف الدولہ نے انگریزی کمپنی کو دینا قبول اور منظور کیا ہے نواب ۱۹۲۳۳۶۲ روپیہ سالانہ اور بھی ادا کیا کرینگے یعنی کل چہتر لاکھ روپیہ سالانہ انگریزون کو دیا کرینگے اور اس روپیہ کو قسط بندی کے ساتھ بحساب فی ۷۶ لاکھ ۳ ہزار سو ۹۳ روپیہ پانچ آنہ چار پائی کے ماہ بماہ ادا کرینگے۔ اگر احیاناً یہ روپیہ بموجب قسط کے وقت پر ادا نہوگا اور باقی رہجائیگا تو نواب اسکی ضمانت ادا کے یا بابت احتیاط آیندہ کے لیے کمپنی کے یہان داخل کرینگے جس سے اوس کو اطمینان ہوگا۔ اور جو روپیہ پہلے اقرارنامہ کی موجب اونکی مسند نشینی کی تاریخ تک باقی ہوگا وہ فوراً ادا کیا جائیگا مرزا جان تفتہ

کی بیگم اور شاہزادگان بنارس کی تنخواہ تعدادی دو لاکھ چار ہزار روپیہ سالانہ اور فرخ آباد کی پنشن تعدادی ۲۳ ہزار چھ سو تیس روپیہ اس چھتیس لاکھ کی رقم مین شامل تھی اور قلعہ الہ آباد مع تعمیرات و گھاٹ وغیرہ کے جو اوس کے متعلق تھا کمپنی کے حوالہ کیا گیا اور جسقدر روپیہ اوس قلعہ کے مستحکم کرنے اور مرمت کرنے مین روپیہ صرف ہوگا اوس کے دینے کا نواب نے وعدہ کیا بشرطیکہ تعداد اوسکی آٹھ لاکھ روپیہ سے زیادہ نہوگی - اور قلعہ فتحگڈھ کی مرمت کے لئے بھی روپیہ دینے کا وعدہ کیا جو تین لاکھ روپیہ سے زیادہ نہوگا - اگر فوج انگریزی چھاونی کانپور اور فتحگڈھ سے کسی اور مقام مناسب پر جائے تو نواب خرچ راہ اور صرف تعمیر چھاونی مجوزہ کا دینگے انگریزی سپاہ اودھ مین اکثر دس ہزار رہا کرے گی اگر تیرہ ہزار سے زیادہ ہوگی تو نواب کو خرچ زائد دینا پڑے گا - اور اگر آٹھ ہزار سے سپاہ کم رہے گی تو تناسب کے حساب سے روپیہ منہا کیا جائے گا انگریزون نے جو محنت و مشقت نواب کی جانب سے کے لئے اوٹھائی اوسکے عوض مین نواب نے بارہ لاکھ روپئے دئے اور یہ اقرار کیا کہ بغیر اونکی اجازت کے وہ کسی ریاست غیر سے خط و کتابت نرکھین گے نہ کسی اہل یورپ کو نوکر رکھین گے نہ اپنے ملک مین بسنے دینگے وزیر علی کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ اوس کے خرچ کے لئے دین گے اور یہ روپیہ ماہواری قسطون مین تعدادی بارہ ہزار پانسو روپئے کے انگریزی کمپنی کی معرفت دیا جائے گا - اور باقی اور جو عزیز مشہور ہین اونکے لئے معقول گذارہ مقرر کرینگے اور اونکی پرورش کرینگے اور نواب نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ بوجہ بڑھ جانے زر اودے کمپنی کے اپنے دفاتر اور ملازمین وغیرہ کے اخراجات مین سرکار کمپنی کے مشورے کے مطابق ضروری اور مناسب کمی کرینگے - اور انگریزی کمپنی نے تمام دشمنون کے مقابلے مین نواب کے ملک کی حفاظت کرنے کا وعدہ کیا - اور یہ بھی عہدنامے مین مسطور تھا کہ دونون سرکارون کے تمام کام نہایت یکجہتی اور اتحاد سے طرفین مین سر انجام پایا کرینگے اور نواب ممدوح کو کل اختیار اپنے خانگی کاموں پر اور اپنے ملک کی رعایا اور اپنی فوج و رعایا پر حاصل رہیگا - نواب نے ۷- فروری ۱۷۹۸ء کو بہو بیگم صاحبہ والدہ آصف الدولہ کے ساتھ ایک عہدنامہ قرار دیا جسکی رو سے ساس اور خورد محل کی پنشن کی تعداد مین معافی کر دی گئی اونکو دیا اور محالات اودہ جنکے ساتھ متعلق جو فیض آباد مین بہو بیگم کے قدیمی قیامگاہ کے پاس واقع تھے اونکی جاگیر مین شامل کئے - اور اس قرارنامے کی تعمیل کی ضامن انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی ہوئی - بعد اسکے بہو بیگم فیض آباد کو چلی گئین -

نواب فیض اللہ خان والی رامپور کے بیٹون کو تمخالفانہ پر نواب سعادت علی کا کچھ فوج بھیجکر لکھنو بلا لینا۔ آخر کار گورنر جنرل کے ایماسے اونکو رامپور واپس کرنا

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ نواب سعادتعلیخان کی مسندنشینی سے کچھ دن کے بعد اونکو یہ خبر پہنچی کہ نواب فیض اللہ خان کے بیٹے مخالفت کرنیکا ارادہ رکھتے ہین اوہنون نے اپنے بیٹے نصیر الدولہ مرزا محمد علیخان اور اسٹور صاحب کے ساتھ پانچ چھ ہزار فوج رامپور کو بھیجی اور حکم دیا کہ اون صاحبزادون کو لکھنو پکڑ لائین۔ یہ سپاہ رامپور کے قریب پہنچکر دریاے کوسی کے کنارے مقیم ہوئی۔ نواب فیض اللہ خان کے بیٹے اس بات سے بالکل غافل تھے اون کا فساد کا ارادہ تھا اسلئے محمد علی خان کے پاس چلے گئے۔ محمد علی خان نے سب کو خلعت دئے۔ اسٹور صاحب بھی محمد علی خان کے ڈیرے مین اونسے ملنے کو آیا اور صاحبزادون سے ملکر اونکی بہت دلجوئی کی بعد اس کے لکھنو کی فوج نواب فیض اللہ خان کے بیٹون کو اپنے ہمراہ لیکر غرہ محرم سنہ ۱۲۱۳ ہجری کو رامپور سے لکھنو کی طرف واپس ہوگئی۔ اور لکھنو پہنچکر محمد علی خان اور اسٹور صاحب نے نواب سعادت علی خان سے ان صاحبزادون کی ملاقات کرائی۔ نواب نے سب کو خلعت اور ہاتھی اور شمشیر عنایت کرکے لکھنو مین رہنے کے لئے حویلیان دیدین۔ یہ صاحبزادے ڈیڑھ برس تک وہان مقیم رہے۔ چونکہ انسے کوئی جرم سرزد نہین ہوا تھا اس لئے لارڈ ولزلی (ارل مارننگٹن) گورنر جنرل نے کلکتے سے نواب سعادت علی خان کو لکھا کہ نواب فیض اللہ خان کے بیٹون کو رامپور رخصت کردینا چاہئے۔ نواب سعادتعلیخان نے ہر ایک صاحبزادہ کو خلعت ہفت پارچہ اور فیل و شمشیر دیکر رامپور کو چلے جانیکی اجازت دیدی۔

شاہ دہلی کے ہانسے خلعت وزارت حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور اوسمین کامیابی ہونا

نواب سعادت علی خان نے بادشاہ دہلی کے حضور مین لطف علی خان پسر سید بلال محمد خان اور مسٹر پامر صاحب کو خلعت وزارت حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ دونون نذر اور رسوم لیکر داخل

دہلی ہوتے اور سند صوبہ اودہ اور فرمان وزارت کی درخواست شاہ عالم سے کی میر جعفر قلی مدت
سے اسکا وکیل معتمد جنگ موقعہ دہلی کی دارونگی پر مامور تہا اوسکی معرفت پہلے سے سوال وجواب
اس باب مین ہو رہے تھے اس زمانے مین وہ مرگیا تہا تو لطف علی خان اوسکی جگہہ مقرر ہو کر بہیجا گیا تہا
شاہ عالم تو برائے نام تھے جو کچھہ کرتا تھا شاہ نظام الدین کرتا تھا جو مہاجی سیندہیا کیطرف سے
دہلی کا صوبہ دار تہا اور بادشاہ کا مدار المہام تہا۔ اوسنے جواب دیا کہ اس دودمان عالیشان کی
رسم قدیم ہے کہ پہلے مرحوم کا متروکہ نقد وجنس بطریق ضبطی اس سرکار شاہی مین آکر داخل ہو بعد اوسکے
اپنے مطلب کیطرف رجوع کرو۔ چنانچہ لطف علیخان اور شاہ نظام الدین کے درمیان صورت
منافرت واقع ہوئی یہانتک کہ بادشاہ کی طرف سے نہ جواب عرضی مرحمت ہوا اور نہ خلعت وفرمان
وزارت مرحمت ہوا۔ نواب سعادت علی خان نے بھی جہلا کر سات ہزار روپیہ ماہوار جو بادشاہ کے
باورچیخانہ خرچ کے صرف کیلئے لکھنؤ سے بہیجا جاتا تھا وہ بہیجنا بند کردیا۔ اور یہ بہانہ کیا کہ محالات
الہ آباد سرکار کمپنی کے ہاتھ مین چلے گئے لیکن چھہ ہزار روپیہ ماہہ مرزا سلیمان شکوہ کا بحال رہا
باوجود اسکے سرکار انگریزی کی تحریرات مین نواب کو وزیر الممالک لکھا جاتا تھا اونکا پورا خطاب
اسطرح ہے نواب وزیر الممالک یمین الدولہ ناظم الملک نواب سعادت علیخان
بہادر مبارز جنگ —

بعض جدید کامون اور عہدون کا انتظام

کلکتہ کی سفارت کا عہدہ علامہ تفضل حسین خان کے نام قرار پایا اور وہ کلکتے کو روانہ ہوئے اور خلعت
نیابت سے سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان سرفراز ہوئے اور دیوانی راجہ ٹکیت راے کیلئے
تجویز ہوئی جب اونھون نے ۱۲۱۳ ہجری مین انتقال کیا تو کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ دیوانی کا عہدہ
[illegible] سے متعلق ہوا تہا اوسکے انتقال پر دیوانی کا خلعت دیا کرشن [illegible]
کو [illegible] عنایت ہوا۔ یہ شخص سیاق وسباق مین ید طولے رکھتا تہا اور [illegible] چند لقال
ساکن [illegible] جو نواب کے ساتھ بنارس سے آیا تہا عہدہ نیابت جنرلی پر سرفراز ہوا یہ شخص نہایت
چرب زبان اور کفایت شعار تھا اسلئے نواب کے مزاج مین دخل پیدا کرلیا۔ اور ملکی معاملون مین دال اسکی
گلنے لگی۔ [illegible] ہزار روپئے کی جاگیر [illegible] مین اسکو ملی۔ اور اسکے انتقال کے بعد اسکا
بیٹا [illegible] لال اسی جاگیر پر قابض ہوا۔ بخشیگری پر راے تلسی رام متعین ہوا۔ باقی اور [illegible]

تقسیم کی گئی - اخبار شہر کا سررشتہ صاحب رام سے متعلق ہوا اور چکلون کے اخبار کا کام منشی بنیاد
کو دیا - اور دار الضرب کی خدمت باکلشن کو جسکا پتھا لکھنؤ مین سراے معالی خان مین موجود ہے
دی اور اوسکی نیابت بنسی دہر کے متعلق ہوئی - اور سرکار سے خبر کے لئے اور خفیہ نویس ہر ایک امیر
اور اہل خدمت و محل کی ڈیوڑھیو پر مقرر ہوتے سے پہلے نواب نے اخبار کا انتظام فرمایا اور اس کام پر
اسقدر متوجہ ہوے کہ سرکاری ضروری اخبار کے پرچے خاص نواب کے ہاتھ مین پہنچاتے تھے سررشتہ مین
بھی اوسکی نقل نہین ہوتی تھی - اور اون سرکارون پر اور سرکاری خفیہ مامور تھے جو اخبار نویسون کی تحریرات اور
صدق و کذب سے خبر دیتے رہین نواب کی حکومت کا مدار اور مدار پرچہ اخبار پر تھا - اور برخلاف زمانہ ماضی
کے نواب نے جرمانے کی رقم مین ترقی دی اور اس کو آمدنی کا ایک عمدہ ذریعہ خیال کیا - بعد اسکے
نواب امور عدالت کیطرف متوجہ ہوتے - مولوی سدن صاحب نواب کے اوستاد تھے پہلے اون سے
جیب خاص اور کئی خدمات کا تعلق تھا اب عدالت بھی اونکے سپرد ہوئی اون کا رسوخ اورون سے زیادہ تھا
اور ضروری تحریرات بھی اونکی راے سے جاری ہوتی تھین خلوت و جلوت مین شریک رہتے تھے -
اور کوتوالی کی خدمت بدستور میر بہادر علی کے پاس رہی اور بدر حسن بیگ کا عہدہ اور دیوان خانے کی خدمت
بیگ علی پر بحال رہی - اور چکلون کی تقسیم اسطرح ہوئی کہ ملک پانچ دوآبہ گنگا وجمنا جو چھاونی کے ہاتھ
آیا تھا الماس علیخان کے سپرد ہوا - اس شخص کا زور و شور اس زمانے مین زیادہ تھا - بریلی ملک روہیلکھنڈ
کا چکلہ مرزا مہدی علی خان اور حسین علیخان کے تفویض ہوا - جنکی سفارش پر تفضل حسین خان تھے -
اور چکلہ اعظم گڈھ کا ظہیر علیخان فرزند میر زین العابدین خان کوٹھی والے کے حوالے ہوا - اور صورت سنگھ
وغیرہ علاقہ دارون کا علاقہ بدستور تعلقہ داران کے پاس رہا - اور توشہ خانہ موافق سابق تحسین علی خان کے
اور عہدہ نظارت آفرین علی خان سے متعلق رہا - یہ دونون خواجہ سرا قدیمی تھے -

نواب سعادت علیخان کا شہر سے شکار کے لئے علاقے مین جانا - حکیم مہدی علی خان کی دولتمندی اور عروج کا شروع ہونا

نواب سعادت علیخان ملک کے دورے کے لئے سیر و شکار کی تقریب سے فیض آباد محمدی کیجانب
روانہ ہوتے - ایک دن شکار کا ہنگامہ گرم تھا - ایک شیر جنگل سے نکلا نواب اسوقت فیلنشین تنہا
متوالے ہو رہے تھے - وہ شیر اونکے بہت قریب آ پہنچا نواب نے اوسپر بندوق سرکی گولی شیر کے لگی

میر محمد علی فیل سوار کے سینے پر پڑی وہ ٹھنڈا ہوا نواب کا نشہ ہرن ہوا۔ اور نہایت افسوس کیا۔
اور اوسکے وابستون کو زر نقد دیا۔ اور بہت کم جانب شکار مصروف ہوتے۔ نواب نے چکلہ مہدی کو
نہایت ویران پایا کھیتی کا کہین نام و نشان تہا کہین نہ تھا اوس کے آباد کرنے کے لئے حکیم مہدی علی
خان کو جنھون نے اکرام اللہ خان کی معرفت مستاجری کی درخواست کی تین لاکھ روپیے کی جمع پر وہ چکلہ
ٹھیکے مین دیدیا۔ حکیم صاحب نے پچاس ہزار روپیہ پیشگی کچھ اپنے پاس سے اور کچھ اپنے آشنا یا دوستوں
سے لیکر داخل خزانہ کیا۔ حکیم صاحب کے انتظام سے وہ زمین ایسی سرسبز و آباد ہوئی کہ اوسکی جمع بارہ تیرہ لاکھ
روپیے تک پہنچی رعیت نے بڑی آسایش پائی۔ بعد اس کے چکلہ فیض آباد بھی حکیم صاحب کے تفویض
ہوا اور مستاجری کی نوبت چالیس لاکھ روپے تک پہنچی اور حکیم صاحب لاکھون روپیہ کے آدمی
ہوگئے اور حسن لیاقت اور دانشوری سے وہ مرتبہ بخشا کہ سعادت علیخان کی مصاحبت نصیب ہوئی۔
اور پیارو طوائف اونکے نکاح مین آئی اور عالیشان عمارت محلہ سنہرہ واقع لکھنؤ مین تعمیر کرائی۔ جب
عمارت دو منزلہ سہ منزلہ تعمیر ہوئی اہل محلہ نے استغاثہ کیا کہ ہماری بے پردگی متصور ہے۔ نواب نے حکم دیا
کہ جو دروازے اہل محلہ کی بے پردگی کا باعث ہین وہ بند کرا دئے جائین۔ حکیم صاحب نے منسوخی حکم
کے لئے بہت کوشش کی۔ مگر نواب نے مقتضائے عدالت پاس ناموس شرفا ملحوظ رکہا اور حکم اول
تبدیل نہوا۔ حکیم صاحب کے کارخانے کا اختیار راے صاحب رام بھروسے چند ٹیکارام منشی بھولاناتھ
کے متعلق تھا۔

لارڈ ولزلی کا نواب سعادت علی خان کی اصلاح معاملات پر توجہ کرنا اور اونکی سپاہ کو موقوف کرا کر کمپنی کی سپاہ کو بڑھانے کا ارادہ کرنا

انگریزی مورخ بیان کرتے ہین کہ ملک اودھ مین ایک حقدار سلطنت تخت سلطنت پر بیٹھ گیا تہا۔ مگر
اول سے وہ خرابیان اور دشواریان کہ اس ملک مین جنکی تحقیق کم ہوئی ہین۔ غریب رعایا پر تحصیل زر مالگذاری
مین وہ ظلم و ستم ہوتا تھا کہ خدا کی پناہ۔ مگر پھر بھی سرکار کمپنی کے زر عہد کا پورا نہ پڑتا تہا۔ ہمیشہ باقیات
رہتی تھین۔ عدالت اور انصاف کو سارے ملک مین چراغ لیکر ڈھونڈتے تو نہین اوس کا سراغ
ملتا۔ فوج کو دیکھئے تو ٹولی کی بھرتی۔ غریبون کو ستانے سے بہتے ہی آتا تو دھمکاتے۔ میدان جنگ

مین کھینچ جاسے اور جو جاسے تو نامرد ہاتھی بن جاسے دشمن سامنے آسکے تو اوس کو موت نظر آتی
جب ہندوستانی سرکارون کا ادبار آتا ہے تو یہ برائیاں اونمین آ رہتی ہین - مگر اودہ ۱۸۴۰ کا ایک
اور طرہ اوس پر یہ ہوا کہ بعض فرنگیون نے یہان اپنا جداہی فرنگی محل ملک کے اوجاڑنے کے
لیے آباد کیا یہ سارے فرنگی عمدہ زبانی قوم مین بدنام تھے - بگڑی ہوئی ہندوستانی ریاستین
اونکے لیے کان زنگین لباس و صورت فرنگستانی کے سبب اونکے پو بارے ہو گئے تھے -
اور سب اونکے آگے مات ہوسکتے تھے بس ہندوستانی سرکارین ملک اودہ سے زیادہ اپنے جوہر
لیاقت دکہانے کا موقع کہین اور نہ تھا اونکی بدگہری کے خریدار تہین کے جوہری تھے ہندوستانیون
کی زشت کاری کے چہرے پر جب فرنگستانی غازہ ملا گیا تو کچھ اوس کا اور ہی روپ ہو گیا الماس علیخان
نے اپنی الماس کاری سے اور بھی اوسکو رونق دیدی اوسکو بڑا اقتدار اور اختیار حاصل تھا بعد سے
سے جو اودہ ہو گیا تھا سب اوس کا لوہا مانتے تھے وہ سب کے لیے سنگ الماس تھا - غرض یہ سب معاملات
ایسے پیش آئے کہ ارل آف منگلس معروف بہ مارکوئیس ولزلی بہ واجب اور فرض ہوا کہ وہ اپنی توجہ کو اس
طرف مشغول کرین اونھون نے ۱۸۰۱ء مین رزیڈنٹ کو یہ سمجھایا کہ مہمات دکن کی وجہ سے مجھکو لکھنؤ مین
آنے کی فرصت نہین ملی اور نہ مجھے ایسی فراغت نصیب ہوئی کہ مین اپنے دل و جان سے بالکل توجہ
نواب اودہ کی اصلاح معاملات پر کرتا اب مین تم کو دو باتین لکھتا ہون جب تم کو موقع ملے اونکی اصلاح
اور انتظام کی طرف کمال جد و جہد کرو جب کبھی الماس علیخان مرے تو تم اس مین کوشش
کرنا کہ سرکار انگریزی کے عہد نامے مین جو زر سالانہ ٹھہرا ہے اوسکی اصلاح ہو اور الماس علیخان کو جو اختیار
وہ آپس مین حاصل تھے وہ سرکار کمپنی کو حاصل ہو جائین - اور اوسکی جاگیر مین زر سالانہ مین تخفیف
کی جاسے اوس کے مرنے کے وقت تو تم کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی دوسرا الماس کا قائم مقام مثل
اوسکے صاحب لیاقت اور عالی حوصلہ اور صاحب تدبیر مقرر کیا جائیگا تو ملک کے ابتر اور تباہ
ہونے کا اندیشہ ہے - اور اگر کوئی نالائق مقرر ہو گا یا ملک مختلف زمینداروں کو تقسیم کر دیا جائیگا
تو سرکار اودہ ایسی ضعیف ہو جائیگی کہ پھر اوس مین اندرونی لشکر یا کسی اور حملے اور سپاہ کی
مقابلہ کی قوت نہ رہے گی - اس سبب بہتر یہی تدبیر ہوگی کہ وہ آپکے کو سرکار کمپنی کے وابستہ قبضہ
مین کرسکے - نواب سعادت علیخان کی سپاہ کی برائیان تم خود ہی جانتے ہو مجھے اونکے بیان کرنے
کی ضرورت نہیں - یہ ارادہ ہے کہ جب کبھی تم پوچھو تو نواب کو سمجھا دو کہ وہ اپنی سپاہ کو
بالکل موقوف کرین فقط اتنی سپاہ رہنے دین جو تحصیل مالگذاری کے لیے کافی ہو - اور اسکے

عالی خاندان اور شریف منتخب کرکے نوکر رکھیں کہ جن کو کچھ تو اپنے کام اور پیشے کی شرم ہو اور کچھ
اپنی شرافت خاندانی کی ننگ ہو گو لکھنؤ میں ایسے آدمیوں کا ملنا عنقا ہے یہاں سپاہیانہ طبیعت کا آدمی
تلاش کرنا گھاس کے ڈھیر میں سوئی کا ڈھونڈھنا ہے۔ یہاں کے سپاہی تو وہ نامرد ہیں کہ جو اکثر
دشمنوں کو ملک میں بیٹھے بلاتے ہیں اور اپنے ڈرپوک نواب کو ڈراتے ہیں وہ سب نکالے
جائیں۔ اور اونکی جگہہ سرکار کمپنی کے سوار اور پیدلوں کی پلٹنیں بھرتی کی جائیں اور اون کا سارا خرچ
وقت پر نواب دیا کریں سوا اُن کے جو فرنگی یوں ہی نواب کی ریاست میں گھس آتے ہیں اور ملک
میں بہت طرح کی خرابیاں پیدا کرتے ہیں نہایت کے ساتھ خارج کرنے کی تدبیریں سوچی جائیں
لارڈ ولزلی کی ہیبت میں جو ارادے معاملات اودھ میں تھے اونکی بسم اللہ یہ چٹھی تھی۔

اصلاح سپاہ کے باب میں انگریزوں کا تجویزات پیش کرنا نواب سعادت علی خان کی طرف سے اوس میں التوا ہونا

لارڈ ولزلی نے پھر رزیڈنٹ کو یاد دلایا کہ اون ہماری ہدایتوں کی تعمیل کرو اور نواب کو اس سے اطلاع
دو اور سمجھا دو کہ زمان شاہ دریائے سندھ سے پار آگیا ہے وہ ضرور اودھ پر حملہ کرے گا۔ روہیلے اودھ
کی بغل میں بیٹھے ہیں ضرور اپنے ہموطنوں کے ساتھ شریک ہونگے اب امن کے زمانہ میں ایسی تدبیر کر لو کہ
جس سے یہ خوف جاتا رہے۔ سپاہ کے کارخانوں کی خرابیوں کے نواب خود مقر تھے۔ یہ سپاہ نکمی ہی
نہ تھی بلکہ [illegible] تھی جس وقت انگریزی سپاہ کو سرحد پر ایک ہیبت ناک کام کرنے کے لئے جانے کی
ضرورت ہوتی تو اس بات کی حاجت پڑتی کہ ایک حصہ اون کا نواب کی جان کی حفاظت کے لئے لکھنؤ میں
بھی چھوڑا جاتا کہ وہ اونکی خود سپاہ کی شورش کو نہ ہونے دے۔ ان واقعات سے صاف یہ نتیجہ
نکلتا تھا کہ نواب کے ملک کی حفاظت باہر کے حملوں سے اور ملک کا اندرونی امن و امان یوں ہی حاصل
ہو سکتا ہے کہ یہ بیکار سپاہ کم کر دیجائے جسکی تنخواہ نواب کے خزانے سے جاتی تھی اس معاملے کی خط و کتابت
میں یکایک التوا اس سبب سے ہوا کہ ملسٹن صاحب رزیڈنٹ نے استعفا دیدیا تھا اور کرنل سکوٹ صاحب
اونکی جگہہ مقرر ہو کر آئے تھے اور وہ ایک چٹھی کونسل کے وائس پریسیڈنٹ سر البیرڈ کلارک صاحب کی
نواب کے نام لائے تھے جسمیں اصلاح سپاہ کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت کی وجوہات لکھی ہوئی تھیں
اتفاق سے اس چٹھی کو پیش کرنے کا موقع خوب ملا کہ نواب نے رزیڈنٹ سے اپنی سپاہ کی پلٹنوں

بغاوت کی شکایت کی تھی اوس کو نواب نے پڑھا اور جو کچھ اصلاح سپاہ کے باب مین لکھا تھا اوسکو
بستہ کیا اور سپر رزیڈنٹ نے عرض کیا کہ حضور اس معاملے کو بہت جلد طے فرمائین اور سپاہ کی
تنخواہ اور تعداد اور خرچ جو حضور کو منظور ہو اوس کا پورا پورا حال لکھکر مرحمت فرمائین۔ مگر بیس روز کا
عرصہ گذر گیا کہ نواب نے کچھ خبر نہ لی رزیڈنٹ کا جب تقاضا ہوا تو اس معاملے پر مباحثہ کرنے
کے لیے ایک دن تجویز ہوا مشرقی آداب کا قاعدہ ہے کہ جب بڑے کوئی بات کہتے ہین تو چھوٹے صاف
انکار اوس کے قبول کرنے مین نہین کرتے نواب نے بھی اپنے مطلب کو لباس نیاز مندی مین یون
ادا کیا کہ جو تدبیر میرے سامنے پیش کی گئی ہے اوسکی تعمیل ممکن تو ہے مگر مجھے یقین ہے کہ اوسکی تعمیل
میری مرضی کے موافق نہوگی۔ سوا اسکے اونھون نے یہ بھی کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ ایک بات کی درخواست
کرون جس مین میرا بھی آرام ہے۔ میری رعایا کی بھی آسایش ہے۔ میری سلطنت کی بھی بہبودی اور فلاح ہے
مگر مین اوس بات کا اتا پتا کبھی نہین بتلاؤنگا جب تک گورنر جنرل سے میری ملاقات جسکی توقع جلد ہے
لکھنؤ مین نہوگی یا تو اس راز سربستہ کو اونکے سامنے کہونگا یا اوسوقت کسی رزیڈنٹ کے نام
اوس پورے منصوبے کی تعمیل کا حکم آئے گا۔ غرض یہ ایک پہیلی سی کہی جس کو کوئی بوجھ نہین
سکتا تھا ہرچند رزیڈنٹ نے اوس کا حال دریافت کیا۔ مگر کچھ نہ بتلایا اور ایک دوسرا روز اور ملاقات
کے واسطے ٹھیرایا۔ اور کہا کہ مین ایک یادداشت لکھکر پیش کرونگا۔ مگر جب ملاقات ہوئی تو وہی باتین
تھین جو اول روز ہوئی تھین اب رزیڈنٹ نے بدلائل نواب کے سامنے اس امر کو بیان کیا کہ جو منصوبہ
مخفی آپکے دل مین ہے اگر اوسپر اصلاح سپاہ موقوف کی جاسکے تو بہت عرصہ اوس مین لگے گا۔ اول
منصوبے کا کھلنا دوبارہ اوس پر موقوف ہے کیا تو گورنر جنرل سے ملاقات ہو سو وہ ابھی ہوگی نہین یا گورنر
جنرل اوس آپکے منصوبے کی تعمیل کے لیے کوئی اپنا نائب مقرر کرین یا رزیڈنٹ سے کہین تو جب تک
منصوبے کا معاملہ کھلے گا نہین کیسے گورنر جنرل اوسکی تعمیل کے لیے کسی کو اپنی طرف سے مقرر کرینگے اسکے
جواب مین نواب چپ ہو گئے۔ یہ ملاقات بھی یون ہی ختم ہوئی۔ کوئی اوس کا ثمرہ نہ حاصل ہوا۔ اب نواب کے
منصوبے کی پہیلی بوجھنے مین لوگون نے قیاسات اپنے لگائے رزیڈنٹ کا یہ قیاس ہوا کہ شاید
نواب اپنے نائب کو موقوف کرانا اور اونکے عہدے ہی کو مٹانا چاہتے ہین کیونکہ اونھون نے
پہلے رزیڈنٹ سے کہا بھی تھا کہ آپ گورنر جنرل کو تحریر کرین کہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ عیش و عشرت
مین مشغول رہتے تھے اونکو اسلیے نائب کی ضرورت تھی اور مین بذات خود تمام ملک کے انتظام کی
طرف متوجہ ہون مجھے نائب کی حاجت نہین۔ پچیس ہزار روپیہ ماہواری صرف بیجا کو ہوا کرتا ہے

دانشمندی ہی حسن رضا خان سرکار کمپنی کی منظوری اور مشورے سے مقرر ہوتے تھے نواب آصف
دولہ تھے وہ رزیڈنٹ سے جو چاہتے لگا چھا آتے تھے یہ سبب بدنظمی کے سابق اسباب پر اور اضافہ
ہو گیا صاحب رزیڈنٹ کی اس صورت حال کی جو یادداشت گورنر جنرل کی خدمت مین گئی تو
اونھون نے حکم لکھ بھیجا کہ حسن رضا خان نائب جن سے نواب ناراض ہین موقوف کر دئے جاوین -
اور کوئی دوسرا لائق آدمی جو سرکار کمپنی کی تدبیر اصلاح سپاہ کا بھی ممد و معاون ہو مقرر کیا جاوے
رزیڈنٹ نے یہ بھی لکھا کہ تحصیل مالگذاری مین جو رعایا پر پہلے جور و ستم ہوتے تھے اوس مین کچھ
کمی نہین ہوئی ہے پہلے یہ روپیہ زمیندار اور نواب کے درمیان سے کہ واسطہ دار نین کرکے کہلاتے
تھے اور کچھ نواب کے خزانے مین اون کے کچھ سے اوپر لینے کے لئے داخل کر دیتے تھے - اب اس
نواب کے عہد مین یہ فرق ہو گیا کہ سارا ظلم کا روپیہ نواب کی جیب خاص مین داخل ہونے لگا - اور
کفایت اندیشی اور جزرسی سے خزانہ خانگی مین ہتھیلیون کا ڈھیر لگنے لگا یہ خرابی تباہی ملک کی جو
اور نوابون کی مسرفی اور کاہلی اور عیاشی اور اوباشی سے شروع ہوئی وہ اس نواب کی کفایت شعاری
اور جزرسی سے اور بہ سرترقی ہوئی ہے - سرکار کمپنی نے بعض ہندوستانی سرکارون سے یہ عہد
پیمان کر لیا تھا کہ اونکے ملک کی حفاظت سرکاری سپاہ کرے گی اور اس خدمت کے عوض مین
وہ رئیس زر مقررہ سالانہ دینگے اور وعدہ کر لیا تھا کہ اندرونی انتظام ملکی مین وہ دست اندازی
نہ ہوگی اب یہ معاملہ نازک ایسا آن پڑا کہ سرکار کمپنی کسی عنوان الزام سے بچ سکتی تھی اگر سرکار
انتظام ملکی بالکل اختیار مین اون ریاستون کے رئیسون کے دیتی تو اس سے یہ سبق تھے کہ رعایا
کا حال جو جی مین آئے کرو تو سرکار پر یہ الزام لگایا جاتا کہ دیکھو [illegible] چھوڑ دئے ہین
بیگناہون کو ظالمون کے پنجے مین پھنسا دیا ہے جن برائیون کا روکنا اوس کا کام تھا اوکی مین
اور تائید کی ہی اور جب سرکار احتیاط اور اعتدال کے ساتھ انتظام ملکی مین مداخلت کرتی اور
اوس کو خود لے لیتی تو یہ کہا جاتا کہ دیکھو عہد شکنی کی اور شخصون کے حق تلف کرکے خود غرضی کی ہے
مگر مدبران و منتظمان ملکی جو اپنی دیانت و امانت خلوص صداقت پر اعتماد رکھتے ہین وہ ایسی بے اصل
بدنامیون سے نہین ڈرتے ہین - مسافر اپنی راہ کو کتون کی بھون بھون سے کبھی نہین چھوڑتے ہین
وہ اپنے ایمان سے کام کرتے ہین - اور اون مین ذرا بھی لغزش و لرزش اس دھیان سے نہین
آتی کہ آیا ایسے کام کے کرنے سے لوگ ہم کو برا کہینگے یا بھلا کہین گے جن مدبران ملکی کو یہ خیال ہوتا
کہ ایسا کام کیجئے کہ جس سے سب ہم کو اچھا کہین وہ ایمان سے ایسی ریاستون کے معاملات

نصیحت نہین کر سکتے تھے لارڈ ولزلی اس قسم کے مدبر تھے کہ وہ اوپر کی بات کا خیال کرتے
اونہون نے جیسی چاہئین لکھین اونکی مناسب کام امانت دیانت خلوص صداقت سے کئی
نیکنامی اور بدنامی کا کچھ خیال نہین کیا اصلاح سپاہ کو وہ اپنے سچے دل سے نیک جانتے تھے
اوس کے باب مین پھر اونہون نے نواب کو خط لکھا۔

نواب اور سپاہ کے درمیان فساد

اسی زمانے مین نواب اور اونکی سپاہ کی بعض پلٹنون کے درمیان ایک معاملہ ایسا آنکر
پڑا کہ جس سے صاف بات کھل گئی کہ نواب اور سپاہ کے درمیان کس قسم کا رشتہ و علاقہ ہے
اور باہم ایک کو دوسرے پر کتنا بھروسا اور اعتبار ہے۔ ایک پلٹن لکھنؤ مین تھی۔ اور کسی
مقام پر بضرورت جانے کا حکم ہوا۔ اوسنے کہا کہ اگر ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ کا ایک حصہ ادا کر دو
تو ہم وہان جاوینگے نہین تو نہین جاتے۔ یہ اس ملک کا پرانا دستور چلا آتا ہے کہ والی ملک
سپاہ کی تنخواہ بہت دنون کی چڑھا رکھتا ہے کہ جسکے سبب سے سپاہی ہمیشہ مفلس رہتے تنخواہ پاکر دولت کے
نشے مین مست ہو جاتے۔ نواب سعادت علیخان بھی اس قاعدے کے پابند تھے۔ سپاہ کی تنخواہ
بہت دنون کی چڑھا رکھی تھی۔ جب یہ تنخواہ کا تقاضا ہوا تو اون کو ایسا ناگوار گذرا کہ اونہون نے
سپاہ سے کہا کہ اچھا تنخواہ اپنی لے لو اور آیندہ نوکری سے ہاتھ اوٹھاؤ۔ کرنیل سکوٹ صاحب
رزیڈنٹ لکھنؤ کو یہ بات پسند آئی اسلئے کہ اس مین سپاہ کو اپنی نافرمانی اور بدخواہی کی سزا ملتی تھی
اور آیندہ اوس کے موقوف ہونے کا وہ طریقہ نکلتا تھا جس سے توقع ہوتی تھی کہ گورنر جنرل کے
حسب دلخواہ بتدریج اصلاح سپاہ ہو جاوے گی۔ مگر مشرقی ملکون مین تنخواہ چکنے کا بھی حساب بڑے
جھمیلے سے ہوتا ہے۔ سپاہ نے کہا کہ ہمارے پانچ مہینے چاہئین۔ نواب نے کہا کہ نہین تین مہینے
جب یہ قضیہ فیصل ہوا تو اوسکے بعد یہ جھگڑا ٹھہرا کہ خزانے مین آؤ اور تنخواہ لے جاؤ اور ہتھیار
رکھ جاؤ۔ سپاہ کو اس سے یہ اندیشہ ہوا کہ معلوم نہین نواب اس مین کیا دغا کرین۔ اونھون نے
کہا کہ تنخواہ ہماری پلٹن مین بھیجوا دو۔ رزیڈنٹ نے اس تکرار کو بھی چکایا۔ تو پھر نواب نے حساب
مین ایک اور جھگڑا ڈالدیا۔ مگر رزیڈنٹ نے نواب کو سمجھا کر سپاہ کی تنخواہ دلا دی اور ہتھیار
اون سے لے لئے۔

گورنر جنرل کا تقاضا اصلاح سپاہ اور اوسپر عملدرآمد

اب موافقین کی راے یہ ہی کہ گورنر جنرل نے اپنے کام کے انصاف کے موافق ہونے کی
یہ دلیل بیان کردی کہ سرجان شور اور نواب سعادت علیخان کے درمیان جو عہدنامہ لکھا گیا تھا
اوسکی ساتوین دفعہ یہ تھی کہ جب کبھی ضرورت ہو فوج انگریزی ولایتی و ہندوستانی پیادہ و سوار
واقع بخانہ ملک اودہ مین تیرہ ہزار سے زیادہ کیجائیگی تو نواب سعادت علیخان وعدہ کرتے ہین کہ جو سپاہ
زیادہ تعداد مذکورہ بالا سے ہوگی اوس کا خرچہ وہ علاوہ دینگے - اب سوال یہ ہے کہ اس ضرورت کے
وقت جو زکوت ہوگا اسکا جواب کہین عہدنامے مین موجود نہتا اب کیا نواب سعادت علیخان اوس کے جواز
ہوتے وہ تو اپنی بات مین ہٹ کیے ہوے تھے - روپئے کی بچت مین ایسے اندہے تھے کہ ضرورت
کا وقت جب سکو دن کی طرح دکھائی دیتا تو اندہونکی طرح ہاتھ سے ہی ٹٹولتے کہ کہان ہے کہ ہمین
اگر اس ٹٹول ٹٹال مین کہدیتے کہ کیون ہمکاتے ہو ضرورت کا وقت نہین ہی تو دشمن کے ہاتھ سے
ملک پامال ہوجاتا اور پھر سرکار کمپنی کو وہ وقت اور دشواریان اوٹھانی پڑتین جنکو وہ پہلے سے ہی
عمدہ تدبیر سے رفع کرسکتی تھی - شرط عہدنامہ یہ تھی کہ ملک کی حفاظت سپاہ سے کیجائیگی سپاہ کی تعداد
کی قید نہ تھی تو اوسکی مراد ایسی سپاہ ہے کہ جو اوسکی حفاظت کے واسطے کافی ہو ایک بیہودہ اور
حماقت کی حرکت کی تھی اسلئے افزایش سپاہ کی شرط ضرورت کے وقت لگائی گئی تھی - اب یہ لارڈ
ولزلی کا حق تھا کہ جب اپنی ضرورت سمجھین سپاہ کو زیادہ کرین - اگر یہ اختیار نواب کو دیا جاتا تو سرکار کمپنی
کو ملک کی حفاظت کرنا محال تھا لارڈ ولزلی نے نواب کو لکھا کہ عہدنامے کی ساتوین دفعہ مین یہ لکھا ہے
کہ نواب کے ملک مین جب ضرورت ہوے گا تب زیادہ سپاہ کا بھی اختیار سرکار کمپنی کو ہوسکتا - یہ
عبارت غلط ہے - بلکہ عہدنامے مین یہ لکھا ہوا ہے کہ سرکار کمپنی کا اختیار ہے کہ جس وقت
اوسکو ضرورت افزایش سپاہ کی معلوم ہو تو وہ زیادہ کردے - پس اس افزایش سپاہ کے ساتھ
کوئی قید نہین لگی ہوئی ہے کہ وہ بالاستقلال دوام کے واسطے ہویا کاہے گا ہے - پس گورنر جنرل کو
اختیار ہے کہ اس عہدنامے کے بموجب جسقدر افزایش سپاہ کو چاہئے مستقل دوام کے واسطے تجویز کردے
مخالفین اس دلیل سے یون مضحکہ کرتے ہین کہ جیسے ین ملکداری کے قوت سے پیدا ہوتا ہے ایسے
ہی منطق جہانداری کے مباحث بھی الوکھے ہوتے ہین - زبردست کی زبردستی کے ساتھ ایسی کچی
دلیل ہوا کرتی ہے جیسی کہ اوپر کی بیان ہوئی اونکی بڑے چھوٹون سے اسلئے نہ سے دلپسند
بنا کر بیٹھے سنایا کرتے ہین - عہدنامے کے موافق یہ امر طے ہوگیا کہ سرکار کمپنی کو افزایش سپاہ کا
اختیار حاصل ہے اب اوسکے خرچ کے واسطے روپیہ کا نواب کے ذمے تجویز کرنا سرکار کی عنایت

در عایت پر موقوف ہی جب نواب نے اپنی ضعف حالی کے سبب اپنے ملک کی حفاظت سرکار کمپنی کی ہاتھ کے حوالے کی اور اس معاملہ میں اپنا قایم مقام بنایا اور اسکے واسطے شرائط کو قبول کر لیا۔
اور اپنے تئین سرکار کے ہاتھ بیچکر چند فوائد مول لیے ہوں تو اوس کا اب یہ حق نہیت رہا کہ ان شرائط کے ایفا کا جب تقاضا اوس پر کیا جاوے تو وہ اوس پر اعتراض کرے۔ مگر برٹش گورنمنٹ کا یہ فرض ہو گیا کہ ایفاے شرائط کے لئے کوئی وجہ ہو تو نواب سے ضرور شرائط کو پورا کرائے اور نواب کو کچھ عذر حیلہ اوس کی تعمیل میں ہو تو کرنا حق اور بوجہ نواب کو دبانا برٹش گورنمنٹ کو بھی ناجائز تھا۔
دوسرا سوال تحقیق طلب یہ ہے کہ آیا اوس وقت ضرور تھا کہ نواب کو افزایش سپاہ کے لئے مجبور کریں اس کا جواب آسانی سے یہ دیا جاتا ہے کہ اوس وقت زمان شاہ حملہ کرنے کو تھا وہ لاہور میں تو آہی گیا تھا اگرچہ وہ اسوقت اپنے ملک کی ضرورت کے سبب واپس چلا گیا تھا۔ مگر پھر اوس کا آنا اندیشہ تھا بھی اودھ کی تاک میں بیٹھا تھا کہ جب موقع ملے تو اوس کے خلاف رہ جاتے بھی تیار بیٹھے تھے۔ نواب کے سارے ملک کی رعایا اور سپاہ بگڑی ہوئی تھی اور ان سے بھی جس وقت میں حملہ کرنے کا اندیشہ لگا ہوا تھا۔ اب نواب کی سپاہ کا حال ہم پڑھ ہی چکے ہو اگر اور زیادہ حال معلوم کرنا ہو تو سودا کے یہ اشعار پڑھ لو۔

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے
دعوے نہ کرے یہ کہ مرے منہ میں زبان ہے

میں حضرت سودا کو سنا بولتے یارو
اللہ ہی اللہ ہے کیا نظم و بیان ہے

اتنا میں کیا عرض کہ فرمائیے حضرت
آرام سے کٹنے کی کوئی بھی بات ہے

سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہنا
اس امر میں قاصر تو فرشتے کی زبان ہے

کیا کیا میں بتاؤں کہ زمانے کی ہے شکل
یک وجہ معاش ہی جس کا یہ بیان ہے

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہیں کسو کی
تنخواہ کا پھر عالم بالا یہ نشان ہے

گذرے ہے سدا یوں علف و دانہ کی خاطر
شمشیر جو گھر میں تو سپر بنیے کے یاں ہے

ثابت ہو جو دکھلا تو ہر صبح سواری کی حال
تیرکش ہو بر گیر تو بے چلہ کمان ہے

کہتے ہیں نفر کو ترا فاقہ ہی ہوا کر
بی بی نے تو کچھ کھایا پیا ہی فاقہ سے بیان ہے

[illegible] عید و کہ نہ
شوال بھی جو ماہ مبارک رمضان ہے

[illegible]
تنخواہ کا پھر پوچھنا اس شکل سے یاں ہے

لیتے ہیں برات [illegible] سے ہی وہ تو دہا ہے
[illegible]

سر جیمس کریگ صاحب جو سپہ سالار انگریزی سپاہ کے ملک اودہ میں تھے وہ گورنر جنرل کو لکھتے ہیں کہ نواب
سعادت علی خان کی سپاہ کا عدم و وجود برابر ہے۔ نواب کی کفایت شعاری اور کنجوسی نے سپاہ کی صورت منحوس
بنا رکھی ہے۔ نہ اوس کے پاس ہتھیار ہیں نہ وردی ہے نہ کوئی توپ ہے۔ جب ایک موقع پر میں نے نواب سے وردی
اور ہتھیار اور توپیں سپاہ کے لئے مانگیں تو نواب نے کہا کہ میرے پاس یہ سب چیزیں فقط اتنی ہیں کہ جو سپاہ
میری اردلی میں رہتی ہے اوسی کے لئے کافی ہیں اور زیادہ نہیں جو بھیجوں غرض نواب کی سپاہ بالکل
نکمی ہے مجھے خوف ہے کہ اگر اس تبہ مزاج سپاہ کا پہلے سے علاج نہ ہوگا تو اوسکی سیہ کاری کا مرض حضرت سلطان
ہو جاویگا۔ میں اگر کہیں جاؤں اور اس سپاہ کو پیچھے چھوڑ جاؤں تو مجھے اوس سے ایسا ہی خوف معلوم ہوتا ہے
جیسا کوئی قلعہ دشمن کے پاس چھوڑ دینے سے خطرہ ہوتا ہے پس جب ملک کی رعایا اور سپاہ کا یہ حال
ہو کہ ایک والی ملک کی جان کو رو رہی ہو اور دوسرے اوس کے خون کی پیاسی ہو اور پھر ادہر
زمان شاہ کے حملے کا اندیشہ ہو جو دلی کے بادشاہ کو بحال کر کے مسلمانوں کی سلطنت جمانے کا
ہندوستان میں دل سے ارادہ رکھتا ہو۔ مرہٹوں کے ایفائے وعدہ کا اعتبار نہو۔ روہیلے بغلی دشمن
موجود ہوں۔ پھر کیا ایسے حال میں گورنر جنرل مبارکباد کے شادیانے بجاتے کہ شمال و مغرب میں بالکل
امن و امان ہے کیوں اودہ میں افزائش سپاہ نہ کیجئے۔ اس وقت لارڈ ولزلی نے خیال نہیں کیا کہ چند روزہ
کی تعریف اور ستایش کے لئے اپنی راستبازی اور دیانت سے ہاتھ اوٹھائیں اور اپنے مقاصد
اعظم کو حاصل کرنے سے باز رہیں وہ یہ سمجھتے تھے کہ نواب اودہ کے معاملات میں اس دخل اندازی سے ضرور
متعصب ناعاقبت اندیش نا معاملہ فہم اونکی تبدیل کے درپے ہونگے مذمت ملامت کا غل مچائینگے۔
مگر وہ ایسے بے سری راگوں پر کب کان لگاتے تھے اونکی نظر عالی ان مقاصد اقصی پر تھی کہ ہندوستان
میں امن و امان رہے۔ برٹش گورنمنٹ سلامت رہے۔ اونکی قوم اور ملک کا نام آفتاب کی طرح روشن ہو
اس اپنے انتظام سے وہ جانتے تھے کہ اودہ کا نواب نہال ہوگا۔ اور اوسکی رعایا دولت و امن سے
مالامال ہوگی۔ گو اس وقت غیظ و غضب کے سبب اوس کو یہ سود مند امر نظر نہیں آتا تھوڑے دنوں کے
بعد وہ یہ دم بھرنے لگے گا ع درد ما از یار است و درمان نیز هم خلاصہ یہ ہے کہ یہ عالی ہمت والا ہمت
اپنے عزم میں مستقل تھا اور کسی مشکل اور دقت سے جو اوس کے پیش آتی تھی نہیں ڈرتا تھا۔ محققین کی رائے
اس کے خلاف میں ہے وہ کہتے ہیں کہ لارڈ ولزلی نے جیسی اونچی بات اس وقت نواب سعادت علیخان
کو اپنے خط مورخہ ۵ - نومبر ۱۷۹۹ء میں لکھی ہے ایسی کشورستان کے منہ سے نکلا کرتی ہے اوس کے یہ معنی
تھے کہ امن و امان کی حالت میں بھی سپاہ کے وہی کارخانے اور خرچ رہیں جو لڑائی کے وقت میں ہوتے ہیں

سپاہیوں کا وظیفہ بھی کردینگی جس سے اونکا گذارہ اچھی طرح ہوسکیگا۔ میرے پاس جو کچھ سرمایہ ہے وہ
زندگی بسر کرنے کیلئے کافی ہے میں اسے ساتھ لیتے جاؤنگا۔ جب ریزیڈنٹ نے یہ باتیں سنیں تو
نواب سے کہا کہ آپ اپنے اس منصوبے کو گورنر جنرل کے پاس لکھکر بھیجدیں۔ اوسپر نواب نے فرمایا کہ آپ ہی
یہ تکلیف کریں مجھے کسی اوپر اعتبار نہیں کہ میں اپنے دل کی باتیں اوس سے کہوں۔ غرض ریزیڈنٹ نے
یہ تمام احوال اور گفتگو جو ہوئی تھیں قلمبند کرکے گورنر کے پاس بھیجدیں اور اوسپر حاشیہ بھی
چڑھایا کہ نواب کے بیٹے بہت سے ہیں مگر سب حرامی۔ خزانے کا حال یہ ہے کہ نواب خزانہ عامرہ سے
روپیہ اپنی کل ضروریات میں صرف کئے رہتے ہیں۔ آصف الدولہ کے قرضے میں اداکئے بھی نہیں دیے کہ ملازمان
سرکار کی تنخواہیں چڑھی ہوئی ہیں پنشنداروں کی پنشن کا بہت روپیہ دینا ہے نواب ان میں سے کسی کو
پھوٹی کوڑی نہیں دینگے۔ نواب نے اسوقت تک سات کروڑ روپئے جمع کئے تھے۔ گورنر جنرل نے
۱۷ دسمبر ۱۷۹۸ء کو اس کا لمبا چوڑا جواب لکھا کہ میں نواب کو ترک سلطنت و عزلت نشینی کی اجازت دیتا
ہوں بشرطیکہ وہ سرکار کمپنی کی عملداری میں ہمیشہ سکونت اختیار کریں۔ اور سلطنت اودھ کو ہمیشہ کیلئے
سرکار کمپنی کے حوالے کریں۔ مگر یہ اجازت نہیں دیتا ہوں کہ وہ اوس خزانہ عامرہ کو ساتھ لیجائیں۔
جو مصارف سلطنت کے واسطے جمع ہوا ہے گورنر جنرل نے خیال کیا کہ نواب کی عزلت نشینی سے جب ہی
بہت سے فائدے حاصل ہوسکتے ہیں کہ وہ بالکل اپنے ملک کو سرکار انگریزی کے حوالے کردیں۔
ورنہ کوئی اونکا جانشین مقرر ہوگا تو وہی بات ہوجائیگی کہ ہمان خرست ابا پالان دیگرست۔ جب نواب
کے پاس گورنر جنرل کا جواب آیا تو انھوں نے کہا کہ میں سلطنت سے اسلئے دستبردار ہوتا تھا کہ میرا
بیٹا سلطنت کرے نہ یہ کہ سرکار کمپنی میری جانشین ہو۔ نواب نے کہا کہ آبائی سلطنت سوبرس کے عرصے
سے چلی آتی ہے اگر میں اوس کو گورنر جنرل کی مرضی کے موافق ترک کرتا ہوں تو ساری دنیا کہیگی
مجھسا لالچی کون ہوگا کہ اپنے آرام و راحت کے لئے سلطنت کو چھوڑدیا۔ اور باپ دادا کا نام ڈبو دیا اولاد کو
سلطنت سے محروم کردیا اسلئے اب میں نے ترک سلطنت کا عزم فسخ کیا۔ جب نواب کے اس ارادے سے
کرنل سکوٹ نے لارڈ ولزلی کو اطلاع دی تو وہ بہت غیظ و غضب میں آئے اور انھوں نے ۲۰
۲۴ دسمبر کو ریزیڈنٹ کو لکھدیا کہ نواب کی اس دورنگی اور بیقراری سے نہایت ناراض ہوا۔ یہ الزام
لگانا بھی ستم تھا اس لئے کہ دورنگی اور بیقراری کیا تھی اون کا ارادہ ترک سلطنت ہونا اپنے بیٹے کی جانشینی
پر موقوف تھا۔ جب یہ نہوا تو وہ بھی نہوا۔

گورنر جنرل کا نواب کے ملک مین اونکی مرضی کے بغیر سپاہ انگریزی کا بڑہا دینا اور نواب کے دلائل پر گورنر جنرل کا جھلانا اور اونکو گستاخی بتلانا۔ نواب کی کچھہ سپاہ کا موقوف ہونا

رزیڈنٹ کے پاس یہ حکم لارڈ ولزلی کا آگیا تھا کہ وہ کانپور سے فلان فلان سپاہ بلاکر جہان مناسب سمجھے نواب کے ملک مین بھیجدے اور نواب کو اطلاع دیدے۔ اس کی جلدی اس سببسے پڑی تھی کہ فوج کے سفر کا موسم نکلا جاتا تھا اس ترک سلطنت کے منصوبے کے سبب سے نواب کو اطلاع دیگئی کہ جسقدر سپاہ کی افزایش سرکار کمپنی کو منظور تھی اوس کا پہلا ڈویزن (غول) نواب کی عملداری مین داخل ہونے کو ہے جہان حکم ہو وہان بھیجا جاے۔ نواب نے کہا کہ سفر سپاہ مین جب تک توقف فرمایئے کہ مین اپنی درخواستون کو لکھکر پیش نہ کرون۔ اس پر رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ سفر سپاہ مین التوا ناممکن ہے۔ تمام اوس کے وجوہات حضور کے گوشگذار ہوچکے ہین۔ اس کا جواب نواب نے یہ دیا کہ مینے افزایش سپاہ کو کبھی منظور نہین کیا اگر میری منظوری کی ضرورت نہین تو مجھہ سے اس باب مین صلاح و مشورت عبث ہی۔ پھر اس کا جواب رزیڈنٹ نے کچھہ نہین دیا اور سپاہیین ہونے لگین۔ ۱۵- جنوری سنہ ۱۸۰۰ء کو نواب نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میرے اور گورنر جنرل کے درمیان جو تحریرات ہوئی ہین اونمین مینے کبھی یہ نہین کہا کہ افزایش سپاہ مجھے منظور ہے۔ مگر گورنر جنرل کے خط سے یہ امر ظاہر ہے کہ اونھون نے مجھے لکھا کہ جب تک فزایش سپاہ کا انتظام نہین کیا جاے گا کہ اوسکے خرچ کے واسطے میری سپاہ کے موقوف کرنے سے روپیہ کا انصرام ہوگا۔ ابھی میری فوج بدستور بحال ہے موقوف نہین ہوئی انگریزی سپاہ میرے ملک مین آموجود ہوئی۔ اوس کا خرچ کس کو دیا جاے گا۔ سردست کوئی اوس کے واسطے سامان نہین سپاہ کا موقوف کرنا کوئی لڑکون کا کھیل نہین۔ سیکڑون خطرے اوس مین ہوسکتے ہین۔ ہزارون آدمی بیکار ہوجاینگے سیکڑون مفسد پردازی پر آمادہ ہوجاینگے بہتسے بیچارے بیٹھکر بیٹ کو روینگے۔ مگر مجھکو سب سے زیادہ گورنر جنرل کی ناراضی کا خوف ہے۔ فقط اونکی خوشی کے لئے اونکی تجویز کو قبول کرتا ہون۔ پھر درویش جان درویش اب مین اون شرائط کو بیان کرتا ہون جو اس فزایش سپاہ کے باب مین مجھہ کو نے ہین

مرقوم ہون - اول شرط یہ ہے کہ افزایش سپاہ ایسی کبھی نہین کیجائیگی کہ نواب اوس کے خرچ کا بار نہ اوٹھا سکے
دوم کہ سپاہ زائد کا ایک ڈویژن ہوگا اور وہ ہمیشہ ایک جگہ پر قائم رہیگا جہان زمان شاہ اور دشمنون
کے حملے کو روک سکیگا - اور فقط اوس کا یہی کام ہوگا - سوم افسران سپاہ کو اختیار نہوگا کہ تحصیل
محصول مین دست اندازی کرین - اور کچھ اور چھوٹی چھوٹی باتین لکھکر یہ مستمندانہ فقرہ لکھا کہ مجھے سرکار
دولتمدار کے لطف و کرم سے یہ امید ہے کہ اس دفعہ تو مینے گورنر جنرل کی ناراضی کے اندیشے سے
اس سپاہ کے داخل ہونے کو قبول کر لیا ہے - مگر آیندہ مجھے اور زیادہ تکلیف ایسی تدابیر سے نہ دیجائے
۱۸ - جنوری کو ایک مراسلہ نواب نے گورنر جنرل کے پاس بھیجا - جس کے آغاز مین اپنے خاندان کی قدامت
کا بیان اور سرکار سے جو روابط اتحاد تھے اوس کا حال شرح لکھا اور پھر یہ تحریر کیا کہ اس زمانے مین
جو سرکار دولتمدار نے تجویزین فرمائی ہین وہ پہلے کبھی نہین ہوئین - دنیا کا یہ دستور قدیم سے چلا آتا ہے
کہ بڑے چھوٹون کی دستگیری کرتے ہین - جب بڑے شہنشاہ چھوٹے رئیسون اور امیرون کے سر پر
ہاتھ دھرتے ہین تو اونکی اعانت مین سپاہ اور خزانے سے امداد کرنے مین کسیطرحکا دریغ نہین فرماتے
ہین اسلئے مجھے سرکار دولتمدار کے لطف و کرم سے یہ توقع ہے کہ مین اس امر پر مجبور نہ کیا جاؤن کہ
اپنی سپاہ کو موقوف کرون اور ہزارون آدمیون کو بھوکا مارون - اور اوس سے طرح طرح کے فتنے
بڑھین اور سرکار کی سپاہ کا بھلا دن جس سے رعایا کی نظرون مین میرا رعب و داب نہ رہے - مجھے
یقین ہے کہ گورنر جنرل کا منشا ہرگز ہرگز یہ نہوگا کہ مین ذلیل و خوار ہو جاؤن - یہانتک تو یہ نیازمندی کی
باتین تھین آگے تنا پیش شدہ کے خلاف یہ دلائل بیان کئین کہ عہدنامہ کی دوسری دفعہ
کی رو سے روشن بظاہر ہوگا کہ مین جب مسند ریاست پر بیٹھا تھا تو اس سلطنت کی حفاظت کے واسطے
جسقدر سپاہ پہلے زمانہ مین رہتی تھی اوس سے بہت زیادہ اوسوقت موجود تھی مین نے اوس کے
خرچ ادا کرنے کا اقرار کر لیا - مگر کہین اوس مین یہ نہین لکھا کہ ایک عرصہ کے اضافہ سپاہ مستقل طور سے
کیا جائیگا - اور اوس کا خرچ میرے ذمے مقرر ہوگا پس شرط سے انحراف کرنا بے ضرورت معلوم
ہوتا ہے - عہدنامہ کی ساتوین دفعہ کے ملاحظے سے حضور پر واضح ہوگا کہ افزایش سپاہ کا اختیار سرکار
کو بے ضرورت نہین ہے - اور ضرورت کی حالت مین حسب حال ضرورت اور وہ بھی مستقل نہین بلکہ
تا ضرورت محدود ہے اگر دیکھے کہ دونون سرکارون مین کام صدق دلی اور موافقت سے کیا جاتا ہے
اور مجھے بالکل اختیار ہے امور خانگی مین انتظام ملکی مین اپنے موروثی ملک کی سلطنت مین سپاہ پر
رعایا پر اس سب پر ہوگا - پس جب میری فوج موقوف کردیگئی تو مین پوچھتا ہون کہ میری سلطنت

سرکار کو دیدین کہ اوس سے تمام سپاہ کا خرچ چل جاتے جو ملک تفویض کرنے کے لئے تجویز ہوا تھا وہ اضلاع دوآب وروہیلکھنڈ مع اضلاع اعظم گڈھ اور گورکھپور تھے - اس تفویض سے نواب کا ملک امن کا گنبد ہو جاتا تین طرف سے اوسکی حفاظت سرکار کمپنی کی عملداری کرتی - اور ان اطراف سے غیر ریاستون کے حملے کا خوف نواب کو نہ رہتا - اور سرکار کمپنی کو یہ کھٹکا جاتا رہتا کہ کہیں نواب اور غیر ریاستون سے سازش نکرے انہین دنون مین لارڈ ولزلی نے ایک خط نواب سعادت علی خان کو لکھا کہ جب سے تم مسند ریاست پر بیٹھے ہو تو مین اپنے اوپر یہ فرض سمجھتا ہون کہ موافق اون اصول کے جو ہماری گورنمنٹ نے نہایت استقلال سے اختیار کئے ہین وہ کام کرون جو مینے آپکو پہلے خطون مین لکھے ہین یہ سارے کام فقط اس سبب سے مجھے کرنے پڑے کہ آپ اپنے ملک کی بدنظمی کو دور نہین کر سکتے اور نہ انتظام کر سکتے ہین نہ بیچاری رعایا کی جان ومال کی حفاظت کر سکتے ہین - غرض یہ اصول گورنر جنرل نے قایم رکھا کہ جو فرمانروا اپنی سلطنت کا انتظام نکر سکے اور رعایا اوسکی بدخواہ اور ناراض ہو وہ خود ترک سلطنت کرے یا وہ اپنی سلطنت کے کامون سے بجبر معزول کیا جاتے - سرجان شور کے عہد سلطنت کے موافق خرچ سپاہ نواب سعادت علی خان سے ۷۶ لاکھہ روپیہ سالانہ ٹھیرا تھا اور اب اس افزایش سپاہ کا خرچ ۵۴۱۲۹۹۹ روپیہ سالانہ ہوا - یہ دونون ملکر ۱۳۰۱۲۹۹۹ روپیہ ہوا - اس لئے نواب سے درخواست کی گئی کہ جب ملک کی آمدنی اسقدر روپیے کی اس ویرانی کی حالت مین سواے خرچ تحصیل مالگذاری کے نہ پہنچ سکے تو سرکار کمپنی کو دیدیا جاتے جب اول درخواست کل ملک کے حوالہ کرنے کی نواب کے سامنے پیش ہوئی تو اوس پر رزیڈنٹ سے اونہون نے بڑے بڑے مباحثے کئے - اور تحریرون کے طومار کے طومار لکھے - نواب نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ پہلے نوابون کے عہد مین زر موعود کی اقساط وقت پر نہین ادا کی گئین - اور مینے کبھی ادائے زر قسط مین ایک لمحہ کا توقف نہین کیا - ایک کوڑی میرے ذمہ باقی نہین - مجھسے وہ درخواست کی جاتی ہے جو پہلے کسی نواب سے نہین ہوئی - بھلا مین کیسے آبائی سلطنت اپنی چھوڑکر خود ترک سلطنت کرون - مین ایسی درخواست کو ہرگز نہ مانونگا - سرکار نے سپاہ کے خرچ کے لئے اگلے دینے مین یہ عذر پیش کئے - مینے کونسی قسط ادا نہین کی کہ جسکے عوض مین اپنا ملک دیدون - مجھے خود امید ہے کہ اپنے نظم ونسق سے ملک کو سرسبز وشاداب کرونگا اگر ملک دیدونگا تو میری ساری امیدین منقطع ہو جاینگی - اور میرا بڑا نقصان ہوگا - اور مین اپنے ملک کا حصہ دے سکتا ہون - ان باتون کا جواب گورنر جنرل نے بھی ۵ - اپریل سنہ ۱۸۰۱ء کو لکھا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ نواب نے میری دونون درخواستون کو نا منظور کیا نہایت افسوس کا مقام ہے - مگر آپسے صاف صاف کہے دیتا ہون کہ میرا اب یہ عزم مصمم ہے کہ ملک وہ کو زیادہ برباد ہونے دون

او بندگان خدا پر رحم کردن جو ملک کی ویرانی اور اوسکی کمی کا حال ہوتا جاتا ہے وہ نواب پر
روشن ہے اور وہ خود اوس کے مقر ہیں اس ملک کے لینے میں سرکار کمپنی کی سپاہ کی خرچ کی پوری کفالت
ہوتی ہے اور ملک کی بھی بہبودی۔ غرضکہ گورنر جنرل نے اصلاح گورمنٹ کا اصول یہ قایم کیا کہ
نواب کی گورمنٹ برے درجہ کی خراب ہو اوس کا علاج یہی ہے کہ وہ بالکل نیست و نابود ہو جاوے جس
مریض کی صحت کی امید نہو اوس کا کاٹ ڈالنا ہی اوسکی شفا ہے۔ حالت ردی میں اوسکا ناحق علاج بھی
کرنا مریض کی تکلیف کو بڑھانا ہے۔ نواب کو اونہوں نے سمجھایا کہ جب اصلاح اختیار میں نہیں ہے تو اوروں کو
کیوں نہیں اختیار دیتے کہ اصلاح کریں یہی شکل ہوتی کہ نہ خود کرو نہ کسی دیگر کو کرنے دو بیشک
نواب کا تعلیم اس معاملہ میں تقریر و تحریر سے پاک تھا تو مجبور ہو کر اوس مورد رنج و بلا نے کہا کہ مجھے کربلا کی
زیارت کی اجازت ہو اور میرا بیٹا میرا نائب میری غیبت میں مقرر ہو جو کام ہونے والے ہیں وہ میری
غیبت میں ہوں ابھی آنکھوں کے سامنے یہ تماشہ کی جا نہیں دیکھی جائیگی کیوں نہ سرکار کمپنی سے
کر سکتا ہوں جو وہ چاہے کرے ملک اور خزانہ سب کچھ حاضر ہے۔ غرض یہاں تک
وزیر کے پاس ان کا انتظار تھا۔ دوران شاہانہ شباب و زمانہ میں یہی بات ہوا کرتا تھا۔ لارڈ ولزلی نے
اپنی تحریرات کے اندر حقیقت میں سلطنت انگلشیہ کی بصورت دعوت کو کہا یا جو ان کا کچھ سزاوار حق
کہ انہوں نے جو اپنی تحقیق کی ان نقطوں سے کہ اونکا یہ منظور تھا کہ یا دو ہاتھ کے بدلے ملک
لیا جاتا ہے وہ دلسے چاہتے تھے کہ نواب خود اپنا ملک بدین سبب سپرد کردیں لاکھ نہ ہوئے اسلئے
انہوں نے اپنے بھائی ہنری ولزلی کو اپنا پرائیوٹ سکریٹری بنا کر نواب سعادت علی خان کے پاس بھیجا
کہ شاید میرا بھائی نواب کی سمجھ کو درست کر دے ۔ ۱۸۰۱ع کو وہ لکھنؤ میں آگئے۔ اور ان کو نواب
کو سمجھایا کہ یہ آپکی غلطی ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر میں مارا جاؤنگا تو میں تخت سلطنت سے محروم ہو جاؤنگا
اور میری سلطنت کا عدم ہو جائیگی۔ بلکہ برخلاف اسکے اونکی اور آپکی اولاد کے لئے تخت سلطنت
زیادہ استقلال کے ساتھ برقرار ہو جائیگا دہی اعزاز و اکرام شاہانہ آپکا باقی رہیگا اسمیں
کچھ فرق نہیں آئیگا کوئی آپ کو تخت سلطنت سے محروم نہیں کریگا لیکن اسکا جواب صاف نہ دیا
۱۹ ستمبر کو گورنر جنرل نے ریزیڈنٹ کو یہ بات لکھی کہ اگر نواب کو دونوں درخواستوں میں ایک
بھی منظور کرنے میں اصرار ہو تو تمام ملک میں اپنا بندوبست کرلو اور یہ دلیل کے ساتھ
معمولی دلائل بھی جاری کردیں کہ جب تک نواب ان دونوں درخواستوں سے کسی ایک کو منظور
کرینگے ملک اودھ میں عمدہ انتظام نہیں ہوگا اور سرکار کمپنی کی امداد ہوگی

یہی نہین بلکہ غرض یہ ہوگی کہ تمام سلطنت نواب سے لیجاوے اونکے خوبکان اور دل کے [illegible] کہو لکہ
سمجہا دو کہ سرکار کمپنی نے ملک اودہ کے تمام مالی اور ملکی انتظام لینے کا عزم مصمم کرلیا ہے - پس اگر
اپنی ہٹ سے نہ ہٹین تو اونکی سپاہ کو معزول کردو اور سارے ملک کے انتظام کی تدابیر کامل کرلو
اور اوسپر قبضہ کرلو - نواب نے اوسی روز کہ یہ ہدایات رزیڈنٹ کو لکھی گئی ہتین رزیڈنٹ کو لکہ بہیجا
کہ مجھے دوسری درخواست حصہ ملک کے تفویض کرنے کی منظور ہے بشرطیکہ مجھے حج و زیارت کربلا
جانیکی اجازت ہو اور میرا بیٹا میرا جانشین ہو - وجہ اسکی یہ بیان کی کہ اب ملک کے دینےکے بعد میری غیرت
کا یہ اقتضا نہین ہے کہ یہان اپنے ہمچشمون کو اپنا منہ دکہاؤن اگرچہ اس آخری شرط کا ایک حرف سرکار
کمپنی پر بار تہا - مگر بعد غور وتامل کے رزیڈنٹ اور مسٹر ہنری ولزلی نے نواب کی اس درخواست کو منظور
کرلیا اور دستخط اپنے کر کے بہیجدیے - اسکو پھر نواب نے لکہا کہ مجھے باقی میرے ملک مین اختیار
کلی دیا جاوے - اور کسی کو دخل نہو اوس پر جواب دیا گیا کہ اس معاملے مین پہلے بہت گفتگو
ہوچکی ہے - یہ ملک تو صرف سپاہ کے خرچ کے لئے جدا کیا گیا ہے - برٹش گورنمنٹ کو سپاہ سے سارے
ملک کی حفاظت کرنے کا اور اوس مین عمدہ حکومت قایم کرنیکا استحقاق حاصل ہے - اسپر نواب نے
اسکو اپنے خط مین لکہا کہ آپکی اس تحریر سے مجھے معلوم ہوا کہ ملک دینے سے کچھ فائدہ نہین ہوا -
کیونکہ جو ملک باقی رہا اوس مین بھی ساقط الاختیار رہا - غرض بہت سی تکرار اور حیلے حجتے کے ۱۰ نومبر ۱۸۰۱ع
مطابق ۲- رجب ۱۲۱۶ ہجری کو نواب نے عہدنامے پر جو پہلے سے مرتب تہا دستخط کردیے - اور ۱۴ نومبر
کو بنارس مین دریاے گنگا کے کنارے لارڈ ولزلی نے اوسکو اپنے نام سے مزین کیا اس عہدنامے کے
موافق سرکار کمپنی کو وہ ملک حاصل ہوا جسکی آمدنی ایک کرور پینتیس لاکہ ۱۲ ہزار ۸ سو ۴۷ روپیہ
۲- آنہ ۳ پائی مع خرچ تحصیل کے تہی

تفصیل جمع

چکلہ کوڑہ وکڑہ وچکلہ اٹاوہ	۵۵۴۸۵۷۷	روپیہ	۱۱- آنہ	۹ پائی
گہور وغیرہ	۵۳۳۳۷۷	روپیہ		۷ پائی
فرخ آباد وغیرہ	۴۵۰۰۰۱	روپیہ		
کہہ آگرہ وغیرہ	۲۱۰۰۰۱	روپیہ		
اعظمگڈہ مزات جکن	۶۹۵۶۲۴	روپیہ	۴- آنہ	۶ پائی

علاقہ	روپیہ	آنہ	پائی
گورکھپور و بٹول	۵۴۹۸۵۴ روپیہ	۸ آنہ	
صوبہ الہ آباد وغیرہ	۹۳۴۳۶۳ روپیہ	۱۱ آنہ	۳ پائی
روہیلکھنڈ	۴۳۱۳۴۵۷ روپیہ	۱۱ آنہ	۳ پائی
نوابگنج کھلی وغیرہ	۱۱۹۴۴۴ روپیہ	۱۲ آنہ	
محال وغیرہ باستثنائے تعلقہ اودل	۱۶۸۳۷۸ روپیہ	۴ آنہ	

کل جمع سکہ لکھنؤ

۱۳۵۱۳۸۷۸ روپیہ ۱۲ آنہ ۳ پائی

نواب کے پاس اس ملک کے منتقل ہو جانے کے بعد کرور روپیہ کا ملک باقی رہا غرض نصف سے زیادہ
اور دو تہائی سے کچھ کم ملک ہاتھ سے گیا اسمیں وہ خراج بھی جو نواب فرخ آباد نواب اودہ کو دیتا تھا
دیدیا گیا۔ اور اس آدھے سے کم اور تہائی سے زیادہ ملک کی حفاظت ہوئی اور باقیماندہ ملک کی
نسبت عہدنامے میں لکھا گیا کہ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی عہد واثق کرتی ہے کہ نواب سعادت علیخان اور انکے
جانشینوں اور وارثوں کو وہ ملک جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو تفویض کر دینے کے بعد نواب کے پاس باقی
رہیگا ۔ حکومت و سلطنت بلا مزاحمت کرنے دیگی ۔ اور نواب کیطرف سے یہ اقرار ہوا کہ وہ باقیماندہ
علاقے میں اپنے اہلکاروں کے ذریعہ سے ایسا انتظام کرینگے جس سے رعایا کی بہبودی اور
اونکے جان و مال کی حفاظت مقصود ہوگی اور نواب ہمیشہ حسب ہدایت اور بصلاح [illegible] ملازمان کمپنی کے
کاربند ہونگے۔ اور چونکہ یہ حصہ ملک بعوض سالانہ خرچ فوج اور تمام دوسرے اخراجات کے جو کمپنی
کو نواب وزیر کے ملک وغیرہ کی حفاظت میں واقع ہوتے تھے دیا گیا اسلئے کمپنی نے اقرار کر لیا
کہ اب ہمیشہ کے لئے وہ سالانہ موقوف ہوگیا۔ اب اگر ایسٹ انڈیا کمپنی کو اودہ اور اس کے متعلقات
کی حفاظت کے لئے فوج اور بڑھانے کی ضرورت ہوگی تو اسکا اخراجات ایزاد فوج کا نواب سے
مطالبہ نہوگا۔ اور آئندہ جو کمپنی کا خرچ فوج کے جمع کرنے یا دشمن کا حملہ دفع کرنے یا [illegible] کے
روکنے کے لئے ہوگا یا اوس فوج کی بابت ہوگا جو ضرورت کے وقت سرکشی یا بدانتظامی مٹانے کے لئے
فراہم ہوتی یا جنگ یا کسی اور وجہ سے ہوگا تو اوسکا مطالبہ نواب کے خزانے سے نہوگا۔ اور ایک
ڈیٹچمنٹ انگریزی فوج کا اور مقدار توپخانہ ہمیشہ نواب کی اردلی میں رہنا قرار پایا۔ مگر خرچ اس کا
بھی کمپنی کے ذمے رہا۔ نواب اس کے مطالبہ سے بری کر دئے گئے۔ اور کمپنی نے یہ بھی
وعدہ کیا کہ جو ملک نواب وزیر کے پاس باقی رہا ہے اوسکی ذات جبرا لی اور امداد لی

دشمنون کے مقابلے مین وہ کرینگی بشرطیکہ یہ امر گورنمنٹ انگریزی کے اختیار مین رہے کہ جہان
اوسکو ضرورت معلوم ہو وہان اپنی فوج نواب وزیر کے علاقے مین رکھے - اور یہ بھی شرط ٹہری کہ
نواب اپنی فوجکو کم کرکے پیادون کی چار پلٹنین اور ایک پلٹن نجیب اور سو اتیون کی اور دو ہزار
سوار اور تین سو گولہ انداز رکھین - اور بموجب عہدنامہ مذکور کے یہ بھی قرار پایا کہ دریاے گنگا اور ممالک
طرفین کے دوسرے سرحدی دریاون مین جہاز رانی بلا مزاحمت ہوا کرے - اور کوئی
کشتی محصول طلب کرنے کے لئے نہ روکی جاے اور نہ اون کشتی سے محصول طلب ہو جو فریقین
معاہدے کے ملک مین کسی مقام پاس پہنچنے سے قیام کرے کہ وہ اپنا اسباب وہان نہ اوتارے گی
مگر یہ اختیار دونون سرکارون کو رہا کہ اوس اجناس پر جو اون کے ملک مین آئے یا اونکے ملک سے
جاے محصول جسکی مقدار مروج اور سرشتہ حال سے زیادہ نہین - اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو ستے
نواب کے ملک مین فوج مقیم علاقہ پیر دستہ کے صرف کے لئے خریدی جاے گی اوسکی نسبت
دیوے ستنے محصول کا چنگی نہ لیا جایگا - اور اوسوقت مین بھی جب یہ مذکور کمپنی کے اختیار مین دیا گیا
ایک شخص نے شعر ذیل سے اس معاملے کی تاریخ نکالی ہے

خوب بود این دو رو رنگی گرفت ٭ ملک نواب فرنگی گرفت (١٢١٦)

گورنر جنرل نے ولایت کو یہ لکھا کہ ملک پر قبضہ بغیر کسی فتنہ و فساد کے آسانی سے ہو گیا
اور اوس سے یہ فواید حاصل ہوتے ہین کہ نواب کی سپاہ کی قوت بالکل جاتی رہی لشکر سرکاری جو ملک
بنگال مین رہتا ہے - اوس کا بہت سا خرچ نئے حاصل شدہ ملک کے ذمے ہو گیا - زر وعدہ وہ
جو لشکر کے لئے لیا جاتا ہے اوس کے وصول ہونے مین آیندہ کچھ کھٹکا نہین رہا وہ ظلم و
ستم اور جور و جفا اور زیادتی و سختگیری جو رعایا پر ہو رہی تھی - اور ملک مین سخت ابتری پھیل
رہی تھی اوس سے نجات ہوئی - ملک کا وہ حصہ جو روے زمین پر اپنی زرخیزی مین جواب نہین
رکھتا تھا اور وہ ایک ہندستانی حکومت کے ظلم کے تودون کے نیچے دبکر خاک مین ملا جاتا تھا
پھر اوسکے بھلے دن آئے خزان کے دن گئے بہار کے دن آئے - سرکار انگریزی کی پناہ مین پہ
جو اس بدنامی کا دھبا تھا مٹ گیا کہ اوس نے اس بدنظمی اور تباہی حالت کے روکنے مین اپنی
حیثیت اور جمعیت کو نہین دکھایا اور حقدار کا ترک نہین کیا -

لارڈ ولزلی اور نواب صاحب کی ملاقات

اور جاری رہین

۱۹- فروری سنہ ۱۸۳۰ء کو نواب نے ایک کاغذ پر چند درخواستین لکھکر گورنر جنرل کے پاس منظوری کو بھیجا انہون نے غور تامل کے بعد جوابات مناسب ہر ایک درخواست کے تحریر کرکے واپس کیا اسکے بعد نوابنے ۲۲- فروری کو گورنر جنرل کے چند جوابات اور اپنی چند درخواستون کی ترمیم چاہی اور ۲۴- فروری کی ملاقات مین اس معاملہ کی بابت زبانی گفتگو ہوئی- اس گفتگو کا نتیجہ نکلا کہ بعض درخواستین اصل کاغذکی بالکل موقوف کی جاوین اور تیسری تحریر کے جواب گورنر جنرل نے نواب کی درخواستونکی مطابق اون مین ترمیم کرین اور اسی گفتگو مین نوابنے گورنر جنرل کی اس بات کے جواب مین جو نواب نے اونکی دوسری درخواست کے جواب مین کہی گئی تھی کہ نواب کوئی شخص بطور وزیر کے اجرائے کار معمولی کیلئے مقرر کرین بیان کیا کہ وہ اپنے دوسرے بیٹے مرزا احمد علی خان کو اس کام پر مقرر کرنا چاہتے ہین گورنر جنرل نے اس گفتگو مین یہ بھی مناسب تصور کیا کہ اون عقائد کو بیان کریں جو دونون سرکارونکی دوستی و اتفاق کے قیام و ثبات کے مد نظر تھے - اور جو عہدنامہ ۱۰- نومبر کے نتیجے کے طور پر تھے - اور اس نظر سے کہ آئندہ کسیطرح کا شک و شبہہ نہ ہو بطور تحریر و تقریر کے نتیجے اور مطالب مین رہے گورنر جنرل نے اپنی اور نواب کی تمام بات چیت کا ماحصل تحریر کرکے اپنے دستخط اور مہر اوسپر کی - اور اوسکی ایک نقل گورنر جنرل کی دستخطی و مہری نواب کو دیگئی-

درخواست کوئی شخص جیسا کہ ممکن ہوتا ہے آئندہ کسی شخص کا محافظ و مددگار ہو تاکہ ہماری بقایا سے واجبی کے طریق وصول مین سدراہ ہو بلکہ بخلاف اسکے صاحب رزیڈنٹ تحصیل بقایا سے مالگذاری مین مدد دین اگر صاحب رزیڈنٹ کی خواہش یہ ہو کہ وہ کسی مقدمے مین منع کیا چاہین تو اونکو لازم ہے کہ مجھسے خلوت مین اوسکا ذکر کرین اور چونکہ میری نیت ہرگز نہ کہ بے انصافی ہو اس لئے یا تو مین صاحب رزیڈنٹ کو اس مقدمے سے آگاہ کرونگا یا وہ بھی قائل کردینگے- اگر وہ مجھے قائل کردینگے تو مین اونکی فہمایش کے بموجب اس معاملہ سے کنارہ کرونگا- اور کسی پر ہماری رائے کی نااتفاقی کا اظہار نہوگا-

جواب اس مین عہد یقین ہے اور اسکا لحاظ رہیگا- نواب صاحب رزیڈنٹ کے پاس اطلاعاً معاملات کی راستی کے دلائل اور اسناد خوشنما بھیجا کرین-

درخواست باقاعدہ عدالت جہانتک میری اپنی غرض بالکل متعلق ہوگی صرف شدین

محصولی کی جاری کرنے اور دیوانی و فوجداری کی دادرسی اور رعایا کی حفاظت جان و مال کے لئے مقرر ہونگی
پس یہ لازم ہے کہ ہر ایک شخص اونکی متابعت کرے اور اگر کوئی اونکے احکام کی خلاف ورزی کرے
یا اونکی حکومت منظور نہ کرے تو افسران کمپنی مدد کرکے اونکے حکم کی تعمیل کرائیں

جواب یہ فعل نہایت عقل و دانائی کا ہے اور بہت مناسب ہے۔

درخواست میں نواب بہو بیگم صاحبہ کو اپنا بزرگ جانتا ہوں اور میری نہایت خواہش یہ ہے
کہ اونکی توقیر اور مرتبہ اور اونکی آسائش زیادہ ہو۔ مجھے کچھ تعلق اونکی جاگیر کی آمدنی اور پیداوار سے
نہیں ہے اور نہ کسی جاگیردار کی مگر اسقدر ہو کہ اونکی دادرسی اور تصفیہ تنازعات کو بعد عدالت کی حکومت
اور دیوانی و فوجداری کی سزادہی کی تجویز کرانا اور دادرسی کے متعلق دوسرے مقامات میرے ملک کے
بموجب شہر فیض آباد اور تمام جاگیرات میں ہونی چاہئیں۔ کیونکہ یہ امور والی ملک سے متعلق
ہوا کرتے ہیں جن کا کام یہی ہوتا ہے کہ ظلم اور زیادتی نہ ہونے دے۔ بیگم صاحبہ کے آدمیوں کو نہ چاہئے
کہ ایسے معاملات میں مداخلت کریں کیونکہ ریاست میں شرکت ناممکن ہے خود بیگم صاحبہ کی نیکنامی اسی میں
ہے کہ وہ بھی ایسے معاملات میں اتنا نہ ہوں بیان کردیا کریں تاکہ اونکی مرضی کے بموجب میرے
اہلکاروں کی معرفت وقوع میں آیا کرے۔ اب یہ حال ہے کہ اکثر خونریزی اور فساد فیض آباد میں
اور نواب بہو بیگم صاحبہ کی جاگیر میں ہوا کرتا ہے۔ اور میری تحریر و تقریر پر کچھ خیال بیگم صاحبہ نے
کیا میرے برادر مرحوم کے عہد حکومت میں جاگیر کے تنازعات سلطنت سے متعلق تھے۔

جواب بیگم صاحبہ کی جاگیر میں انصاف نواب کے زیر حکم رہیگا۔ اور بیگم صاحبہ کے لوگ اوسکے
بیچ میں نہ آئینگے اور بعد اسکے نواب کے احکام کی تعمیل بذریعہ قوت انگریزی ہوا کی۔

درخواست میں چاہتا ہوں کہ گورنر جنرل بہادر از راہ مہربانی داراب علی خان کو طلب فرماویں
اور میری خواہش یہ ہے کہ جاگیر کے سوا جو سرکاری جائداد مثل زمین اور بازار و باغ بیگم
صاحبہ کے اہلکاروں نے بلا استحقاق اور بغیر موجودگی سند ضروری کے چار سال کے عرصے
سے لی ہے جسکا حال سے مسٹر ریزیڈنٹ صاحب اور مولوی غلام قادر خان منشی اور دوسرے اہلکار جو صاحب
الماس علی خان اور داراب علی خان اور اونکے وکلا بخوبی واقف ہیں اور تصدیق اسکی کرسکتے ہیں
اور سابق نواب بیگم صاحبہ نے اس کا اقبال کیا تھا۔ اور اس حال او قبال کو کاغذ [illegible]
جو مسکورا [illegible] جانتے ہیں اور اونکی موافقت سے ایسی جائداد کی تفصیل [illegible]
اور اس جائداد کے لینے سے میرا نہایت نقصان متصور ہے خصوصاً اسی وقت میں کہ [illegible]

متعلق ایک ذرہ بھی نقصان کا نہیں ہو سکتا - یہ جائداد مجھے واپس ملے اور جو نفع اس جائداد کا اونکو وصول ہوا ہے وہ بھی مجھے واپس دیا جاوے تاکہ میرے نقصان کا معاوضہ ہو - اور یہ مریم بیگم صاحبہ کے اقرار کے مطابق ہے -

جواب تمام معاملات بالواب اور بہو بیگم کے درمیان میں اونپر لحاظ کامل ہوگا - اور اونکے درمیان میں معاملہ اسطرح طے کرایا جائیگا جو انصاف اور عدل کے مطابق ہو -

درخواست میرے ملک کے مفروروں کو پناہ نہ دیجاوے - لیکن میں جب طلب کروں مجھے دیے جاویں ورنہ ملک سے خارج کئے جاویں -

جواب تمام مجرم جانب سے ایک دوسرے کے کئے جاوینگے - سرکار کی آپسی بنا یا عہد کی نسبت کوئی مجرم بانہ ہوگا اونکو اختیار حاصل رہیگا کہ وہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں بلا مزاحمت سفر کریں اور جہاں چاہیں آباد ہوں -

درخواست اگر اس سرکار کا کوئی متوسل علاقہ سپرد شدہ میں تجارتی کی درخواست تو اوس سے مقرر کیا جاوے کہ اوسکو تجارتی اس شرط سے مل سکتی ہے کہ وہ ثابت کرے کہ سلطنت اودہ کا باقیدار نہیں ہے -

جواب تمام بقایا سے عامل یا جو آئندہ سلطنت کی باقی رہیگی اوسکے واسطے ایک میعاد مقرر کیجاوے اور تمام باقیدار دستی اقرار لکھواتے جاویں کہ میعاد مقررہ میں باقی ادا کریں -

درخواست اگر ہمارے عامل کی زمین علاقہ سپرد شدہ میں رہے وہ سلطنت کے باقیدار ہیں یا اونکے ذمے کچھ روپیہ کی بہتری ہو کر دیجاوے اور زیادہ عامل ہماری سپرد کئے جاویں تاکہ زر باقی واجبی طور پر وصول کر کے اونکو رہا کریں اور جب وہ اپنا حساب کتاب ہمسے طے کر لیں بعد اوسکے مسٹر ریذیڈنٹ صاحب کو اختیار ہے اونسے اپنا معاملہ جسطرح چاہیں کریں -

جواب نواب کے کسی عامل کے ساتھ علاقہ سپرد شدہ میں معاملہ نہیں ہوا -

درخواست سلطنت کے اکثر باغات اور دوسری جائداد اوس علاقے میں کہ فتح چند عارف ترح کے لئے دیا گیا ہے - اور وہ جائداد مالگذاری سے جدا ہو مثلاً اب شاہ باغ میں ایک جائداد میرے قبضہ میں ہے میں چاہتا ہوں کہ لارڈ صاحب حکم اس مضمون کا صادر فرماویں کہ اس طرح کی جائداد واقع علاقہ مذکورہ ہمارے آدمیوں کی سپرد کیجاوے اور ایک فہرست اس طرح کی جائداد اور باغات وغیرہ کی داخل کیجائیگی -

جواب اس قسم کی کوئی جائداد جسکا ثبوت نواب صاحب اطمینان لارڈ صاحب کو دینگے وہ البتہ اونکے طرز ہونیکے سپرد کی جائیگی ۔

درخواست ہمنے اضلاع ملک فوج کے مصارف کے لیے صرف لارڈ صاحب کی رضاجوئی کی نیت سے سپرد کئے ہیں اور یہ امر ہمکو مناسب معلوم ہوا ۔ جب ولزلی صاحب آئے تو انکو لارڈ صاحب کی خوشی خاطر اور لارڈ صاحب کے حکم کی تعمیل ضروری منظور ہوئی ۔ پس اس مضمون کے احکام جاری ہوں کہ کوئی شخص مساجد اور مقابر اور امام باڑہ وغیرہ سے جو علاقہ سپرد شدہ میں واقع ہیں متعرض اور مزاحم ہو اور کوئی اونکو خراب و مسمار نکرسکے ۔

جواب احکام اس کے مطابق صادر ہونگے ۔

درخواست ایک وعدہ ہوا تھا کہ جو روپیہ الہ آباد کے گماشتہ پر آئیگا وہ سلطنت اودھ کو دیا جائیگا ۔ چار برس کا عرصہ گذرتا ہے اور بہت متواتر تحریرات اس بارے میں صاحب رزیڈنٹ کو بھیجی گئیں ۔ مگر آج کی تاریخ تک کچھ نہیں دیا گیا ۔ اسمیں ہمارا بڑا نقصان ہوتا ہے ۔ احکام صادر ہوں کہ حسب وعدہ روپیہ دیا جائے

جواب اس حساب کے طے کرنے کو حکم صادر ہوگا ۔

درخواست نواب وزیر چاہتے ہیں کہ اونکا بیٹا مرزا احمد علی خان المعظم [illegible] ریاست کے لیے وزیر مقرر کیا جائے

جواب گورنر جنرل بہادر اس رائے سے موافقت کر کے مرزا احمد علی خان کی تقرری کو منظور کرتے ہیں

درخواست عنایات گورنر جنرل بہادر سے ہمکو امید ہے کہ وہ میرے روبرو میرے رتبہ [illegible] صاحب رزیڈنٹ کو سمجھا دینگے اور حکم دینگے کہ اوسکے مطابق کام کیا کرینگے ۔ اور لارڈ صاحب رزیڈنٹ کو یہ بھی حکم دینگے کہ لارڈ صاحب کی روانگی کے بعد میری روانگی کی نسبت کچھ [illegible] ہرج نکرینگے بلکہ سامان سفر کی تیاری میں امداد کرینگے ۔

جواب نواب کی درخواست کے مطابق ۲۴ فروری کو مراتب بالا کے احکام [illegible] نواب صاحب کے روبرو رزیڈنٹ کو دینگے ۔

ازجانب نواب گورنر جنرل

اب نواب گورنر جنرل بہادر ان مراتب نامہ کو بیان کرتے ہیں جنکے مطابق دونوں سرکاروں [illegible]

اس کے بعد رسم اتفاق اور مراسلت زیب جرا پائیگا - عہدنامہ ۱۰ نومبر سنہ ۱۸۰۱ء کی رو سے قرار پایا ہے
کہ نواب کی حکومت کلیۃً باقیماندہ علاقے مین مقرر ہوتی ہے - اور اون کے اپنے اہلکار اور
ملازم کار روا رہین گے - اور گورمنٹ انگریزی وعدہ کرتی ہے کہ وہ نواب کی حکومت اون کے باقی
ماندہ علاقے مین قایم کراتے گی - اور اونکے اہلکارون کی معرفت ملک کا انتظام کراتے گی - اور گورنر
جنرل بہادر اس سے ہرگز انحراف نہ کرینگے - نواب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے باقیماندہ ملک مین
ایسا انتظام کرینگے جس سے رعایا کو بہبودی ہوگی اور باشندونکی جان و مال کی حفاظت ظہور مین
آئیگی اور یہ انتظام نواب کے اہلکارون اور ملازمونکی معرفت ہوگا - نواب نے یہ بھی وعدہ کیا
ہے کہ وہ ہمیشہ افسران کمپنی کی صلاح اور نصیحت کے مطابق کارروائی کرینگے - اس لئے باقیماندہ
علاقے مین عمدہ انتظام قایم کرنے مین اور علاقہ مذکور کے تمام امور انتظامی مین اور عام کارروائی
مین نواب حسب صلاح گورنمنٹ انگریزی کے اور مطابق اوسکی نصیحت کے کام کرینگے - یہ صلاح اور نصایح
ہمیشہ نواب کو دوستانہ اور اعتبار و لحاظ باہمی سے طرفین پہونچا کینگی - جب کسی بڑے کام مین خاص
گورنر جنرل بہادر کی صلاح درکار ہوگی - اور ضرورت وقت ایسی ہوگی کہ اون کی تحریر نواب
کو طلب کرنی ہوگی تو گورنر جنرل صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی اوس بارے مین ہوگی براہ راست
بذریعہ تحریر یا بنابت خود دینگے - رزیڈنٹ مقیم لکھنؤ گورنمنٹ انگریزی کے وکیل کے طور پر ہے
اور تمام مقدمات کی تحریرات مین باہمی واسطہ ہے - اس لئے رزیڈنٹ عام طرز کارروائی
مین نواب کو صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی ہوگی گورنر جنرل کے نام سے دیا کریگا - اور جس
مقدمے مین رزیڈنٹ صلاح دیگا وہ بطور صلاح گورنر جنرل بہادر کے متصور ہوگی - یہ صلاح رزیڈنٹ
تمام مقدمات معمولی مین حسب احکام عام یا خاص گورنر جنرل بہادر کے دیا کریگا - رزیڈنٹ
کو چاہئے کہ نواب کو صلاح یکدلی و یکجہتی سے دے اور ایسے کار مین نواب کے ساتھ اتفاق
کی کوشش کرے اور نواب کے ساتھ اتفاق کرکے اونکے اہلکارونکی معرفت اون تدابیر کا اجرا
کرے جو گورنمنٹ انگریزی کی صلاح سے قرار پائی ہون - جن مقدمات مین انگریزی فوج کی اعانت
و امداد کی ضرورت ہوگی اومین حسب ضرورت وقت اعانت اور امداد کی جائیگی - رزیڈنٹ کو چاہئے
کہ نواب کی نسبت تمام امور مین غایت ادب کی تعظیم اور اتفاق کے ساتھ پیش آئے اور تمام
امور مین اونکے ساتھ دلی اتفاق اور دوستی رکھے - اونکی حکومت کو قیام اور استحکام دے -
رزیڈنٹ کو چاہئے کہ باقیماندہ علاقے کے کسی کام مین اول بغیر مشورہ کرنے نواب سے یا اونکے

اہلکارون سے ہرگز دست انداز نہو اور رزیڈنٹ کو چاہیئے کہ مشورے مین نہایت رازداری کیا
کرے اور جب تک کوئی امر مشورے مین قرار نپاوے اوسکے افشا ہونے مین جہد بلیغ رکہین
عقائد کے بموجب گورنر جنرل بہادر کو امید ہے کہ نواب رزیڈنٹ کے مشورے اور صلاح سے کام کرینگے
اور چونکہ گورنمنٹ انگریزی اور نواب کے درمیان کوئی وجہ طلب بات باقی نہین ہے اسلئے گورنر
جنرل بہادر کو یقینی امید ہے کہ آیندہ کچھ دقت اجراے امور مین واقع نہوگی۔

نواب اودہ کے معاملات مین محققین کی رائین

افزایش سپاہ کی نسبت تو ہم محققین کی مخالفت اور موافق رائین پہلے لکھ چکے ہین اب اس امر کی نسبت
لکہتے ہین کہ گورنر جنرل نے جو نواب سے یہ دو درخواستین کین کہ یا کل اپنا ملک دیدین یا ایک حصہ ملک کا
دیدین یا وہ عدالت کے موافق ان درخواستون کے مجاز تھے یا نہین۔ اور جو چاہو انہون نے ملک کا
ایک حصہ لے لیا وہ بھی مقتضاے انصاف تھا یا نہین۔ ظاہر ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے
یا ایک گروہ دوسرے گروہ سے یا ایک سرکار دوسری سرکار سے یہ کہے کہ تم ہمکو اپنی فلان چیز ان شرائط
پر دیدو تو یہ درخواست نہ اخلاق کے خلاف ہے نہ انصاف کے ہان اگر جانب ثانی انکار کرے اور پہر اوس سے
وہ چیز لے لی جاوے تو البتہ بعض صورتون مین وہ بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ
برٹش گورنمنٹ کا دونون درخواستون کا کرنا نواب سے نہ اخلاق کے خلاف تھا نہ عدالت کے خلاف تھا
اب جو اوس نے ملک لے لیا اوسکی نسبت بحث کرنی چاہیئے کہ وہ انصاف تھا یا یون ہی ناحق زبردستی
و جبر و قہر تھا۔ اس مین کچھ شبہ نہین کہ نواب کا تخت انگریزی سنگینون کی نوک پر ٹکا ہوا تھا جس وقت
وہ اوس سپاہ کو علحدہ کر لیتی وہ خاک مین ملجاتا۔ انگریزی سہارا نہ لگا ہوا ہوتا تو نواب کا نام و نشان
بھی باقی نرہا ہوتا انگریزون نے مدتون سے بچانے کا کام اپنے ذمے لیا۔ اور ملک اودہ کو بھی
اپنی عملداری کا ایک حصہ بنالیا سپاہ کی حمایت و حفاظت کرنی موقوف زر موعودہ پر تھی جو سال بسال
وقت پر ادا ہوتا رہی اب اوس کے لئے اطمینان کی حالت حاصل کرنا ضرور تھا سرکار کمپنی کی
فوج کوئی بھاڑے کے ساتھ ہتیاری کا نہ تھا کہ جب تک جی چاہے پہرا دے دیکر کہا کہ جلد اوس کا
کے لئے اقرار تو ہمیشہ کے لئے تھا پس اس خرچ کے واسطے ملک کا مستقل ہونا ضرور تھا وہ سوا
ملک کے اور کہین نہ مل سکتا تھا اس لئے ملک کا لینا کوئی ظلم کی بات نتھا اودہ سے جو تعلق سرکار کا تھا اوس مین
دو باتون کا ہونا ضرور تھا۔ ایک یہ کہ عہدنامے کی شرطین ایفا ہون دوسرے ملک مین امن و امان رہے

پس ملک میں امن و امان رکھنے کا فرض ایسا گورنمنٹ انگریزی کے ذمے تھا کہ اگر شرائط ٹوٹ بھی
جاتیں تو کچھ خیال نہ کیا جاتا۔ رعایا پر جو ظلم و ستم برپا ہو رہا تھا وہ آنکھوں کے سامنے تھا جس کا خود
نواب کو اقرار تھا۔ اور اوسی خوف سے وہ تارک سلطنت ہونا چاہتے تھے۔ یہ اتفاق کی بات ہے
کہ اونکے سب بیٹوں کی ولادت متعہ سے ہوئی تھی کہ وراثت کا حق وہی باقی تھا جو باپ اونکو دیدے
یہ اونکے حق میں ظلم تھا کہ اونکو سند نہ دیا جاتا کہ وہ آسایش اور آرام سے نہ رہ سکیں مگر باپ کے کہنے سے
کسی کو سلطنت نہ دیدینا اون خرابیوں سے خالی نہ تھا اگر یہ کہا جاتا تو بیچاری غریب رعایا کی جان جاتی برباد ہونگ
دل والی ہونے سے بدتر حالت ہو جاتی کہ اس وقت بھی امیرون اور تعلقہ دارون کے پو بارے ہوتے مگر
بیچاری رعایا کے گلے پر چھری پھرتی۔ نتیجہ میں بیشک جھگڑے چھوٹ جاتے۔ غرض گورنر جنرل کو خواہ عہدنامے
کے موافق دیکھو خواہ امن ملک داری کے لحاظ سے دیکھو ملک لے لینے کا استحقاق حاصل تھا اسوقت کہ
ملک اودھ سرکار کمپنی کی عملداری کا ایک حصہ تھا اوس کے انتظام کے واسطے جو مناسب ہوتا وہ
گورنر جنرل پر واجب اور فرض تھا اب سرکار کمپنی کا محکوم تھا۔ پس محکوم جو کسی پر ظلم کرے اور حاکم اوسکو
نہ روکے تو وہ بھی ظالم کہا جاتا تھا۔ پس اگر سرکار کمپنی اس ظلم و ستم کا انسداد یون نہ کرتی تو خود ظالم بنتی
کہ ایک ملک کا حصہ خود لیکر اوسکی رعایا کو ظالموں کے پنجے سے نہ چھڑایا اور باقی ملک کے عمدہ انتظام
کے لئے نواب سے اقرار نہ کرایا۔ غرض جو کچھ کیا عین عدالت اور انصاف کا مقتضی تھا۔ اب جو اونکے
مخالف رائے رکھتے ہیں وہ اس پر اعتراضوں کی بوچھار کرتے ہیں کہ نواب کی سپاہ کو اول بالکل برباد کر دینا
سرکار کمپنی کی ریاکاری کا کام تھا جس سے حقیقت میں نواب سعادت علیخان اپنی سلطنت سے محروم
ہو گئے کیونکہ سب چیزیں اونکی سلطنت کی ایسی ہی نظر آتی تھیں جیسی تھیں سلطنت کا زور سپاہ سے ہوتا ہے
جب وہ نہ رہا تو کیا رہا۔ مرنے کو زندے کے لباس میں دکھایا۔ اب بڑی گفتگو اس میں آن پڑتی ہے کہ
بعض محققین اس کو بدیہیات سے مانتے ہیں کہ سرکار کمپنی کی عملداری میں جو ملک آگیا وہ نہال ہو گیا
اور والیان ملک اپنی عادات وحشیانہ و معاملات میں صداقت سے کامیاب ہو گئے ایسے ہی اونکے مخالفین
کہتے ہیں کہ نہایت عمدہ شہادتوں اور نشانیوں اور تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ ملک کے انتظام اور
حفاظت میں جو روپیہ گورنمنٹ انگریزی کا خرچ ہوتا تھا مشکل سے وہ ملک کی آمدنی سے حاصل ہوتا تھا
پس جو حفاظت اور انتظام کم قیمت میں رعایا کو حاصل ہو سکتا تھا اوسکو زیادہ قیمت لیکر اوسکے حقوق
تلف و ستم کرتا اور لوٹتا تھا۔ پس سرکار کمپنی کا اپنے فراست اور حکمت کو یون کام میں لانا چاہئے
تھا کہ سعادت علیخان کے ہاتھ سے عمدہ انتظام کرایا ہوتا۔ ملک اودھ کی بدنظمیوں کے بیان کرنے میں

گورنر جنرل نے منفعت نویسی و مبالغہ خرچ کی ہے۔ مرض کی تو خوب تشریح و تشخیص کی مگر نسخہ جو اوس کے لیے
لکھا ہے وہ ہیضے کے واسطے اسہال مستقل کے واسطے فصد اور جونکوں کے واسطے نشتر ہی تھا۔ پہلی برائی بیان
کی کہ نواب کی سپاہ اوباش عیاش آرام طلب ہے وہ غریب رعایا کو ستاتی جاتی ہے اسکا علاج تو یہ کر دیا گیا کہ اون
سپاہ ہی کو باقی نہین رکھا سب کو ناحق موقوف کرا دیا۔ یہ علاج مرض کے موافق ہوا آنکھ بھولی ناسور کیا۔
دوسری برائی یہ بیان کی کہ تمام ملک مین کہین تک عدالت نہین ہے جسکے رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہو مجرم سزا پاکے
جرمون کا انسداد ہو رعایا اپنے مقدمات کا انفصال و تحقیق کرتے بغیر خرچ ستانی کے دستور ظلم و ستم کی بہر
ہوسکے تھے جو بڑا نذرانہ دیتا اور زیادہ روپیہ پتے کا وعدہ کرتا اوسی کو زمین دیجاتی پہر عاملون کے ظلم کیسا رہتے
اور زمینداروں کی ظلم غریب رعایا پر جو ہوتے تھے اوس کے بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے جو تحریری سواہے نے
بھی آپسمین جو نہین ہوتے تھے اونکا پاس و لحاظ کچھہ نہین ہوتا۔ غرض جو طریقہ زر مالگذاری کے جمع کرنے کا تہا
وہ برا ہی تھا۔ اب ان دونون برائیون کو دور کرنے کے واسطے گورنر جنرل نے ہر ضلع مین کلکٹر اور مجسٹریٹ
اور اپیل کے محکمے اور پولیس وغیرہ مقرر کئے۔ اور سچ یہ ہے کہ جو کچھہ گورنر جنرل نے اودہ کے حق مین کیا وہی عدالت
اور انصاف کے موافق تہا۔ مگر جس طرح سے کیا وہ نامناسب تہا۔ اوسکو لازم تہا جیسا کہ حاکم محکوم کو یا زبردست
زیردست کو حکم بھیجتا ہے کہ یہ کام کرو اوسیطرح اودہ کے معاملے مین نواب سعادت علیخان کو ایک مختصر سا
حکم لکھ بھیجا ہوتا کہ یہ کام یون کرو جسقدر نواب سے شرطین کرائی گئی تھی وہ اونکو زہر ہلاہل معلوم ہوتی اگر پہلے
ہی سے تلخ دوا تشفی کی اونکو پلا دیجاتی تو وہ اونکو ایسی ناگوار نہوتی جیسے جتنی شکر کہلائی اوتنی ہی تلخ دوا پلائی
بڑی جب کہ اب بجائے تحریرات کے بغیر نواب کی مرضی کے ملک لیا گیا۔ ویسا ہی اول لے لیا ہوتا۔

سرفراز الدولہ حسن رضا خان کا انجام کار

سرفراز الدولہ سلطنت اودہ کے قدیمی افسر خزانہ تھے۔ نواب شجاع الدولہ کے عہد سے وہ اس کام پر مامور رہے
نواب آصف الدولہ کے عہد مین بیس برس سے زیادہ عرصے تک انہون نے نیابت کا کام کیا۔ علمی لیاقت
سے محروم تھے۔ مگر عقل کے پتلے تھے اردو مین رسالہ اور فارسی بخوبی کہتے تھے اور جب تک دربار مین نہین آتے
تھے اور کسی کو مجرے کی نوبت نہین پہونچتی تہی گو آخر مین نواب سعادت علی کی طرف سے کبیدہ ہو گیا تہا۔ نواب سعادت
علیخان نے مسند ریاست پر بیٹھتے ہی گورنر جنرل کے ایما سے عہدہ نیابت سے ملا تفضل حسین خان کو ہٹا کر اونکو مقرر کیا
کیونکہ یہ سرکار کمپنی کی تدبیرات کے معتمد تھے اور سلطنت اودہ کو جس سانچے مین ڈھالنے کے تھے
تجویزین ہو رہی تہین اوسکا یہ بھی ایک زبردست آلہ تھے۔ نواب سعادت علیخان جملہ معاملات ملکی و خانگی مین

بذات خود متوجہ تھے کاغذات کے ملاحظہ اور اجراے احکام کے وقت انگریزونکی طرح کرسی پر بیٹھکر کام کرتے تھے مسند سے بہت کم رغبت تھی البتہ خلوت مین مسند پر بیٹھتے تھے ۔ نواب موصوف سرفرازالدولہ سے جس ملکی کاغذ کا سوال کرتے سرفرازالدولہ جواب مین عاجز ہوتے تھے اس نظر سے نواب اکثر اوقات مسٹر جان لمسڈن رزیڈنٹ لکھنؤ سے اونکی عدم واقفیت و ناخواندگی اور بیتراجی کی شکایت کرتے سرفرازالدولہ نواب آصف الدولہ کی مہربانیون کے عادی تھے اور بہت ضخیم آدمی تھے ۔ نواب کے کاغذات کے ملاحظہ کے وقت اور معاملات کی روبکاریون مین کہڑا رہنا اونپر نہایت دشوار رہتا اور کاغذات کی جوابدہی بار بار کے وقت اونپر بیحد گران تھی ۔ اسوجہ سے نواب وزیراون سے خوش نتھے اور مرزا کا انگریزی متوسلون مین شمار رہتا اسلیے بلکلیت موقوف بھی نہین کرسکتے تھے ۔ سرفرازالدولہ بھی نواب کے ساتھ نہایت خوشامد سے پیش آتے تھے اور نواب کی بادہ کشی کے وقت جسکے نواب بہت شوقین تھے شراب اپنے ہاتھ سے مرزا کو حاضر کرنے مین دریغ نہ تھا اور اپنے مصارف کو بھی گھٹا دیا تھا تاکہ نواب کی نظرون مین نہ کھٹکین مگر نواب کو حسن رضا خان کا تنگ کرنا منظور رہتا تھا ظاہرداری دنمکاری کی راہ سے سفر وحضر مین حاضر رہنے اور سواری اور ہاتھی کی اجازت دیتھی نواب نے اپنی سواری کے ہاتھی کا حوضہ نہایت مختصر اور تنگ طیار کرایا تھا سرفرازالدولہ کو ہاتھی مین بیٹھنا شکنجہ عذاب کے صدمے سے کم نہتا ۔ آخرکار دربار کی محنت اور حاضرباشی دربار سے نہایت تنگ تھے جو وقت انکے خواب و آرام کا تھا وہ نواب کے ملاحظہ کاغذات کا وقت قرار پایا ۔ مرزا کے خواب و خورد و بول براز مین خلاف عادت فرق پڑا سیلاسے عارضہ ہوکر سلسلہ ہجری مین دنیا سے گذر گئے ۔ مرزا نواب سعادت علی خان کے عہد مین تین چار لاکھ روپیے کے قرضدار ہو گئے تھے ۔ کیونکہ اوسوقت مین بالائی آمدنی مسدود ہو گئی تھی ۔ مواجب کے سوا اور کوئی مستقل آمدنی کی نتھی ۔ کثرت مصارف اور قلت آمدنی نے قرضدار کردیا تھا ۔ جب نواب کو اخبار کے ذریعے سے مرزا کے مقروض ہونے کا حال معلوم ہوا حکم دیا کہ مستغیث عدالت مین استغاثہ کرین اور ادائے قرض اون سے لین ۔ اودہر تو یہ حکم ہوا اور ادہر اسباب شوکت ظاہری مثلاً نوبت نقارہ اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ جاوین سرکاری تھا سرکار مین طلب کرلیا گیا ۔ باقی اسباب توشکخانہ اور اصطبل وغیرہ جو مرزا کا خاص ذاتی تھا اوسکی نسبت حکم ہوا کہ نیلام ہو کر زر نیلام قرضخواہوں کو دلایا جاوے ۔ اور نیلام کی یہ صورت تھی کہ سو روپیے کا مال تیس چالیس روپیے کی بولی پر چھوٹتا تھا ۔ اور نواب نے اپنے بیٹے مرزا کاظم سلطان کی شادی سرفرازالدولہ کی بیٹی کے ساتھ قرار دی ۔ عمدہ عمدہ اسباب اقربا سے سرفرازالدولہ نے متروکہ سرفرازالدولہ

سے جہات کردو لہن کے جہیز کے واسطے مقرر کیا اور باقی مہاجنان شہر کے قرض میں گیا۔ سرفراز الدولہ کے ایک بیٹا محمد رضا خان نامی تھا عہدہ جرنیلی اس سے نامزد تھا ۔ یہ شخص آوارہ مزاج تھا مرض صرع اور خلل دماغ میں آخر عمر تک مبتلا رہا ۔ نواب نے عہدہ جرنیلی اس لڑکے سے نکال لیا ۔

متفرق واقعات

(۱) نواب سعادت علیخان نے اپنے بڑے بیٹے رفعت الدولہ غازی الدین حیدر کو اپنا ولیعہد کیا اور اس منصب کی جملہ انتظام انکے سپرد کیا اور دوسرے بیٹے نصیر الدولہ کے نام نیابت قرار پائی اور شمس الدولہ تیسرے بیٹے کے نام جرنیلی مقرر ہوئی ۔ مگر کاغذات نگہداشت خود ملاحظہ فرماتے تھے ۔ یا کبھی جرنل صاحب کو یا نواب نصیر الدولہ کو حکم دیتے تھے مرزا حسن رضا خان سرفراز الدولہ کی تنخواہ ان تینوں صاحبزادوں پر تقسیم کردی ۔ غازی الدین حیدر کو مرشد زادے کو خطاب ملا ۔ اور حکم ہوا کہ سب اہلے وادنی تحریر و تقریر میں انکو اس خطاب سے یاد کریں ۔

(۲) مرشد زادے نے عالم فرنگی میں اپنی رغبت سے شیر خان نجومی کی بیٹی کے ساتھ ۱۲۱۵ ہجری میں بنارس کے اندر نواب کی اجازت سے نکاح کر لیا تھا ۔ اور نصیر الدولہ کا بیاہ نواب نے اپنے عہد حکومت میں امام الدین خان نبیرہ قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی بیٹی سے کیا ۔ اور شمس الدولہ کی شادی مرزا جان پسر سالار جنگ کی بیٹی کے ساتھ کی ۔ اور چوتھے بیٹے صادق علیخان کو مدار الدولہ کی بیٹی کے ساتھ منعقد کیا ۔ اور پانچویں بیٹے کاظم علیخان کا بیاہ سرفراز الدولہ کی بھتیجی کے ساتھ کیا تھا ۔

(۳) ۱۲ جنوری ۱۸۱۶ء مطابق ۸ ۔ ذالحجہ سنہ ۱۲۳۱ ہجری کو نواب سعادت علیخان اور انگریزوں میں ایک عہدنامہ اس سبب سے منعقد ہوا کہ جو اکثر تکرار سرحد کے باب میں طغیانی یا فرد ہونے دریا کے باعث سے واقع ہوتی تھی وہ رفع ہو ۔ اس عہدنامہ میں صرف تکرار کا فیصلہ دونوں سرکار کے درمیان میں تھا ۔ اور کچھ مضمون حقوق زمینداری کی بابت تھا ۔

بہو بیگم کا حال

۱۷۹۹ء میں نواب سعادت علی خان اور سکوٹ صاحب رزیڈنٹ میں انگریزی فوج کے اخراجات کے واسطے سرکار کمپنی کو ملک تفویض کر دینے کی گفتگو ہو رہی تھی ۔ تو نواب نے یہ کہا تھا کہ

مین نواب آصف الدولہ کا جانشین ہوں جو اونکو اختیارات حاصل تھے وہ مجھے بھی ہونے چاہیئن
ریزیڈنٹ نے اس معمے کے یہ معنی بیان کئے کہ اونکا ارادہ ہے کہ بہو بیگم کی دولت اور جاگیر پر ہاتھ
ماریں یہ بیگم وارن ہیسٹنگز کی ماری اور جلائی ہوئی ابتک زندہ تھی - اس بیگم کی بدولت ہزاروں
شریف اور آبرو دار آدمی حرمت اور امارت سے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے - فیض آباد مین
رہتی تھی - اس کی جاگیر نہایت سیرحاصل تھی - خزانہ معمور تھا - نواب سعادت علیخان
اس جاگیر اور بیگم کے مال و دولت کی ہمیشہ تاک مین رہے جب کبھی بیگم کی طبیعت کسلمند ہوتی
تو بسرو دستار کے ہرکارے مین فیض آباد کے قریب پہونچتے تھے کہ ایسا ہو کہ بیگم کا چراغ حیات
گل ہو جاوے - خواجہ سرا اور بکارندے خزانے اور توشک خانے وغیرہ پر باقاعدہ حفاظت کرین -
اسوجہ سے بیگم نواب سعادت علی خان سے صاف نہ تھی - اور جب اوس نے نواب کی حرص
کا دامن دراز دیکھا تو خوف کے مارے اس آئندہ کو پیش نظر کر گورنمنٹ انگلشیہ کی پناہ ڈھونڈ
ہی اور گورنمنٹ انگریزی سے درخواست کی کہ وہ اوس کو اپنا وارث قرار دے گی اگر وہ نواب
سعادت علی خان کی اطاعت سے بری کی جاوے - اور اوس کے رشتہ دار اور وابستہ بلامزاحمت
اپنی اپنی جاگیر پر بدستور رہین [illegible] مین بیگم نے ایک وصیت نامہ درست کیا - اور اوس مین
گورنمنٹ انگریزی کو اپنے باقیماندہ علاقے کا وارث کیا یعنی اوس قدر علاقے کا جو بعد دیئے
چند جاگیر اور نقدی کے اور بعد اخراجات مقبرہ وغیرہ کے بچا تھا - نواب سعادت علی خان نے
بنظر فراست عاقبت اندیشی سے کام لیا اس سے قبل کہ اوس وصیت نامہ کا معاملہ شہرت
پذیر ہو - اور جان بیلی صاحب ریزیڈنٹ اوس کے مضمون سے گورنر جنرل کو مطلع کرے
نواب نے ایک فتوے اسماے فرضی کے ساتھ تیار کرایا - جس کا مضمون یہ تھا علماے
دین اور مفتیان شرع متین اس باب مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص زید نام ناحق شناسی
کی وجہ سے وارث شرعی کے موجود ہوتے اپنا ترکہ عمرو کے حوالہ کرتا ہے - اور وارث
شرعی کو مطلق محروم رکھنا چاہتا ہے - یہ بموجب شرع شریف کے موافق درست ہے یا نہین
علماے لکھنؤ اور دوسرے بلاد نے فتوے دیا کہ وارث شرعی کا ترکہ زید سے محروم رہنا شرع
کے خلاف ہے - جب یہ فتوے تیار ہو چکا تو کلکتہ بھیجا وہاں کے پادریوں سے کہ اصل مطلب
کا علم نہ تھا علماے لکھنؤ کے فتوے کے موافق دستخط کر دیئے - جب وہ کاغذ مکمل ہو چکا تو
جان بیلی صاحب کو بیحد ملال ہوا - اور تمام خوشی جاتی رہی - اور کونسل کلکتہ کے ممبر بھی

نواب سعادت علیخان کی دانشمندی سے جو نظر انتظام بالحفظ ظہور میں آئی تھی متعجب ہو کر دریائے
حیرت میں ڈوب گئے۔ گورنر جنرل کی مرضی تھی کہ بہو بیگم کی درخواست کی منظوری ہو۔ مگر بیدا پر اسکی
ختم ہو گئی۔ اور مصلحتاً اس بات کو منظور نہیں کیا کہ سرکار کمپنی بہو بیگم کی دولت و جاگیر کی وارث ہو۔ آخر کو
وصیت نامہ مذکور منسوخ ہوا۔

شہزادہ جہانگیر کی لکھنؤ میں آمد

شاہزادہ جہانگیر اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی بن شاہ عالم ثانی کے بڑے بیٹے تھے ۱۸۱۲ء میں انہوں نے
پرسٹن صاحب رزیڈنٹ دہلی کے طپنچہ مار دیا اس سبب انگریزوں نے ان کو دہلی چھوڑنے پر مجبور کیا۔
۲ صفر ۱۲۲۷ ہجری کو بڑے ساز و سامان کے ساتھ لکھنؤ کے ارادے سے دہلی سے روانہ ہو
اور بعد قطع منازل رونق افزائے لکھنؤ ہوتے۔ نواب سعادت علیخان نے کوئی دقیقہ اونکی عظمت و پاسداری
میں فروگذاشت نہیں کیا۔ استقبال کر کے خواصی میں بیٹھ کر شہزادے کو دھوم دھام سے شہر لکھنؤ میں
ساتھ لائے اور خلعت شاہزادے نے دیا تھا پہنا۔ اور کمال دلجوئی کے ساتھ پیش آتے
تاہم بعض عیوب شاہزادے میں موجود تھیں اور طبیعت مطلق العنان تھی فرط نشہ شراب میں گھوڑے
پر سوار ہو کر لکھنؤ کے تنگ کوچوں میں پھرتے تھے۔ بازاری لوگ اور چلنے والے پامال سم توسن برق
رفتار ہوتے تھے اور شہر کی طوائفیں باوجود مسلوک ہونے شہزادے پر مستغیث ہوتی تھیں آخر کار شہزادی
کو جا بجا داخل محل کیا اور جس طوائف کو چاہا اپنے لشکر کے ساتھ ہم آغوش کر دیا اور ان اوضاع
نامطبوع کے ساتھ طرہ یہ تھا کہ درگاہ حضرت عباس میں اپنے جانے کے لئے علامت تبرا کی درخواست
رکھتے تھے۔ یہ صورتیں مخل قیام لکھنؤ ہوئیں صاحب رزیڈنٹ اور کونسل کلکتہ کو ہرگز پسند نہ آئیں
آخر کار شہر لکھنؤ سے کانپور کو اور کانپور سے الہ آباد کی طرف روانہ کئے گئے۔

بعض امرائے لکھنؤ کی پنشنوں اور جاگیروں کا تقرر محالات خالصہ کی آمدنی۔ اور بعض علاقوں کا بیان

علامہ تفضل حسین خان کشمیری کے پاس ساٹھ ہزار روپے سال کی جاگیر تھی نواب سعادت علیخان
نے اسکی سند ۱۲۱۸ھ میں بحال اور بعد انتقال انکے تعلقہ کی اور ایک ہزار روپیہ ہوا خاندان مختار الدولہ

نام چکلہ	تعداد محال	جمع سالانہ
علاقہ سندر کھیت واقع شاہجہان آباد		١٢٠٠٠ روپیہ
علاقہ کسنہارس زرخرید نواب سعادت علیخان		١٣٠٠٠ رر
میزان کل		١٤٧٠٤٩٠٠ روپیہ

سائر اور کوتوالی اور گنجیات اور جوہری بازار اور نخاس اور دارالضرب کی آمدنی جو تخمیناً تین لاکھ پچاس
ہزار سالانہ سے کم ہو گی جمع مال کے علاوہ تھی شاہجہانی اخبار میں جو اس عہد سے پیشتر بیس تیس ہزار روپیہ
سال سے زیادہ نہیں آتا تھا اب اوسکی نوبت دو لاکھ روپیہ کی جمع کو پہونچی۔ اور اسیطرح جابجا گنجیات میں
جمع نے ترقی پائی۔
ایک بات بڑے غور سے سننا چاہئے کہ جسوقت نواب نے گورنمنٹ انگریزی کو ملک دیا اور سرکار انگریزی
نے کاغذ طلب کیا تو الماس علیخان اور مہدی علیخان اور کاظم علیخان وغیرہ عاملوں نے آپس میں قرار
دیا کہ اگر اپنے ایام شاہجہانی کی جمع مشخصہ دوام واقعی حضور میں گذرانتے ہیں تو نواب صاحب نہایت کاغذی
جزرس ہیں ایسا نہ ہو کہ تھا سے تو پھر ملک کی بات سمجھتے ہیں اور نہ تو پھر انگلیں اس نظر سے جو کاغذ
انگریزوں کی جانب دیا گیا اوسکی توقیر پوشیدہ تھی تشخیص سے بعد اون محالات میں جمع کی زیادتی
اور افزونی ظہور میں آئی اور نواب کی سرکار میں اس کے برعکس کمی کی صورت سال بسال واقع ہوتی اور یہ
امر نواب کی طبیعت کے اوپر شاق گذرا حکم دیا کہ ان لوگوں کو ملک شاہجہانی میں نہ ملے جدید عامل مقرر ہوں۔
مرزا مہدی علیخان نے باقی کے مطالبے میں قید ہو کر زندان حیات سے بواسطہ اجل رہائی پائی
اور مرزا مہدی علیخان کا بھائی حسین علیخان بریلی کی چکلہ داری سے معزول ہو کر لکھنؤ میں آیا نواب نے
یہ تصور کیا کہ یہ شخص ہوشیار اور تجربہ کار ہے اسکو کسی علاقے کی شاہجہانی دیکر یا کسی طرح قید
میں لیکر روپیہ کھینچنا چاہئے۔ مگر وہ نواب کے مافی الضمیر پر آگاہ ہو چکا تھا فتنہ سند ہوا مرزا جعفر کی
بیٹی اسکے فرزند کے ساتھ منسوب تھی اور وہ جان بیلی کا متوسل تھا حسین علیخان نے اوسکی صحبت
میں خانہ نشینی کے دن بسر کئے اور دارو گیر کے صدمے سے محفوظ رہا فضل علیخان اور مرزا آقا
وغیرہ اقربا سے مرزا مہدی علیخان نے علاقہ داری قبول کی اور جو نو نسبت طبع ہوئے کاظم علیخان
پسر زین العابدین خان چکلہ دار اعظم گڈھ نے نواب کی کم التفاتی کی باطلاع پائی تو لکھنؤ نہ آیا
اور حیدر آباد دکن کو چلا گیا۔

الماس علی خان جسکی دولتمندی تمام اہل لکھنؤ سے بڑھی ہوئی تھی اوس نے بیاہ موقوف کر کے
عیش و عشرت مین کروفر کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی - اس دولتمند کی عالی ہمتی شہرۂ زمانہ تھی یہ شخص
نواب آصف الدولہ کی مان کے ساتھ جہیز مین آیا تھا - اور بہو بیگم کے ساتھ کے تمام خواجہ سراؤن مین
ممتاز تھا الماس علیخان جس وقت مرض الموت مین مبتلا ہوا کرورون روپیہ اسکے خزانہ مین تھا - کلکتہ
اور حیدرآباد - اور بمبئی اور راجپوتانہ وغیرہ مین اوسکی کوٹھیان جاری تھین - اور لاکھون روپیہ اوسکا
اہل لکھنؤ پر قرض تھا جسکی دستاویزین اوسکے پاس موجود تھین جب اس شخص کو یقین کامل ہوگیا کہ
بیجا اہل کے ہاتھون سے اسبار ذاتی تنگی ہو تو اکثر لوگون پر جن قرضدارون کے کاغذ سے بھرا اور چند حوض
منگواکر اون دستاویزون کے کاغذ حوض مین ڈالدئے اور سیاہی رقمیت چکا دی وغیرہ اپنے غلام کو بلاکر کہا
کہ اکثر ارباب شہر شرفا اور غریب لوگون کے قرضدار ہین اور نواب کے مزاج کی کیفیت معلوم ہے اگر
دستاویزین اونکو دستیاب ہونگی تو وہ بیچارے عذاب سخت مین مبتلا ہونگے - اس لئے مین نے سبکو
معاف کردیا اب مناسب ہے کہ اب مین سے کوئی شخص اپنے آپ کو میرا قرضدار ظاہر نکرے - اور یہ باقی لوازمہ
ظاہری موجود ہے وہ بہرکیف نواب کے اختیار مین ہے اور وصیت لوگونکی نواب سعادت علیخان کو الماس علیخان
کی یہ بات نہایت ناگوار گذری جس وقت الماس علیخان نے قضا کی اوسکا چیلہ حمید بخش اور چند تو سل
مدت تک گرفتار رہے - آخرکار حمید بخش وغیرہ نے مرزا جعفر سے ملکر رزیڈنٹ کی بدولت لکھنؤ سے
رہائی پائی - جہان آباد اور کڑے مین جو انگریزی علاقہ مین تھا جاکر سکونت پذیر ہوئے - اس کاروائی
مین پچاس ہزار روپیہ صرف ہوا - درمیان والون نے مال مارا تاہم ان لوگون کے پاس املاک کے سوا
لاکھون روپیہ موجود تھا - اور الماس علیخان کی املاک اور جاگیر اور باغات اور عمارات اور امام باڑہ
اور مسجد اور خانقاہ وغیرہ اور جملہ کارخانجات امارت ظاہری نواب کی سرکار مین ضبط ہوئے -

نواب کی سپاہ

نواب آصف الدولہ کے آخر عہد تک باوجود بدنظمی اور کمی کے اسّی پلٹنین پیادون کی اور بیس ہزار
سے زیادہ سوار ملازم تھے - اب نواب سعادت علیخان نے لارڈ ولزلی سے معاہدہ ہوجانے کے بعد
حکم دیا کہ کل چالیس پلٹنین اور تین ہزار سوار ملازم رہین - اور باقی موقوف ہون اسپر بھی پلٹنون مین چند
دنون اپنی جزرسی کو کام فرمایا کہ سوارونکی فی روپیہ دو آنے - اور پیادون کی فی روپیہ ایک آنہ
تنخواہ کم کرکے کفایت کی صورت نکالی اور بعدہ ثابت ہوا - ۴۳ ہزار پیادہ و سوار نواب سعادت علیخان

کے ملازم رہے مگر انگریزوں کی چھ پلٹنیں بیرونی دشمنوں کی محافظت کے لئے مامور ہوئیں - اونکی چھاونی
تین جگہہ قرار پائی - ایک چھاونی منڈیاون میں جو لکھنؤ سے دو کوس کے فاصلے پر شمال ومشرق
کی سمت واقع ہے ایک کرنیل اور کپتان یہان مقیم تہا اور وسیع میدان سردارون کے تنبوون
اور سپاہیون کی بارگون کے لئے اور قواعد سپاہ کے واسطے جداگانہ بنایا گیا ہوکر کمان افسر کے
تفویض ہوا - اور دوسری چھاونی چھپیاپور ضلع مچھری میں معین ہوئی - اور تیسری چھاونی سلطانپور
مقرر ہوئی اور ایک ایک قسمت پچاس سانڈنی سوار بہ پہرا ہوانکا تینون مقامون میں بطور وکیل کے
ریاست کی طرف سے مامور ہوا - کہ اہل چھاونی کو ضرورت کے وقت گاڑیان اور مزدور اور کہار وغیرہ
پہنچاتا رہے - اور رسد رسانی کرے اور ریاست کے عاملون اور انگریزی افسرون میں واسطہ رہے
نواب کی جمعیت سپاہ کی تنخواہ ساڑھے لاکھ روپیہ سالانہ تخمینًا قرار پائی - اور چار چار مہینے کے بعد تنخواہ
اونکی خزانے سے ملتی تھی - اور پلٹنون میں شرح یہ تھی سپاہی کے چار روپے جمعدار کے پانچ روپے
نائب تمندار کے دس روپے تمندار کے پندرہ روپے اور کپتان کے اسی روپے ماہوار مقرر
اور سررشتہ دار پندرہ روپے کا اور وکیل دس روپے کا مقرر تہا اور سوار فوج سپاہی کی تنخواہ
علی العموم بیس روپیہ ماہوار تھی - اور اونکے افسرون کی تنخواہ رتبے کے موافق ہوتی تھی جملہ سرداران فوج
عبدالرحمن خان قندہاری ممتاز تہا -

قندہاریوں کے حالات

یوسف خان قندہاری افغانستان سے حافظ رحمت خان والی بریلی کے پاس آیا تہا -
حافظ صاحب نے اُسے عہدہ رسالداری پر پہنچا دیا تہا - اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اوسوقت
کا رسالدار بھی سو آدمیون کا افسر ہوتا تہا جیسا کہ آجکل ہوتا ہے - اوسوقت کا رسالہ ہزار
پندرہ سو بلکہ دو ہزار سوارون کا مجموعہ ہوتا تہا - اور رسالدار کو اپنے رسالے کے آدمیونکی موقوفی
اور بحالی کے پورے پورے اختیارات حاصل ہوتے تھے وہ آجکل کے جنرل سے بہت زیادہ
اختیارات رکھتا تہا - نقارہ و نشان اوسکے ہمراہ ہوتا تہا - اور بڑی جاگیر اور ہزارون روپیہ کی
تنخواہ رکھتا تہا - عبدالرحمن خان اور محمد سعد اللہ خان اوس کے بیٹے تھے حافظ صاحب نے
ان دونون کے لئے علیحدہ علیحدہ رسالے مقرر کر دیے تھے - جب نواب ضابطہ خان ابن نواب
نجیب الدولہ کو مرہٹون کے ہاتھ سے ۱۱۸۵ ہجری میں شکست ہوئی اور مرہٹے روہیلکھنڈ میں پہنچے

غرض اس زمانے میں یوسف خان قندھاری بھی بیت سے حافظ رحمت خان کی نوکری چھوڑ کر
شجاع الدولہ کے پاس چلا آیا۔ شیدی بشیر کی سپاہ میں شجاع الدولہ نے اسکو رسالدار کر دیا
اور اس خیال سے کہ یہ شخص حافظ صاحب کے متوسلوں میں سے ہے نواب شجاع الدولہ اسکی
بہت عزت کرتے تھے۔ یوسف خان کے بعد عبدالرحمن خان باپ کا قائم مقام ہوا۔ شجاع الدولہ
اسکی بھی بہت خاطر کرتے تھے۔ اور آصف الدولہ بھی نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے
کہ پہلے صرف پانسو سواروں کا رسالہ عبدالرحمن خان کے متعلق ہوا تھا جب فوج انگریزی کے
ساتھ کمک کے لئے متعین ہو کر دکن گیا اور مرہٹوں کی لڑائی میں کار نمایاں کئے تو رسالے نے
ترقی پائی سولہ سترہ سو سواروں کا رسالدار بنا گو نواب سعادت علیخان نے اُسکے سواروں کو
کم کر دیا لیکن عزت و توقیر میں کمی نہ کی۔ اور وزیر علیخان کی معزولی کے محضر پر اسکی مہر کرنے سے
نواب سعادت علیخان کے دل میں ملال آ گیا تھا مگر کبھی خیال ظہور رہا۔ آخر اسّی برس کی عمر میں [illegible]
اجل نے اسکا کام تمام کیا۔ اوس کے رسالے میں عمدہ اور عالی خاندان آدمی نوکر تھے عبدالرحمن
خان اپنی پاس سے اکثر جمعداروں اور دوسرے افسروں کو پانسو چار سو تین سو دو سو روپیہ
ماہوار دیتا تھا۔ عالی ہمتی میں بے نظیر تھا اوس کے چار پانچ بیٹے تھے۔ سب میں بڑا حبیب اللہ خان تھا
یہ شخص باپ کیطرح شجاع اور سخی تھا۔ جب بھائیوں میں نزاع کی صورت پیدا ہوئی۔ اور
حبیب اللہ خان نے نواب سعادت علیخان کی چشم عنایت پھری ہوئی دیکھی تو لکھنؤ سے چلا گیا
اور مرہٹوں کی نوکری کر لی۔ اور انکے ساتھ لڑ کر بڑے عمدہ عمدہ کام کئے۔ حبیب اللہ خان کے
جانے کے بعد رسالہ عبدالرحمن خان کے دوسرے بیٹے عبدالہادی خان کے نام مقرر ہوا۔ حبیب اللہ خان
کا بیٹا خلیل اللہ خان پھر لکھنؤ میں آیا اور نوکری کر لی اور نصیر محمد خان اور حبیب الرحمن خان کے ساتھ
تھا۔ عبدالرحمن خان قندھاری کا نواسہ مصطفے خان نصیر الدین حیدر نبیرہ نواب سعادتعلیخان
کے عہد تک صاحب رتبہ تھا اور فریدوں بخت عرف شاہان کے ہنگامے میں مارا گیا۔

نواب سعادت علیخان کو گھوڑوں کا شوق

نواب کو گھوڑوں کا بڑا شوق تھا۔ ایرانی۔ ترکستانی۔ عربی۔ ہندی۔ انگریزی ہر قسم کے نہایت
عمدہ گھوڑے اپنے اصطبل میں جمع کئے تھے اور خانہ زاد بچھیرے یہاں بہم پہنچائے تھے اور لاکھوں
روپیہ تیاری میں صرف کیا جہاں نواب کے گھوڑے نہایت آرام سے بسر کرتے تھے۔ اور

سربست شہر لکھنؤ کی آبادی طوائفون کے باعث سے زیادہ ہو اسلیے حکم دیا کہ کوئی طوائف لکھنؤ سے
نہ نکلنے پاے - اس وقت لکھنؤ مین باون گنج اور بہت سے بازار شہر کو بہے - نواب سعادت علیخان
کے عہد سے پیشتر مشاجری جمع گنجہات کی دو لاکھ سے زیادہ نہ تہی اسوقت مین چار پانچ لاکھ
روپیے کی نوبت پہونچی پہلے گنجہات کا سررشتہ میر بہادر علی کوتوال شہر سے متعلق تہا - بعد اوس کے
گنج بہاری لال پسر بینی بہادر کے تفویض ہوا - اس شخص نے خوب نام پیدا کیا - علاقہ پرمٹ و سائر
وگنجہات مین لاکھون روپیے پیدا کیے گنج بہاری لال کی کوشش سے سائر اور چہاپہ اور پارچہ
کی جمع بھی ایک لاکھ روپیے سے دو لاکھ چالیس ہزار تک پہونچگئی - اور بڑی احتیاط کے ساتھ
ہر ایک امر کی نگرانی رکھی جاتی تھی -

نرخ غلہ کا انتظام جو نواب سعادت علیخان نے کیا وہ نہایت تعریف کے قابل ہے - رعیت کی پرورش
کی نظر سے غلے کی کمی بیشی پر بھی ہمیشہ نظر رکہتے تھے ۱۲۲۰ فصلی مین کمی بارش کی وجہ سے غلے کا
نرخ گران ہونے لگا - گنجون کے مہاجرون کو بلاکر پہلی مرتبہ تاکید فرمائی کہ اس ملک کا غلہ دوسرے
ملک مین نہ جانے پاے - جب اس حکم پر بھی ارزانی کی صورت ظہور مین نہ آئی - تو یہ حکم
جاری کیا کہ سوداگر جسقدر غلہ زمین کے اندر مدفون رکہتے ہون آج بجنسہ الیبن اون سے
کچھ مواخذہ نہین - مگر کل اگر قلمرو سرکار کی زمین مین غلہ دفن رہا تو زمین کا دونا محصول جسکی
مالک سرکار ہے سرکار کو دینا پڑیگا - چونکہ یہ صورت غیر ممکن تھی تمام بقال اور تاجر جمع ہوے اور جسقدر
غلہ اونکے پاس زمین مین دفن تہا اوس کا حساب حاضر کیا - اوس کے دیکہنے سے معلوم ہوا کہ اس
قلمرو مین ابھی اتنا غلہ موجود ہے کہ خدانخواستہ اگر تین برس برابر بارش نہو تو بھی کفایت کر سکتا ہے -
نواب نے حکم دیا کہ تین برس تک غلہ معمولی نرخ پر یعنی گیہون روپیے کے تیس سیر فروخت ہون -
اور لکھنؤ کا سیر ۹۶ روپیے بھر کا ہوتا تھا - نواب صاحب کے عہد مین لکھنؤ کی آبادی نے بڑی
ترقی پائی - شہر کی آبادی تکیہ پدولی سے بی بی پور تک جن کے درمیان پانچ کوس سے فاصلہ
کم نہ تہا - اور عرض مین چار باغ سے علی گنج اور بانس منڈی یعنی دریاے گومتی کے اوس پار تک
کہ اون مین تین کوس کی وسعت تھی پہنچ گئی تھی - اس طول و عرض کے اندر سیکڑون محلے اور کٹرے
آباد ہوگئے - نواب سعادت علیخان کے عہد حکومت سے قبل یہان زیادہ تر جنگل اور نالے تہے دور
تک زمین ہموار کا نشان نہ تہا - شہر مین اسباب امارت اس کثرت سے آگیا اور اس خوبی کے ساتھ
دوکانین آراستہ ہوتین کہ جن چیزون کا آنکھ سے دیکھنا مشکل تہا وہ ارزان قیمت پر ہاتھ آنے لگین -

سررشتہ اخبار کی عجیب و غریب کیفیت

نواب کو پرچہ اخبار سے بہت شوق تھا سرکاری تیک بندی کی اطلاع دینے کے لئے ضلعوں میں ہرکارے
مقرر کئے گئے تھے اور شہر میں بھی ہر ایک امیر و سردار اور اہل خدمات و محل کی ڈیوڑھیوں پر ہرکارے خبر
لکھنے کے لئے مقرر تھے - اور کوئی سررشتہ سرکاری ایسا نہ تھا جس میں ہرکارہ نہ ہو ہرکاروں کا خاص
کام یہ تھا کہ موجودات ریاست کے متعلق اور خاص خبریں بالتحقیق بہم پہنچا کر داروغہ اخبار کے
افسر اعلیٰ کے پاس پہونچائیں جو اون کو نواب تک پہنچا دیتا تھا - بلکہ نہایت اہم اور ضروری
خبریں بلا واسطہ نواب تک پہنچائی جاتی تھیں محکمہ اخبار کے ہرکارے تمام ضروری مقامات پر متعین
رہتے تھے اور ہرکاروں کے فرائض میں یہ بات داخل تھی کہ روزانہ اخبار کی اطلاع نواب تک پہنچاتے
رہیں - مضافات کے ہرکاروں کے پرچے بذریعہ ڈاک آیا کرتے تھے یہ سررشتہ متاجری میں دیا جاتا تھا
جس کی آمدنی دو لاکھ روپیہ سالانہ تک پہنچ گئی تھی - متاجر کو داروغہ اخبار کہتے تھے - لوگوں کو اس
بات کے سننے سے بڑا تعجب ہوگا کہ سررشتہ اخبار کے متعلق کوئی جاگیر نہ تھی جس کی آمدنی سے نوکروں
کو تنخواہ دی جاتی اور سرکاری ٹھیکے کا روپیہ بھی ادا کیا جاتا اور متاجر بھی مزے اڑاتا - اس میں بڑا نفع
پردے میں منہ چھپائے ہوئے تھا جس کو میں آشکارا کرتا ہوں کہ جن امیروں اور سرداروں اور حاکموں
کے ہاں اخبارنویس متعین رہتے تھے وہ اپنی عزت و آبرو اور نقصان کے خوف سے ہزاروں روپے
اخبارنویس کی تواضع کیا کرتے تھے اور بالا بالا متاجر اخبار کو بھی دیتے تھے - متاجر اخبار اور یہی اخبارنویس
نواب تک صرف پہنچتا جب کہ زیادہ نذرانہ دینے کا وعدہ کرتا تھا اور وہی حاکم اور مال اور بیٹیوں کی عزت
محفوظ رہتی اور رعام بلا کا ٹھکانہ ہوتا جو حملہ اخبار کو خوب دیتا رہتا تھا - مثلاً اخبارنویس یا داروغہ
اخبار نے کسی کو یہ دھمکی دی کہ میں نواب تک یہ خبر پہنچا دوں گا کہ انکی بہو بیٹی یا یہ خود بدچلن [illegible] - یا
انکے ہاں بدمعاشوں کا مجمع ہوتا ہے - یا نواب کے حق میں یہ مخالفانہ الفاظ کہتے ہیں - یا [illegible]
رشوت خوار ہے - یا یہ جبر و ظلم کرتا ہے - خواہ یہ الزام غلط ہی ہو مگر وہ انکی بیخ کنی کر کے اپنا پیچھا چھوڑتا
تھا - جو چاہتا تھا وصول کیا کرتا تھا - ہر آدمی خیال کر سکتا ہے کہ [illegible]
[illegible] وسیلہ ان کو [illegible] نواب نے خبر نویس ہرکارہ [illegible]
اخبارنویس [illegible] خبر دیتے رہتے - مگر ان [illegible] سب [illegible] تھے - خفیہ نویسوں [illegible]
بھی [illegible] کے درستی کی بات نہ تھی - میرے ماموں حکیم محمد اعظم خان صاحب موقوف [illegible]

اونکی کمرون مین اشرفیون کا ہونا مشہور رہتا اسلئے یہ زمیندار بطریق اولی اونکو لوٹ لیتے تھے - اور
عمال مستاجری پیشہ حقیقۃً نادہندہ لیکن مالا مال ہوتے تھے اسواسطے کم کم تدارک اون کا ظہور مین آتا تھا -
اور اخبار نویس بھی اس عہد مین مستاجر ہوتے تھے اونکو بھی سوا اسکے زر کے دوسرا کام نتھا اس وجہ سے نواب
سعادت علی خان اسکے تدارک واقعی سے مجبور تھے - ورنہ نواب کی طبیعت کی رغبت بروبہی کی طرف
بہت تھی - نواب کے حقیقی بھائی شجاعت علی خان نے ایک زمیندار سے قطع زمین لیکر اوسکی عورتون کو
ظلم کے ساتھ نکالدیا تھا اور منظور رکھا کہ وہان عمارات بنوائین - نواب کو یہ امر ناگوار گزرا اور اون کو شہر
سے نکالدیا -

عدالتہاے دیوانی و مرافعہ

عدالت دیوانی و مرافعہ کا حال سننے کہ ابتدا مین
یہ محکمہ مولوی سدن اور اون کے بعد مولوی ظہور اللہ خان کے متعلق رہا اور محکمہ مرافعہ مین بیٹھتے تھے ایک مرتبہ
نواب بذات خاص اجلاس فرماتے تھے اور ہر بات کو فیصلہ کرتے تھے - اس عدالت کا اجلاس حسن
باغ مین قرار پایا تھا اور باہر ایک صندوق رکھا جاتا تھا جس مین مستغیث اپنی عرضیان ڈالتے تھے - اور
نواب اونکو کھلوا کر دیکھتے تھے - ابتدا سے مسند نشینی سے انتقال تک نواب کا کوئی دن ملاحظہ کاغذات
سے خالی نہین گیا اور جس کمرے مین کاغذات ملاحظہ کرتے تھے اوس کے دروازے کے باہر برآمدے
کے قریب ایک طرف نواب کے بیٹے نصیر الدولہ اور راجہ دیاکرشن مع ضروری عملے کے اور عدالتون کے
وکیل حاضر رہتے تھے اور دوسری طرف نواب کے بیٹے شمس الدولہ اور رتن چند اور اہل انشا اور
بعض افسران فوج حاضر رہتے تھے اور ایک طرف طوائفون اور رقاصون کی چوکی جمع رہتی تھی ان بیگمون
اور صاحب کے درمیان ایک دروازہ شیشے کے کواڑون کا حائل تھا جس وقت نواب کا دل ملاحظہ کاغذات
سے اوکتا جاتا تھا تو کرسی سے اوٹھ کر شیشون مین سے نظارہ بازی کرتے اور رقص و نغمہ کا تماشا دیکھتے
تھے حاصل یہ کہ نواب سعادت علی خان نے قاعدہ و قانون جاری کیا آخر عمر تک بخوبی انجام کو پہنچایا

عمارات جدید

نواب آصف الدولہ کی عمارتین ایسے موقع پر تعمیر ہوئی تھین کہ برسات کا پانی جمع ہو کر اونکی آمد و رفت
اوس وقت مشکل ہو جاتی تھی خاص چوک اور رنگی محل مین کہ ناف شہر ہے ایسی تنگ گلیان تھین اور خراب
ہوتی تھین کہ گرمی اور جاڑے کے دنون مین بھی اودھر سے گذر دشوار ہوتا تھا اور ان گلیون مین
نہایت عفونت رہتی تھی - اور شہر کی آب و ہوا غلاظت کی وجہ سے سخت خراب ہو رہی تھی - اسلئے

نواب سعادت علیخان کو عمارات پسند تھیں - اور دوسری بات ان عمارات کی طرف سے تکدر پیدا ہونے کی یہ تھی کہ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے وقت انگریزی تلنگوں کے دو پہرے دولت خانہ قدیم آصفی میں … رہتے تھے اور اتک اپنے مقاموں پر قایم تھے - علاوہ ان باتوں کے نواب کو نئی عمارتیں جدید لکھنؤ میں بنوانے کا شوق بھی تھا - اس وجہ سے شہر اور بی پور کے درمیان میں جہاں کی زمین کچھ بلند اور کچھ ہموار تھی عمارات بنوانا چاہیں - نواب آصف الدولہ کے عہد میں جنرل مارٹین ایک انگریزی تاجر نے کہ نہایت متمول تھا دو کوٹھیاں بنوائی تھیں - ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تھی اوس کو پچیس ہزار روپے کو نواب سعادت علیخان نے مول لے لیا اور اپنی عمارات جدید میں ملا لیا - نواب نے پانچ چھ کوٹھیاں نئی نہایت اعلی نقشے پر تعمیر کرائیں آلات شیشہ سادہ و منقش اور آئینہ قدآدم سے او سجے اور انگریزی باجے - اور گھڑیاں اور ظروف چینی کے ہتیار اور لاکھوں روپیہ کا سامان مول لیکر ان کو سجایا اور باغوں میں قسم قسم کے میوہ کے درخت لگوائے ان کوٹھیوں میں سے ایک کا نام فرح بخش رکھا تھا - اس میں نواب ہمیشہ جلوس کرتے اور اس کوٹھی میں ایک نہر کاٹ کر تہ خانوں کے اندر لائی گئی تھی - اور نہر کے اندر صحن میں کوٹھیاں منقش اور رنگین اسطرح بچھائی تھیں کہ وہ اگلی بلندی سے پانی ان پر پڑتا تھا اور مخمل اور طلسمی پردے کار چوبی کام کے نہایت تکلف اوس مکان میں لگے تھے - اور کرسیاں سادہ اور مرصع جابجا بچھائی تھیں اور طرح طرح کے فروش اعلی جنہر قدرت کے ہزار رنگ تلد سے طلائی ظروف میں آویزاں تھے اور چھوٹے بڑے آئینے … میں اور دو … اور محلوں میں اور ہزاروں اکثر مقاموں پر نصب تھے - اور سر راہ بارہ دری بنوائی تھی - اور دو رویہ دوکانیں کلکتہ کی وضع پر تعمیر کرائی تھیں فیل خانہ اور اصطبل اور شاگرد پیشہ اور سپاہ کی چھاونی کے مکانات پختہ تعمیر کرائے - اور چوڑی سڑکیں بنوائیں - اسیطرح کوٹھی دلکشا اور کوٹھی خورشید منزل اور ماہ منزل اور کوٹھی موسے باغ تیار ہوئی - شہر کی کثافت دفع ہوگئی اور ہر ایک امیر کو حکم ہوا کہ عمارت عالی تعمیر کرائے اور دو سو سقے اور دو تین سو گھوڑے والے صبح و شام سڑکوں پر چھڑکاو کے واسطے مقرر کیے - اور کبھی سو لالٹینیں سونے چاندی کی نفیس نفیس بنوائیں جو رات کے وقت نواب کی سواری کے ساتھ رہتی تھیں اور دیکھنے میں موم کی شمعیں روشن ہوتی تھیں - مفرح التواریخ میں لکھا ہے کہ روضہ حضرت عباس کی عمارت ایک خام تھی - کچی عمارت تھی - اور کچی دیواریں تھیں ۱۲۱۳ ہجری میں نواب نے عالیشان عمارت تعمیر کرائی - اور طلائی گنبد رکھایا - بارہ دروازے اوس میں رکھے - مرزا قتیل نے یہ تاریخ اوس عمارت کی کہی ہے

این گنبد جدید بنائے سعادت است

(۲) علامہ تفضل حسین خان جو کلکتہ میں نواب کی طرف سے سفیر تھے کسی کام کے واسطے لکھنؤ کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر کلکتہ سے مرض الموت بھی ساتھ ہوا۔ کلکتہ اور مرشد آباد کے درمیان میں ۱۵ شوال ۱۲۱۵ ہجری کو قابض ارواح کے ہاتھ سے جان دی۔ شاہ محمد اجمل الہ آبادی نے اونکی تاریخ وفات میں کہا ہے ؎

گر بپرسند سال تاریخش ۔ با سر حیف و غم بگو افسوس

نواب سعادت علی خان کو اونکی جاگیر کی قرقی منظور تھی اور جان بیلی صاحب اور کلکتہ کے اکثر انگریزان کو خان مرحوم کی اولاد کی حمایت منظور تھی اسلئے نواب کی وہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

(۳) خانہ زاد خان اور حیدر بخش خان الماس علی خان کے چیلے تھے نواب نے انکے مال و اسباب کی ضبطی کی بڑی کوشش کی۔ مگر مرزا جعفر کی حمایت کی وجہ سے [illegible] پوری نہ ہوئی اور وہ دونوں لکھنؤ سے تمام مال و اسباب لیکر نکل گئے۔

(۴) محمد رضا خان ابن سرفراز الدولہ کے انتقال کے بعد اس گھرانے میں دو بھائی باقی تھے ایک غلام رضا خان۔ دوسرا موسیٰ رضا خان۔ جان بیلی صاحب نے سرفراز الدولہ کے متعلقین کی تنخواہ کے لئے اور مرزا جعفر کی تنخواہ کے واسطے بہت کوشش کی۔ مگر نواب سعادت علیخان نے قبول نہ کیا۔ آخر کار سرکار کمپنی کے پاس سے ایک ہزار روپے ماہوار سرفراز الدولہ کے ورثا کے لئے اور پانچ سو روپے ماہوار مرزا جعفر کے لئے مقرر کرائے۔

(۵) حسین علی خان بریلی کا چکلہ دار مرزا جعفر کا سمدھی تھا جسکو بریلی سے معزول کرا دیا نواب سعادت علی خان چاہتے تھے کہ اوس کو عذاب محاسبہ میں مبتلا کریں۔ مگر مرزا جعفر کی وجہ سے ریذیڈنٹ نے اوس کو بچا دیا۔

ایسے ہی معاملات نواب کی اور ریذیڈنٹ کی ناچاقی کا باعث ہوئیں۔ نواب سعادت علیخان تو ریذیڈنٹ کی نسبت یہ سمجھتے تھے کہ وہ سرکار انگریزی کی طرف سے فقط اخبار وغیرہ عافیت کے دریافت کرنے کے لئے مامور ہے اور [illegible] خدمات کا بجا لانا اوس سے متعلق ہے اور دوسرے کسی کام میں اوسکو دخل نہیں اور ریذیڈنٹ اسکے خلاف اپنے آپ کو مختار سمجھتا تھا اور [illegible] کو ریاست کا نگران اور حاکم اعلیٰ سمجھتا تھا۔ یہی دونوں مخالفت کی جڑیں ہیں۔ یہاں تک کہ ریذیڈنٹ نے نواب سعادت علیخان کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ سرکاری [illegible] دیتا تھا خود [illegible] بیٹھے تھے کہ نواب کے ذمہ [illegible] میں حکم تھا کہ تمہارا [illegible] نہیں تھا [illegible]

کہ اس سے ہماری نیند اوچٹتی ہے۔ اس عذاب سے نواب کو چھڑانے کا وعدہ لارڈ ماترا ملقب بہ مارکوئس ہیسٹنگز نے کیا۔ نواب نے بھی گورنمنٹ کے خوش کرنے کو ایک کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ کیونکہ اسوقت سرکار کمپنی کا خزانہ خالی تھا۔ اور گورکھوں کے ساتھ لڑائی چھیڑنیکا ارادہ تھا۔ مگر جب لارڈ ماترا ۱۸۱۴ء مین لکھنؤ کیطرف چلے تو نواب سعادت علیخان مر گئے

لکھنؤ میں اسوقت کی ایک گپ

لکھنؤ کے بیفکرے جنہیں کھانے پینے کے ہضم کرنے سے زیادہ کوئی کام دشوار نہین تھا اونکے وقت گزارنے کے لئے ایک عجیب چوڑن تیار ہوا تھا۔ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انگریزون خصوصًا اورنی صاحب کی معرفت نواب صاحب نے بادشاہ لندن اور ممبران پارلیمنٹ سے اس امر کی درخواست کی تھی کہ ملک ہندوستان مین جسقدر حصہ سرکار کمپنی کے قبضے مین ہے اوسکی متاجری نواب کو دیدیجائے مصارف افواج اور ملازمونکی تنخواہ منہا ہونے کے بعد جسقدر روپیہ بس انداز ہوتا ہے اوسکو نواب نقد ادا کرتے رہین گے اور سال بسال اضافہ بھی قبول کیا۔ ہندوستان کا جمع خرچ اوس زمانے مین ۵۰ کرور روپے کا تھا۔ اور ہندوستان سے کمپنی کو بجز فاضلات کے کچھ بس انداز نہین ہوتا تھا اسلئے یہ بات دل نشین کی گئی کہ نواب سعادت علیخان کو تمام ہندوستان کی متاجری دیدیجائے۔ کیونکہ نواب کی دولتمندی کا ہندوستان بھر مین جواب نہ تھا۔ چنانچہ لارڈ ماترا اس کام کی درستی کے لئے لندن سے گورنر جنرل کرکے بھیجے گئے تھے۔ مگر گورنر جنرل کی تشریف آوری سے پیشتر ہی نواب کا انتقال ہوگیا۔

انتقال نواب سعادت علیخان

نواب کی عمر ساٹھ برس سے تجاوز کر گئی تھی۔ اور ورم جگر و استسقا کے مرض مین مبتلا تھے کئی مہینے تک حکیم علی شریف نے معالجہ کیا۔ مگر اونکا کوئی علاج راست نہ آیا کسی قدر افاقہ ہوا تھا کہ حکیم صاحب کی اجازت سے نواب بتقریب غسل صحت درگاہ حضرت عباس کی زیارت سے مشرف ہوکر تماشائے رقص و سرود مین مصروف تھے کہ پہر رات گئے آب یخنی طلب کیا۔ نواب کے سالے رمضان علیخان نے جو دلوانخانے اور ابدارخانے اور دواخانے کا افسر تھا حاضر کیا۔ اوس کے نوش کرتے ہی طبیعت کا رنگ بدلنے لگا۔ کلمات یاس زبان پر آئے۔ اور عجلت کے ساتھ دو طبیبوں یعنی حکیم مرزا علی اور مصاحب بردار بھی ولیعہد کے پاس ابھی نہین پہنچنے پائے تھے کہ روح نواب کے جسم سے

مفارقت کر گئی اوسیوقت ولیعہد اور جان بیلی رزیڈنٹ مع ایک ڈاکٹر اور چند سرداران انگریزی
کے پہنچ گئے - یہان شب حیات تمام تھی منہ سے خون جاری تہا - سید دلدار علی صاحب مجتہد نے
آکر لاش کو غسل دیکر کفن پہنایا - حاضرین کا بیان ہے کہ سینہ پر نیلگون لکیر تھی - سعادت علیخان
کی نسبت زہر خورانی کا شبہ ہوا تجہیز و تکفین کے بعد مقبرۂ خاص بازار مین جو پہلے سے تعمیر تہا دفن کیا
یہ سانحہ جان گداز ۱۱ جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۱ رجب ۱۲۲۹ ہجری مین گذرا بعض کتابون مین
تاریخ انتقال اسکے خلاف بیان کی ہے - اونکا لقب بعد الوفات جنت آرامگاہ مقرر ہوا تاریخ وفات
زبان ناسخ سے

افسوس کہ نواب یمین الدولہ
از ملک فنا رفت بحکم تقدیر

تاریخ وفات او زغم ناسخ
افسوس وزیر بود آصف تدبیر

دیگر
دستور جہان جنت آمد
ہاتف بگفت آہ شدہ لکھنؤ خراب

دیگر

ناگہان رحلت ازین عالم نمود
زینت افزا شد بفردوس برین

من بگفتم سال تاریخش بغیب
آہ شد گنج سعادت در زمین

نواب کی عادات - اور دلی شوق - میلان طبعی
اہل علم و شرفا کی قدردانی

نواب سعادت علیخان ارباب کمال کے ساتھ لطف و عنایت سے پیش آتے تھے ایک شخص
خانسامان عمدۃ الدولہ عبد المجید خان سے ادب و قاعدہ سلطنت سے آشنا و فن قدیم سپہگری
کا پابند تہے - اور کپڑے پہنے سر سواری باریاب ہوا نواب نے تاڑ لیا کہ یہ چراغ کسی عمدہ خاندان
کا ہے ملا کر نوکر کہا - اور مبلغ قرار تنخواہ مقرر کردی - میر ابو القاسم خان جو بنگالے کے رئیسون مین سے
تھے سات سو روپیہ مقرر کئے اور اونکی بہت پاسداری کرتے تھے - سبحان علی خان اور تاج الدین حسین
خان کنبوہ بھی اونکی قدردانی سے سرفراز تھے - یہ دونون شخص سرکار انگریزی مین تحصیلدار تھے
وہان سے علحدہ ہوئے تو لکھنؤ مین چلے آئے تھے لیکن انکی ثروت اور دولتمندی کی بنیاد

اس عہد کے بعد سے پڑھی۔ خواجہ باسط کے لڑکے میر امیر علی ایک سوزخوان تھے کہ علم موسیقی میں اونہوں نے حکما کا مرتبہ حاصل کیا تھا مگر اپنے گھر ہی میں مجلس کر کے پڑھتے تھے۔ نواب نے انکے شہرہ کمال سے مشتاق ہو کر طلب کیا اونہوں نے انکار کیا۔ اور کئی پیام و سلام کے بعد یہ بھی کہا کہ اگر وہ حاکم وقت ہیں تو میں بھی سیادت کے اعتبار سے شاہزادہ ہوں اونہیں میرے ہاں آنے سے عار کیا ہے۔ نواب نے کہا کہ سید میرے ہاں ہزاروں سے زیادہ ہیں پھرا کرتے ہیں اگر فخر سیادت کیا تو یہی کہا کہ سید تھے اب ڈوم بھی ہو گئے۔ جبراً انہیں اختیار ہے۔ میر علی صاحب یہ سنکر خیالات چند در چند سے دکن کا ارادہ کیا۔ سید انشاء اللہ خان کے بھتیجے پہلے ہی اونکے شاگرد تھے۔ یہ لوگ بھی اوستاد کی رفاقت میں ترک وطن پر آمادہ ہوئے۔ اونہوں نے امیر علی صاحب کے جانے کا سبب پوچھا تو وہ معاملہ معلوم ہوا۔ سید صاحب نواب کے نہایت مقرب تھے اوسیوقت دربار میں پہنچے نواب سعادت علیخاں نے دوبارہ آنے کا سبب دریافت کیا۔ اونہوں نے ایک غزل پڑھی جسکا ایک شعر یہ ہے۔

دولت یہی ہے اور سعادت علی نبا ٭ یارب بنا یہی ہو ہمیشہ یہی رہے

پھر کہا کہ حضور غلام جو اسوقت رخصت ہو کر چلا تو دل نے کہا کہ اپنے دولہا کی دولہن (عروس سلطنت) کو ذرا دیکھوں۔ حضور واقعی کہ بارہ ابھرن سولہ سنگہار سے سجی تھی سر پر جھومر وہ کون مولوی دلدار علی صاحب کانوں کے جھمکے وہ کون دونوں صاحبزادے گلے میں نولکھا ہار وہ کون شیخ تفضل حسین خاں۔ غرض اسی طرح جسے چاہا بہروں کا نام لیکر کہا کہ حضور عرض جو کرتا ہوں تو ناک میں نتھ نہیں تھی ناک سونی ہو گیا کہ اللہ سہاگ کو قایم رکھے یہ کیا۔ نواب نے پوچھا کہ وہ کون کہا حضور نتھ امیر علی صاحب بعد اس کے کیفیت مفصل بیان کی نواب نے ہنسکر کہا کہ اونکی بد اندیشیاں بیجا ہیں میں تو صاحب کمال کو فخر لکھنؤ سمجھتا ہوں غرض اونکی تسلی کے لئے دو سو روپیہ مہینہ خانہ نشینی مقرر کر کے پروانہ اور ۵۰۰ روپیہ کا خلعت امیر علی صاحب کے واسطے انشاء اللہ خان کے ہاتھ بھیجا۔

مرزا محمد حسن قتیل جو پہلے ہندو مذہب فرید آباد کے کھتری تھے پھر مسلمان ہو کر نظم و نثر میں استادی کے رتبے کو پہنچ گئے تھے۔ قواعد فارسی وغیرہ کے بیان میں اونکی کئی چھوٹے چھوٹے رسالے اور ایک دیوان فارسی اونکا مشہور و معروف ہے۔ اور سنہ ۱۲۳۳ ہجری میں وفات پائی۔ مگر حافظ شیخ محمد ساکن قصبہ دیوا علاقہ لکھنؤ نے جو مرزا کے ایک مصرع سے تاریخ وفات نکالی ہے اوس سے سنہ ۱۲۳۲ھ میں انتقال کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ۹

حو آن کاست گفتا یکہ فقرہ ٭ قتیل کافر ازین نسخہ ندارد

ایکدن ان کو بھی نواب سعادت علیخان نے طلب فرمایا - اور ملاقات چاہی - مگر یہ شخص بہت
آزاد وضع تہا - عرض کرایا کہ حصول دولت ملازمت عین سعادت ہے لیکن چند عادات اپنی وضع
آزادانہ پسند کی ہین ایک یہ کہ مدارید (حقہ گلی) سے طبیعت بہت مانوس ہے - اور ہر وقت اس سے مدام
مشتغل رہتا ہے - دوسرے دستار سے طبیعت اوجہتی ہے - فقط کلاہ سادہ مطبوع طبع ہے
تیسرے جو علم کہ حاصل کیا ہے اوسکی تعظیم و تکریم کا امیدوار ہون - اگر یہ تینون صورتین ناگوار خاطر عالی نہون
تو طلب فرمائین فقیر حاضر ہے - اگر خلاف رائے بندگان حضور ہو تو قیام شہر نامنظور ہے نواب
نیکو علم دوست اور سخن آشنا تھے یہ باتین قبول فرمائین - اور بے تکلف آنے کی اجازت دی
مگر تعظیم کس پر دی میں بچا یا کہ جسوقت مرزا قتیل کے دروازہ پر پہونچ جانے کی خبر ہوتی پہلے سے
اوٹھکر ٹہلنا شروع کیا جسوقت مرزا نے دروازے کے اندر قدم رکہا پہلے کہڑے کہڑے ملاقات ہوتی
بعد اسکے بیٹھے - اسی مقدر رہا اور ہر روز کی حرکت نواب نے اپنا اچہی ہین فرمائی اور اودہر مرزا نے بھی
دم نہین مارا - رہی کلاہ سادہ وہ زیب سر تھی - نواب کی انشا پردازی بھی مشہور تھی اور نواب ہر
امر میں سلیقہ اور صفائی کے پابند تھے اونہون نے حکم دیا تھا کہ اہل دفتر خط لکھیں اور فی غلطی
حرف پانچ روپیہ جرمانہ اور فی لفظ ایک روپیہ جرمانہ اتفاقاً اسلئے درجے کے اہل انشا مین مولوی محمد
ایک شخص تھے - اونہون نے خود حساب مین احتیاط کو اچہا لکہدیا نواب سعادت علیخان تو خود ہر
پر نظر رکھتے تھے اونکی بھی نگاہ پڑ گئی - مولویون کو جواب دینے مین کمال ہوتا ہے - اونہون نے کچہ قاموس اور
کچہ صراح سے اچہا کے معنے بتائے کچہ قواعد نحو سے ترجیح مین لے گئے - نواب نے سید انشاءاللہ خان
شاعر کو اشارہ کیا - اونہون نے مارے رباعیون اور قطعون کے اُڑا دیا - ایک منشی نے لوح کو لوکہدیا
تہا نواب نے اپنے خاص قلم سے یہ فقرہ تحریر کیا منشی تو کہ لفظ لوح را بطرز نوشتہ مین حظ کرد
لہذا ہشتاد روپیہ جرمانہ گیرند اس مین لطف یہ کہا تہا کہ لفظ مین کے بھی سترہ عدد ہین - اتفاقاً کسی
جلسے مین نواب کے قلم سے املا غلط نکل گیا - منشی بہولا ناتھ مہتمم منشی خانہ نے وہ کاغذ حضور مین لاکر
عرض کیا کہ آج صحت اس لفظ کی شاید نا کوہی کہ اس املا سے درست ہے - نواب نے اپنی نسبت اسطرح
جرمانہ کیا کہ منشی جی نے کے حرف مشیر ان کی تنخواہ دہ چند ہو گئی - انشاءاللہ خان دریائے لطافت مین
سعادت علیخان کی فصاحت لسان کی بڑی تعریف کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ جس کسی کو میرے
قول مین شک و شبہ کا گمان ہو اوسکو نواب کے حضور مین حاضر ہونیکے موسم مین آنا شرط ہے -
تا کہ دیکھے کہ نوابی خاندانون کے اکہاڑے مین اچہا معلوم ہوتا ہے یا نا پختہ زنان دہلی کی صحبت مین

نہایت شوق سے کتاب دریاے لطافت زبان اردو کی صرف ونحو و منطق و عروض و قافیہ
و بیان مین لکھی ہے - اور جیسا کہ زبان عربی و فارسی مین ان علوم کی تحقیق کی گئی ہے اوسی کے
مطابق اس کتاب کو آراستہ کرنے کا دعوے کیا ہے - اور ذخیرہ جاودانی سمجھا ہے - اس کتاب
مین ایسے تمسخر اور استہزا و فحش کا خاکہ اوڑایا ہے کہ اوس کو دیکھکر شائستگی بھی آنکھین بند کر لیتی ہے
بہی کانون مین اونگلیان دے لیتی ہے - اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنو کی
طبیعتین عوام سے لیکر خواص تک عیاشی کی طرف نہایت مائل تہین - اور اصلی تہذیب و شائستگی
مزاجون مین بہت کم باقی تہی - اور اسکی تصنیف مین مرزا محمد حسن قتیل بھی شریک ہین - مگر اس حمام
مین سب ننگے تھے - انکے ہان بھی سواے شہدپن کے کوئی بات نہین - تمام کتاب مین مثالین
بھی وہی ہین جن مین عورتون کے متعلق باتین ہین - مثلاً مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن
کی جگہ پری خانم پری خانم پری خانم پری خانم کہتے ہین - فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن کی جگہ
چٹ لگن چٹ لگن چٹ لگن چٹ لگن مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کی جگہ بی جان
پری خانم بی جان پری خانم لکہتے ہین - اور فعول فعلان فعول فعلان کی جگہ کہتے ہین -
لگوڑی جان لگوڑی جان - صنعت عکس کی مثال مین لکھتے ہین ؎
بیا زو ہین دبکی بلا کری لگائی ۔ صنعت توشیح کی مثال مین لکھتے ہین - بیا زو کو آج کیا کے
یار نے بندہی کے گہر ناحق ناحق الفت کے سامنے مارا گھر مین سدری تھی سو وہ دو شالے کی
سگائی باندہے جوڑی بجا رہی تہی - تو اب جب غل ہوا تو اوٹھ گئی اور کوٹھے پہ جا کر لیٹ گئی -
اور جو لونڈیان تھین ہے ہے کرنے لگین - سر فراز تو رولی - صنعت معرب کی مثال مین لکھتے
ہین - اسے تیری بیوی کے پیچھے بین مخ - ایضاً چینا لی کیا دیدہ کر گیا ہے - مان کا لوٹا
اب تک آتا ہے - ایضاً تم مجھکو کون دو تہم کو گل دم دوت اور رعایت کا نام سنگار رکھا ہے اور رکن سالم کا
صاحب طائفہ رقاصہ و خانگی اور زحاف کا نوچہ صاحب طائفہ یا کنیزان خانگی نام مقرر کیا ہے -
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنو ایسی باتون کے نہایت دلدادہ تھے - اونکو عیش و نشاط
اور صحبت ارباب نشاط کے سوا کسی امر ترقی ملک و قوم اور رفاہ خلائق کی طرف توجہ بہت ہی کم تھی
اور نواب بھی اودہر تھوڑی رغبت رکہتے تہے - جسکی وجہ سے زنانہ مزاجی دبیے ہیجی اور رینڈی عام
لوگون مین پیدا ہو گئی تہی -

نواب سعادت علیخاں کی ازدواج واولاد

آروین صاحب نے تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ خان خاناں خان پسر اکبر خان خلف بنگش نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کی بیٹی نواب سعادت علیخان کو منسوب ہوئی تھی لیکن نواب احمد خان نے شادی روک دی۔ اور کہا کہ جب تک لکھنؤ کے خاندان کی کوئی لڑکی میرے بیٹے محمود خان کو نہ ملے گی تب تک خانخاناں کی لڑکی لکھنؤ نہ جائے گی۔ نواب کی اوس بی بی کا نام جس سے آکبر آباد میں بیاہ ہوا تھا اور خاص محل کہلاتی تھی افضل بیگم ہے۔ اسکے باپ کا نام ...ار الدولہ سید یوسف علی خان تھا۔ اور ان کا نام مسعودہ بیگم بنارس میں انتقال کیا۔ درگا کنڈ کے پاس مقبرہ ہے اس بیگم سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے ایک کا نام امیر مرزا خان تھا اور دوسرے کا امراؤ مرزا خان ایک جسکے سے دوسرا مرزا ہوت سے میں طفولیت میں مرگیا۔

نواب سعادت علیخان کو اپنی تمام بیگمات میں جلال الدولہ کی ماں سے زیادہ محبت تھی۔ بنارس میں اوسکو اپنی زوجہ بنایا تھا۔ پہلے یہ بیگم نات محل کے نام سے مشہور تھی۔ اب خاص محل خطاب ہوا کہتے ہیں کہ اس بیگم کے پاؤں میں پدم تھا۔ ایک نجومی نے نواب سے عرض کیا تھا کہ اسکا فائدہ یہ ہے کہ بادشاہ یا وزیر کی بی بی ہو۔ مگر مجھے بہت تعجب ہوتا ہے کہ حضور نے اسسے نکاح ہی و خل خواص محل کیا۔ نواب نے اپنی مسند نشینی کے بعد نواب گنج کا علاقہ جسکی جمع ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ تھی عطا کیا۔

نواب سعادت علیخان کے بیٹے صاحبات محل سے

(۱) نواب غازی الدین حیدر خان عرف بڑے مرزا۔

(۲) نواب احمد علی خان الملقب بہ شمس الدولہ انکی شادی حضرت بیگم بنت نواب شوکت الدولہ عرف مرزا جمال سے ہوئی۔

(۳) نصیر الدولہ مرزا احمد علی خان جہان آرا بیگم عرف نگینو بیگم بنت نواب امام الدین خان سے کتخدا ہوئے

(۴) نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علی خان انکی شادی لطف علیخان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔

(۵) نواب اعتماد الدولہ مجاہد الملک مرزا حسین علی خان صولت جنگ انکی نسبت شہامت علیخان

عرف مرزا ہیرا کی بیٹی سے ہوئی۔ نصیر الدین حیدر کے وقت میں رخصت عروس ہوئی تھی

(۶) نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علیخان انکا عقد مسماۃ وزیر بیگم بنت میرن صاحب ابن میر نعیم خان سے ہوا۔

(۷) نواب صادق علیخان انکی شادی نواب نور علیخان ساکن سرنگ پٹن ایک داسی (?) کی بہن کے ساتھ ہوئی۔

(۸) نواب جلال الدولہ محمد علیخان انکی شادی ہوئی تھی نیا مزاجی امر واقعہ دو تین حرم تھیں۔

(۹) نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علیخان یہ نواب محل کے پاس رہتے تھے۔ سعادت علیخان کے انتقال کے بعد غازی الدین حیدر نے چار ہزار روپیہ در ماہہ مقرر کر دیا بموجب بہائیوں میں بہت لائق تھے انکی شادی خود پسندی سے ہوئی تھی

(۱۰) نواب رکن الدولہ مرزا محمد حسن خان غازی الدین حیدر نے انکا عقد نکاح نواب عباس قلی خان کی بیٹی سے کیا تھا جن سے نہ موافقت رہی نہ اولاد رہی ایک اور بی بی سے دو بیٹے شمس الدولہ اور آفتاب الدولہ رکن الدولہ کے ہاں پیدا ہوئے

نواب کی بیٹیاں صاحبات محل سے

(۱) خیر النساء یہ سب بہنوں سے بڑی تھیں اور غازی الدین حیدر کی حقیقی بہن تھیں انکی شادی میر شاہ علی ابن نواب قاسم علیخان عالی جاہ سے ہوئی انکے بطن سے اولاد نہ ہوئی۔ انہوں نے ایک لڑکی اپنی اولاد کی طرح پرورش کی تھی جسکی شادی غازی الدین حیدر کے عہد میں مرزا نظام الدین حیدر ابن نواب نجابت علی خان سے کی تھی۔

(۲) فاطمہ بیگم یہ نصیر الدولہ کی حقیقی بہن تھیں۔ انکی شادی مرزا ابو طالب خان سے ہوئی تھی۔

(۳) فخر النساء بیگم ان کی شادی نواب میر کلو ابن نواب قاسم علی خان عالی جاہ سے ہوئی انکے ایک بیٹی مسماۃ وزیر بیگم پیدا ہوئی جسکی شادی مرزا شاہ میر خان کے بیٹے سے ہوئی تھی۔

(۵) ولایتی بیگم انکی شادی نواب حسین الدین خان ابن نواب اعظم الدین خان سے ہوئی۔ نواب حسین الدین خان واجد علیشاہ کے نانا تھے۔

(۶) ننھی بیگم انکی شادی نواب مہدی علی خان ابن نواب محمد علیخان سے ہوئی۔

مسند نشینی رفیع الدولہ رفیع الملک غازی الدین حیدر خان بہادر شہامت جنگ[1] ابن نواب سعادت علیخان

نواب موصوف ۴ اگست ۱۷۶۹ء مطابق عشر ثانیہ جمادی الاخری ۱۱۸۳ ہجری میں پیدا
ہوئے تھے۔ مسند نشینی کے وقت اکتالیس برس کے تھے۔ مستند تاریخوں میں ہے کہ ایک پہر
رات باقی تھی کہ رمضان علیخان داروغہ دیوانخانہ نے کرنیل بیلی کو سعادت علیخان
کے مرنے کی خبر دی۔ اوسی وقت وہ اپنے ساتھ کی فوج لیکر فرح بخش میں پہنچے۔ اور نہایت
موقع پر پہرے کھڑے کر دئیے۔ بعد اس کے نواب مرحوم کی تمام اولاد جمع ہوئی شمس الدولہ کو
یقین تھا کہ سوا میرے کون مسند نشین ہو سکتا ہے۔ مگر ریذیڈنٹ کو منظور تھا کہ بڑے بیٹے غازی الدین
حیدر ہیں ریاست انہیں کو ہونا چاہئے۔ ریذیڈنٹ اسی فکر میں تھے کہ صبح ہوئی شمس الدولہ
نماز پڑھنے کو اپنے مکان کو روانہ ہوئے۔ حکیم ظفر علیخان اونکے مصاحب نے عرض کیا کہ اس وقت
یہاں سے آپ کا جانا مناسب نہیں۔ مگر اون کو یہ غرہ تھا کہ ریاست میرے ہی لئے ہے اگر میں
یہاں نہ ہونگا تب بھی ضرور ہو کر طلب کرکے رئیس بنایا جاونگا اسلئے جواب دیا کہ میرے یہاں رہنے
کی کوئی ضرورت نہیں جب تک میں یہاں نہ آجاؤنگا یہ امر ملتوی رہیگا اون کے جانے کے
بعد ریذیڈنٹ نے میدان خالی پاکر نواب غازی الدین حیدر سے تخلیہ کرکے باہم عہد و پیمان
مستحکم کر لیا اور نصیر الدولہ وغیرہ اونکے دوسرے بھائیوں سے کہا کہ نواب سعادت علیخان کے
مرنے کا ہم کو کمال رنج ہے۔ مگر بجز صبر کے کیا کیا جاتا ہے۔ تم بھی صبر کرکے نواب غازی الدین حیدر
کو بمنزلے خدایگانی کے تصور کرو کیونکہ وہ سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ یہ بھی بزرگانہ طریقہ سے
پیش آئینگے کوئی مہربانی کا امر دریغ نہ رکھیں گے کیونکہ یہ خلافت سے دور ہیں سبھوں نے بالاتفاق
کہا کہ ہم والد کی حیات ہی میں انکو باپ سے کم نہیں جانتے تھے۔ اور اب کہ سرکار کمپنی کی اعانت سے
رئیس ہوتے ہیں کیسے ہم اونکو خداوالی نہ سمجھینگے۔ بہر صورت ہم اونکو اوسی طرح ایسا ہی
سمجھیں جب کہ ریذیڈنٹ کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا۔ تو شمس الدولہ کو جو انگریزی

ملہ یہ خطاب [illegible]

سپاہیوں کی مزاحمت کی وجہ سے دریچہ بارہ دری کی راہ سے اندر نہیں گھس سکتے تھے طلب کیا
جب وہ یہاں پہنچے تو دوسرا رنگ دیکھا۔ رزیڈنٹ نے انسے بھی وہی بات کہی جو دوسرے
بھائیوں سے کہی تھی۔ چونکہ یہ مسند نشینی کے مدعی تھے ان کلمات سے برہم ہوکر بولے کہ ہم ان
باتوں سے سروکار نہیں ہے۔ جو کچھ آپ مناسب جانیں کریں۔ رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ رزیڈنسی کا کام نہیں ہے
جو آپنے کہا کہ زمانے کا رسم یہی ہے کہ باپ کا جانشین بڑا بیٹا ہوتا ہے جو کچھ آپ سے کہا ہے
رسم کے خلاف نہیں کہا ہے۔ شمس الدولہ نے جواب دیا کہ یہ بات آپ کی درست ہے۔ مگر جبکہ رئیس نے
اپنے سامنے کسی کو اختیار نہ دیا ہو۔ اور مجھکو باپ نے اپنا نائب اور ولیعہد بنایا تھا تو اس صورت میں
میرے کام میں پھر کیوں تردد کیا جاتا ہے۔ رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ آپکے منصب کے خواہان
ہو تو وہ اب بھی موجود ہے۔ لیکن ریاست شے دوسری ہے۔ اور اوس کو نواب عالی نے کسی کے نام پر
مقرر نہیں کیا ہے۔ یہ فقط بڑے بیٹے کا حق ہے۔ پس وہ رئیس ہوتے ہیں اور آپ نائب
رہینگے۔ شمس الدولہ بولے کہ میں اپنے باپ کا ولیعہد اور نائب تھا۔ اب مجھکو یہ خدمت دوسرے
کے سامنے منظور نہیں یہ منصب بھی کسی اور کو دیدیجئے۔ رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ آپ کو اختیار ہے
غرضکہ رزیڈنٹ نے غازی الدین حیدر سے اس مضمون کی ایک تحریر لیکر کہ نواب سعادت علیخاں کے
طریق کے خلاف جو صاحبان انگریز خاصکر صاحب رزیڈنٹ کے ساتھ جاری تھا کوئی مالی یا ملکی
کام جان بیلی صاحب کے مشورے کے بغیر ظہور میں نہیں آئیگا اونکو جانشین کیا۔ مبارکبادی کی توپیں
سر ہوئیں۔ اور حاضرین دربار کو نذر پیش کرنے کا حکم ہوا۔ جب نواب کے دوسرے بھائی شمس الدولہ
کی نوبت آئی تو اونہوں نے مجبوراً ایک ہاتھ سے نذر پیش کی۔ غازی الدین حیدر نے ظرافت کے طور پر
اس ڈھب سے ہاتھ نذر پر ڈالا کہ اشرفیاں زمین پر بکھر گئیں۔ اور سکندری میں محکمہ کاہی نے لکھی
تاریخ جلوس اس مصرع سے نکلتی ہے ؎ خرد گفت عشق وزارت مبارک ؏
منشی عبدالاحد رابطہ نے ایک تاریخ لکھی ہے جس کے نو مصرعے ہیں۔ اس تاریخ میں یہ صنعت
رکھی ہے کہ پہلے مصرعوں کے ابتدا میں سے ایک ایک حرف لیکر اوسکے عدد ملائیں تو سنہ
ہجری پیدا ہو۔ اور انہیں مصرعوں کے آخر کا ایک ایک حرف جمع کرکے عدد لیں تو سنہ فصلی
نکلے۔ اور دوسرے مصرعوں کے پہلے حروف کے جمع کرنے سے سنہ عیسوی ظاہر ہو۔ اور
ان مصرعوں کے حروف آخر کے اعداد سے سمبت بکرمی معلوم ہو ؎

زہے غازی الدین عالی جناب — وزیر الملک سعادت مآب

بعالم درآمد چو اقبال او | سرِ ستیلان گشت پامال او
خداوند ملک و خداوند جاه | رعیت نواز و عدالت پناه
سریدون عتابے بنیروی بخت | تهمتن رکابے ببازو سے سخت
نریمان و دستان فولاد دست | بہم دستبش دست بکسر شکست
ملک شاه ثانی بجود و سخا | جهان مروت سحاب عطا
شکوهش زبس بر ثریا فراشت | شکوه فلک نام رفعت گذاشت
قدیرے کہ از دست قدر بر خویش | نموده جهان را بتدبیر خویش
تعهد اراده را بلطف و نویدش | رساند بخوبی بہ مقصد بخش
بتاریخ عهدی چو جشنی وسیع | کم آمد عدد گفت فی الفور طبع
که یا رب ملک چنیں بکر دور و دراز | سرِ نازبر گیر دیا سے نیاز

دیگر

وزیر غازی دوران و رستم آفاق | زہے جلوس وزارت نمود با دل شاد
شمار سید رشاقت بین که تاریخش | بگو سعید بود و اتماد وزارت باد

غازی الدین حیدر کی جانشینی کی تاریخ وزیرنامے میں ۳ رجب ۱۲۲۹ ہجری مطابق ۲۲ جون ۱۸۱۴ء لکھی ہے اور مشہور یہ ہے کہ اوس دن ۱۲ جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۲ رجب ۱۲۲۹ ہجری تھی۔ اور اسی تاریخ اون کے اور گورنر جنرل کے درمیان ایک عہدنامہ قرار پایا جسکی رو سے سابق کے تمام عہدنامے جو سابق کے نوابوں کے ساتھ قرار پائے تھے کلیۃً بحال اور برقرار رہے۔ سب مقربین کو خلعت ملے۔ مہاراجہ کا خلعت بلا شرط نیابت آغا میر کو عطا ہوا۔ اور اوس کو معتمد الدولہ کا خطاب بھی ملا۔ اور عمدۃ والاصل باقی پیدا کرنے کو منسوب کیا۔ اور اوس کو ... کا خطاب ملا۔ مظفر علی ابن لطف علی خان نے خدمت توپخانے کا اور اہتمام سواری کا پایا۔ اور ولیعہدی کا خلعت مرزا نصیر الدین حیدر کو عنایت کیا۔ اس زمانے میں جان بیلی صاحب رزیڈنٹ روزانہ نواب غازی الدین حیدر کے پاس آتے تھے۔ اور نواب ہفتے میں دو مرتبہ اون کی کوٹھی پر جاتے تھے۔ مرزا جعفر کی وفات کے بعد قمر الدین احمد خان معروف مرزا جی قمر تخلص

عہدۂ خزانچی ریذیڈنسی سے مستعفی ہوکر منصب نیابت کی امید پر کارہائے متعلقہ نیابت کو سرانجام دینے لگے۔

ریذیڈنٹ کا انتظام ملک کی صورت تجویز کرنا گورنر جنرل کا اودھ میں آنا اور نواب سے قرض لینا

اب انتظام کی صورت ریذیڈنٹ کی اعانت سے اسطرح قرار پائی کہ ہر تین لاکھ کے علاقے پر ایک تحصیلدار مامور ہو اور حق التحصیل اوسکو زر تحصیل سے دہ یک عنایت ہو۔ اور ملازمین اور منشی وغیرہ کے جملہ مصارف اوسکے متعلق ہیں۔ اور فی سیکڑہ ایک روپیہ سے مصارف پولیس واسطے امداد ہو۔ اور تھانہ داران پولیس تحصیلدار کے ماتحت رہیں اور ہر بیس لاکھ روپیہ کے ملک پر ایک ایک ناظم مقرر کیا جاوے اور دو ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ ہر ایک کیلئے۔ اور سپاہ ناظم کے ساتھ متعین رہے۔ جب اس مضمون کی رپورٹ ریذیڈنٹ نے کونسل کلکتہ کو بھیجی تو وہان سے جواب ملا کہ عنقریب نواب گورنر جنرل اوس ملک مین آنے والے ہین۔ نواب اودھ سے ملاقات کرکے اونکی رائے سے تجویز ہوگا۔ اسوقت مین ساہو اور ریذیڈنٹ کے فضول پر نظر نہ تھی۔ نواب سعادت علیخان کے عہد مین کوئی شخص اجازت اور جاتر کے بغیر شہر کے ناکون سے قدم باہر نہ رکھ سکتا تھا اور اوسوقت مین کوئی شخص دس روپیہ سے زیادہ سرحد ملک سے باہر نہین لے جا سکتا تھا۔ اب یہ روک ٹوک یک لخت موقوف ہوگئی۔ ۱۸۱۴ء مین لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل جو لارڈ مائرا کے نام سے مشہور و معروف تھے اضلاع مغربی کیطرف آئے تو نواب نے کانپور سے اون کا استقبال کیا وہ دھوم دھام کے ساتھ لکھنؤ مین رونق افروز ہوئے تین دن یہان رہے۔ بڑی دھوم دھام سے دعوتین ہوئین۔ قیصر التواریخ مین لکھا ہے کہ جب نواب غازی الدین حیدر گورنر جنرل سے ملکے مین داخل ہوئے تین سو کرسیان بیٹھنے کو دہری تھین۔ نواب نے بہ تکلف تعداد کرسی کی زیادہ کرنی چاہی نواب ممدوح الیہ سے کہا کہ ہم اور ہمارے اقربا مہمان ہین۔ اگر تمہارے یہان تنگی ہوگی تو ہم بھی اسی صورت سے مل کے آئینگے۔ نواب گورنر جنرل نے بطیب خاطر قبول کیا۔ چنانچہ وہی صورت انگریزون کے واسطے لکھنؤ مین ہوئی۔ امراء دو دو مصاحب کرسیون پر بیٹھے۔ اور بعض مثل نواب سعادت علیخان نواب غازی الدین حیدر گورنر جنرل کو القاب مین بزرگ سمجھتے تھے۔ نواب نے اپنے باپ کا

وعدہ پورا کیا اور ایک کروڑ آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو دیا۔ اس روپیہ کو
لارڈ ہاربون لے نہین سکتے تھے۔ مگر اوس کو قرض کے طور پر لیا جسکا سود بحساب شش روپیہ
فیصدی سالانہ قرار پایا پڑتا قرض آٹھ روپیہ سیکڑہ پر تھا اوسکو گورنمنٹ چھ روپیہ سیکڑہ بنانا چاہتی
تھی۔ اسلئے اس کمی سود کا اشتہار دیا اور لوگون کا قرض کا روپیہ دینا شروع کیا۔ مگر یہان تو
خزانہ خالی تھا پچاس لاکھ روپیہ قرض کا باقی رہگیا وہ اس نواب کے روپیہ سے دیا گیا۔

معتمد الیہ آغا میر کو نیابت ملنے کی وجہ

حکیم مہدی علی خان نے نواب غازی الدین حیدر کو یہ سبز باغ دکھایا کہ مرزا حاجی صاحب رزیڈنٹ
کا متوسل ہے۔ ملک کے تمام معاملات اور دربار کے امورات صاحب رزیڈنٹ کو یہی شخص سوجھاتا ہے
جس سے وہ ریاست کے معاملات مین مداخلت کرتے ہین۔ اور اس سے انگریزی عمل و دخل کے پیدا
ہونے کا خوف ہے۔ نواب مرحوم نے ہزارون روپئے صاحبان انگریز کی تنخواہون مین صرف کئے ہین
اسلئے مصلحت یہ ہے کہ ان انگریزون کے ذریعہ سے نواب گورنر جنرل سے معاملات ریاست کی درستی
کی صورت نکالی جائے۔ چنانچہ ایک انگریز جو ریاست کا ملازم تھا سفیر بنا کر گورنر جنرل کے
حضور مین بھیجا گیا۔ اوس نے یہ بات گورنر جنرل کے خاطر نشین کر دی کہ نواب غازی الدین حیدر
جان بیلی صاحب سے ناخوش ہین۔ گورنر جنرل نے رزیڈنٹ سے کہا کہ نواب کی سرکار مین تمہاری شکایت
پہنچا ہے۔ اگر اپنی نیکنامی منظور ہے تو نواب سے راضی نامہ لیکر پیش کرو۔ جب رزیڈنٹ نے دیکھا
کہ نواب کے راضی نامے کے بغیر گورنر جنرل کی خوشنودی مشکل ہے تو اونہون نے منشی علی نقی خان سے
جو نواب کی خدمت مین آمد و رفت رکھتا تھا مشورہ کیا۔ علی نقی خان نے سید محمد خان عرف آغا میر
ابن میر تقی کو جو اولاد شاہ زنگان سے تھے اور نواب غازی الدین حیدر کے ایام صاحبزادگی اور ولیعہدی
سے پیش خدمتون کے زمرے مین ملازم تھے اور اب نواب کی سرکار کے معتمد علیہ تھے اس بات پر آمادہ کیا
کہ وہ نواب سے رزیڈنٹ کے حق مین صفائی مزاج کا کاغذ لکھا دین تو اس کے صلے مین رزیڈنٹ اونہین
نیابت دلا دینگے اور منصب مین ترقی کرا دینگے۔ آغا میر نے وہ روغنی کاغذ ملا کہ نواب سے
رضا مند ہو کر راضی نامہ اپنی مہر سے مکمل کر کے رزیڈنٹ کو دیدیا۔ جب وہ کاغذ گورنر جنرل کے ملاحظہ مین
گذرا تو حکیم مہدی علی خان معتوب قرار پا کر نظرون سے گر گئے۔ اور وہ چار انگریز جو نواب سعادت علیخان کے
عہد سے ملازم تھے موقوف ہوئے۔ اب جان بیلی صاحب کی کوشش سے آغا میر کو عہدہ نیابت ملا

اور بائیس پارچہ کا خلعت عطا ہوا۔ اقبال الدولہ ابن مختار الدولہ اور اکبر علی خان ابن امیر الدولہ حیدر بیگ خان اور اقربا سے سرفراز الدولہ محمد حسن رضا خان۔ اور تفضل حسین خان کے بیٹے جو قدیم سے اس منصب کے وارث تھے اور ہزار درجہ آغا میر سے علم و لیاقت میں اچھے تھے محروم رہے۔ آغا میر کے حوصلے سے یہ عہدہ بڑھا ہوا تھا۔ لکھنؤ کے بعض بڑے آدمیوں نے چند مدت اون کو نیابت کی نذر دکھانے میں توہین سمجھ کر اعراض کیا۔ آخر کار اس درجے کو نوبت پہونچی۔ اور ترقی اقبال کا ڈنکا بجا کہ آغا میر کو سلام کرنا اور اونکی خدمت تک پہونچنا اپنے بزرگان مردہ کا افتخار سمجھتے تھے۔

شمس الدولہ کا بنارس کو چلا جانا اور انتظام ملک کے معاملے میں جان بیلی صاحب کی تجویز کا موقوف رہنا اور محاصل ملک میں کمی واقع ہو جانا

شمس الدولہ یہان کے انتظامات کو دیکھ مایوس ہوئے اور اپنے تمام اہل عیال اور خزانہ اور اسباب امارت اور رفقا کو لیکر بنارس چلے گئے۔ چودہ ہزار ایک سو اکہتر روپیہ ۱۲۔ آنہ ماہوار جو نواب سعادت علیخان کے عہد سے مقرر تھے بدستور بحال رہے۔ بلکہ دو ہزار چار سو چورانوے روپئے ساڑھے بارہ آنے حال کی اضافہ ہوئے تھے۔ دو سو اونٹ اور سو کہار بردار اور پچیس ہاتھی اور دو سو گھوڑے اور پیادہ دستہ اور نوبت خانہ اور نوبت و نشان یہ سب سامان امارت اون کے ساتھ تھا۔ اب غازی الدین حیدر کا دل مطمئن ہوا۔ جان بیلی کی مداخلت انتظام مالی و ملکی میں باقی نرہی اسلئے جو نقشہ انتظام ملک کا بیلی صاحب نے تجویز کیا تھا وہ منسوخ ہوا طریقہ مستاجری قدیم کا جاری کیا گیا۔ مگر نظامت اور کلکٹری کی صورت بدستور قایم رہی۔ دو کلکٹریاں علی نقی خان کے ذیل میں تہیں۔ اون میں سے ایک کلکٹری قطب الدین حسین خان سے نامزد تھی۔ اور دوسری جعفر علی خان پسر زین العابدین خان سے متعلق تھی جو اکبر علی نقی خان کو دیکر عامل کی تھی اور ایک چکلہ معتمد الدولہ کے فرزند کے نام مقرر ہوا اور اوسکی نیابت بہوانی پرشاد کو ملی۔ اور ایک کلکٹری کنور درشن سنگھ کے نامزد ہوئی۔ یہ شخص رلے بالک رام کا بیٹا اور راجہ جہاؤلال کا قریبی رشتہ دار اور دیاکرن کا سمدھی تہا۔ اور ضلع بریلی سے کسی برس سے یہان آیا تھا نہایت دانشمند اور صاحب علم آدمی تھا خوشنویس تہا مرزا قتیل کا شاگرد تہا

اور فیض آباد و محمدی کی کلکٹری حکیم مہدی علی خان کو راجہ دیا کرشن کی کوشش سے کچھ جمع
کی بیشی کے ساتھ ملی باوجود اس انتظام کے ملک کی آمدنی کم ہوئی۔ چالیس لاکھ سے زیادہ
کی کمی پیدا ہوگئی۔ صرف کروڑ روپئے وصول ہوتے تھے۔ باقیات کی مسل کے ملنے پر راستہ
کھلا کہ متصدیان ملک و دیوانی رسد باقیات علاقہ کو جمع وال کے شامل کرکے عامل قدیم یا جدید
سے صبر کرلیتے تھے۔

شہر کے عملہ کوتوالی کی بدنفسی

نواب سعادت علیخان کے عہد میں باہر کے ڈاکو شہر میں نہیں آنے پاتے تھے اور شہر کے رہنے والے
اگر کوئی واردات کرتے تھے تو اون کا بخوبی تدارک ہوتا تھا۔ نواب غازی الدین حیدر کے عہد میں بال گوبند
مہاجن کے گھر میں جو ساہوکارہ میں ہے سر شام ڈاکہ پڑا اور اس کا جرم دولہی بیگ کوتوال کے سر پر رکھا گیا۔
اوس نے بہت عذر کیا کہ یہ چور شہر کے تھے۔ آغا میر نائب میر روشن علی کے گھر میں جو معتمد الدولہ کہلاتے
کہلاتا ہے رہتے تھے کسی کی مجال نہیں کہ روشن علی کا نام زبان پر لاسکے۔ کوتوال کا یہ عذر نہ سنا گیا۔
وہ بچارہ آبرو کے لئے کچھ کہا کر مر گیا۔ ڈاکہ برآمد ہوا۔ بعد اس کے منشی کا نام علیخان کو جو منشی
فولاد خان کی اولاد سے تھا معقول نذرانہ دینے کے بعد کوتوالی کا عہدہ حاصل ہوا۔

بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کی جاگیر وزرنقد کا معاملہ

بہو بیگم سلطنت اودھ میں بہت اکثر تھی۔ اور بہت پرانی آشنا لوگوں کے ہاتھوں میں گرفتار تھی
اس کے طفیل سے بھی اکثر انگریزوں کو سلطنت میں مداخلت کا موقع ملتا تھا۔ اور سلطنت کے
رعب و داب میں فرق آتا رہتا تھا۔ اور کبھی ملیستان کے ساتھ اس کی جاگیر میں شور و شر
اور فتنہ و فساد کے دبانے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اور خدا کی شان تو دیکھئے کہ عمر کتنی لمبی پائی
اگر اتنی لمبی عمر شجاع الدولہ کی ہوتی تو سلطنت نے ایک جو زوال کا سنہ دیکھا تھا اتنا تخت زور
پر اوسکو دیکھنا نصیب ہوتا۔ اور اوسمیں بدنظمی اسقدر نہ آجاتی۔ جس سے بخوبی انگریزوں کی دل افطرتی
سہل نہیں رہتی۔ چنانچہ بہو بیگم کا وہ وصیت نامہ جس میں اونھوں نے چاہا تھا کہ وہ گورنمنٹ انگریزی کو
اپنے علاقے اور زرنقد کا وارث قرار دینگی اگر وہ نواب سعادت علیخان کی اطاعت سے بری کیجائے
اور اون کے رشتہ داروں اور متوسلوں پر بلا مزاحمت اپنی اپنی جائداد پر قبضہ رکھیں منسوخ ہوا تو اوسنے

۲۲ - رجب سنہ ۱۲۲۸ ہجری مطابق ۲۵ جولائی سنہ ۱۸۱۳ء کو ایک امانت نامہ گورنمنٹ انگریزی کے
نام تحریر کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ یہ امانت نامہ نواب بہو بیگم دختر مؤتمن الدولہ اسحاق خان زوجہ
نواب شجاع الدولہ والدہ نواب آصف الدولہ کی طرف سے گورنمنٹ آنریبل کمپنی کے نام ہے
جسکا وعدہ حفاظت واسطے میرے اور میرے عزیز و متعلقین کے بارے مین بدین مضمون مدت
سے قایم ہے کہ میری جاگیر و مکانات جائداد اور ہر قسم کا اسباب میری زندگی مین میرے قبضہ
اختیار مین رہیگا۔ اور صرف مجھکو ہی اوس کے صرف کرنیکا اختیار اون لوگون کی پرورش
اور پرداخت مین حاصل رہیگا - جو میرے عزیز اور میرے وابستہ اور رشتہ دار اور خواجہ سرا
اور خادم ہین جسطرح مجھکو مناسب معلوم ہو اوسطرح اوسکو صرف مین لاؤن - مگر اس خیال سے کہ زندگی
چند روزہ ہے اور اس نظر سے کہ آیندہ کا بندوبست حتی القایم اور صحیح النفس و العقل ہونے
تک ضرور ہے اسلیئے مین تمام جائداد و اسباب نقد و جنس ظروف و جواہرات وغیرہ جو اب میرے
قبضے مین ہے تعدادی و قیمتی ستر لاکھ روپیہ بموجب فہرست علیحدہ مہری و دستخطی میرے کے بطور امانت
کے گورنمنٹ آنریبل کمپنی کے حوالے کرتی ہون اور جو بعد اس کے تا ایام زندگی میرے پاس جمع ہوگا
اوس کا بھی اختیار گورنمنٹ انگریزی کو اس غرض اور نیت سے دیتی ہون کہ اہالیان گورنمنٹ مذکور بنظر
دوستی قدیمہ جو اون سے میری زندگی مین میرے ساتھ مرعی رکھی ہے وہ میرے بعد بھی
مرعی رکھکر محافظ میرے اون تمام لوگون کو ہونگی جو میرے عزیز اور بھانجے بھتیجے اور رشتہ دار
اور خواجہ سرا اور متوسل ہین اور اونکی جاگیرین اور نقد تنخواہین ہر ایک شخص کی اور اولاد اونکے ورثا
کی میرے ذاتی روپیے کی آمدنی سے قایم اور جاری رکھینگی اوسی قدر جسقدر کہ مقرر ہوکر مسلکہ
مہری مین درج کی ہے تاکہ اس ذریعے اونکو مستغنی الاحتیاج رہکے - اسکے سوا گورنمنٹ انگریزی
میرے اون رشتہ دارون اور متوسلونکی حفاظت غیر کے ظلم و زیادتی کے مقابلے مین کریگی اور
اونکی اعانت اون مکانات اور باغات اور بازار اور دوکانات وغیرہ کے قبضے مین کریگی جو میری
زندگی مین اونکے قبضے مین ہونگے - اور اس کا بھی لحاظ رکھیگی کہ کوئی شخص اونکو یا اونکے ورثا کو
اونکے مقبوضات کی نسبت تکلیف نہ دیوے - اور چونکہ میرے ایماندار ملازم و ارباب [illegible] ناظرون
اور میری سرکار کے دوسرے نوکرون و خواجہ سراؤن و متوسلون نے مجھکو اب تک رضامند رکھا ہے
اور آیندہ بھی مجھکو میری زندگی بھر خوش اور رضامند رکھینگے - اسلیئے مین چاہتی ہون کہ آپ نے
کچھ منظور نہ کیا جاے اور نہ آپسے کچھ حساب و کتاب لیا جاے - صرف یہ امر ہو کہ میرے بعد فو

اونسی حسب الحکم میرے تمام جائداد و نقدی و اسباب مذکورہ بالا جو اب میرے قبضے مین ہی
اور اسکے بعد میرے پاس جمع ہوگا - انریبل کمپنی کو دلوا دین - اور اس تمام جائداد وغیرہ حساب وہ
بایمانداری دینگے - ماسواے رقوم پرورش مندرجہ فرد منسلکہ کے میرے ملازم دراب علیخان
کو تین لاکھہ روپیہ سکہ لکھنو میرے مقبرے کی تعمیر کے لئے اور ایک لاکھہ روپیہ نذرانہ کربلا و نجف اشرف
اور دوسرے مقامات متبرکہ کے لئے دیا جاوے - اور اوسکے صرف مین اختیار اوسی کا ہے اور
چونکہ وہ ایماندار اور راستکردار ہی اس لئے وہ اوس روپئے کو امور مذکورہ مین صرف کریگا اور مقبرہ
مذکور کے سالانہ صرف کے لئے دیہات پرگنہ بچھم راٹھ جنکی آمدنی دس ہزار روپیہ سکہ لکھنو ہی - وقف ہے جائین
اور جو کچھہ آمدنی مین بچے وہ صرف غربا اور مومنون کی خیرات کے صرف مین آوے جو اوس مقبرے
مین رہتے ہون تاکہ دلجمعی سے وہان رہین - میرے عزیزون - بھتیجون - اور بھانجون - اور خواجہ سراؤن
اور بیوہ اور رفاقتیون اور دوسرے متوسلین کا زر تنخواہ وقت پر میری جاگیر اور میری ذاتی جائداد کی
آمدنی سے دراب علیخان کو دیا جاوے اور وہ زر مذکور کو اُن مین تقسیم کریگا - اور اوس کی سفارش
اور بیانات اونکی نسبت جس قسم کے ہون اوسکی مطابق اونکا لحاظ کیا جاوے - تنخواہ اور رقوم مذکورہ بالا
کے دینے اور تمام کرنے کے بعد جو کچھہ نقد و جنس میری جائداد مین سے فاضل رہے اوسکا کل اختیار
گورنمنٹ انریبل کمپنی کو ہے جو چاہے کرے - اور جس طرح چاہے اوس کو صرف مین لاوے -
مگر چونکہ میرے متعلق واسطہ دار اور رشتہ دار جنکا ذکر فرد منسلکہ مین درج ہی جاگیرات و نقدی وغیرہ عطیہ سرکار
وزیر پر قابض ہین - اور یہ جاگیر وغیرہ اونکی وفات پر بخلاف رسم میری سرکار کے ضبط ہوجاوے گی تو یہ امر
گورنمنٹ انگریزی آنریبل کمپنی پر فرض ہوگا کہ وہ تنخواہ وغیرہ مندرجہ فرد تفصیل کے دینے کے بعد اسقدر
روپیہ اپنے قبضہ مین رکھے کہ وہ اُن رشتہ دارون اور واسطہ دارون کے پسماندگان کی پرورش
دوامی کے واسطے کافی ہو جنکی جاگیر وغیرہ وفات کے بعد ضبط ہوگی تاکہ کوئی میرے متوسلین وغیرہ مین سے
محتاج ہوکر خوار نہو - میجر جان بیلی صاحب رزیڈنٹ فیض آباد کو خود بیگم صاحبہ کے پاس گئے - اور
اونکے ہاتھ سے فرد جمع خزانہ تفصیلی چونسٹھہ لاکھہ روپیہ کی حاصل کی - بیگم صاحبہ نے رزیڈنٹ
کو یہ بھی اطلاع دی کہ اس رقم کے سوا اونکے پاس ایک لاکھہ روپیہ نقد اور پانچ لاکھہ کا جواہرات وغیرہ
بھی اون کے مکانات مین موجود ہی - فرد منسلکہ امانت نامے کی رو سے کل دو لاکھہ چھیانوے ہزار
نوسو تیرہ روپیہ سالانہ یا چوبیس ہزار سات سو اڑتالیس روپیہ ماہوار دینا منظور ہوا -
اس فرد کے آخر مین بیگم صاحبہ کی طرف سے مضمون تحریر ہوا تھا کہ میرے بھائیون نواب مرزا علیخان

اور نواب سالار جنگ کے خاندان کی تنخواہ ویسی ہی رہیگی جیسے نواب آصف الدولہ کے عہد میں تھی اور گورنمنٹ انگریزی اونکی رعایت اور اعانت ہر موقع پر کیا کریگی اور اگر آیندہ قابضان حال کی وفات کے بعد تنخواہ مذکور یا جزو تنخواہ اونکی نواب وزیر ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب درخواست مندرجہ امانت نامہ کے اوسکی نسبت عمل کریگی یعنی میری جاگیر کی آمدنی مین سے یا میری جایداد مین سے جو اوسکے سپرد ہوگی معقول تنخواہ اونکی مقرر کردیگی مرزا قاسم علیخان کی تنخواہ بھی اوسی حال پر رہیگی جیسے نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھی۔ اور گورنمنٹ انگریزی اونکی بھی اعانت ہر موقع پر میری وجہ سے کریگی اور اگر آیندہ مرزا قاسم علیخان کی وفات کے بعد نواب وزیر اونکی کل یا جزو تنخواہ ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامہ کے عمل کرے یعنی اونکے ورثا کی تنخواہ معقول میری جاگیر یا جایداد امانتی دیا کرے اور احتفاظ خاص محل کی تنخواہ محال گونڈہ سے مثل سابق بلا کر اور اوس محال کے اہلکار بموجب فرد نامہ کے تنخواہ دیا کرین اور اگر آیندہ لطف النسا اور مرزا محمد تقی خان اور مرزا نصیر یا اونکی اولاد کی کل یا جزو تنخواہ نواب وزیر ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامہ کے عمل کرے یعنی میری جاگیر یا جایداد امانت کی آمدنی سے اونکی معقول تنخواہ و مرزا جھجو کی اولاد کی تنخواہ میری وفات کے بعد مثل سابق کے جاری رہیگی۔ اور اگر ضبط ہوجاے تو گورنمنٹ انگریزی اونکو گذارہ کے لیے میری جاگیر یا جایداد امانت کی آمدنی سے معقول تنخواہ مقرر کردے تنخواہ ہوا جو شجاع الدولہ کی جاگیر کی عوض مین مقرر ہوئی تھی اونکی اولاد اور متوسلونکو دیجاویگی ورنہ گورنمنٹ انگریزی معقول تنخواہ اونکے لیے میری جاگیر یا جایداد امانت کی آمدنی سے دیدے اون تنخواہونکی نسبت تھا جو نواب وزیر سے اون لوگون کے لیے مقرر تھین۔ نواب سعادت علیخان جب تک زندہ رہے اونھون نے اس امانت نامہ کا حال نہین کھلا اونھون نے ۱۱ جولائی سنہ ۱۸۱۴ء کو وفات پائی۔ اس امانت نامہ کو گورنمنٹ انگریزی نے قبول کرلیا اور اوسکی تعمیل کی ضامن ہوئی کہ جہان تک اونکے متعلق ہو تعمیل اوسکی ہوگی اور جب بھی اوس کے لیے یہ قایم کردی کہ بیگم کا رتبہ ایسا عالی ہے اور نواب وزیر سے اوسکا ایسا رشتہ ہے کہ وہ اوس رعایا تو مستثنے ہے جسکے کل سرے مال کا مالک بادشاہ ہوتا ہے اسے اونکی جان و مال کی وارث وہی سرکار ہوتی ہے جو خود نواب کی مسند نشینی کا سبب ہوئی ہے بہو بیگم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی دولت کو جس طرح چاہین خرچ کرین بشرطیکہ وہ صرف نواب کی ریاست کے لیے مضرت رسان نہو اور جب اونکا انتقال ہوگا تو سرکار کمپنی اونکی ساری دولت نواب اور ملک اودہ کی رفاہ عام کے کامون مین خرچ کرنے کے لیے دیدیگی۔ تدابیر مجوزہ سکا

رضا۔ بہو بیگم کی مرضی سے نواب غازی الدین حیدر پر کیا گیا اور اونکا اطمینان کیا کہ بعد وفات بیگم
کے گورنمنٹ اونکو وارث منظور کریگی۔ بشرطیکہ تمام ہبہ و امانت نامہ کی تعمیل وہ کرینگے۔ اس تجویز
کی نسبت نواب نے اپنی رضامندی بذریعہ تحریر مرقومہ ۱۴ - اگست ۱۸۱۶ء ظاہر کی۔ اور جناب عالی
صاحب رزیڈنٹ کی چٹھی کے جواب میں اس ہبہ کے بہانے اور بے تمام نواب نے گورنمنٹ
انگریزی کے عطوفت اور فیاضی کا اس باب میں جو شکریہ ادا کیا ہے وہ مفتی اور نواب کی عقل
و دانش کی داد دینے کے قابل ہے۔ نواب نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میرے پاس کی چٹھی مرقومہ
۱۹ - جولائی ۱۸۱۶ء پہنچی نہایت خوشی ہوئی آپنے لکھا ہے کہ آپکے پاس گورنر جنرل کا حکم پہنچا ہے
کہ آپ مجھے معاملہ فیض آباد وغیرہ سے اطلاع دیں اور میں تمام کاغذات مرسلہ نہایت غور اور خیال سے
پڑھے سچ تو یہ ہے کہ اس سرکار کا کبھی کوئی ایسا دوست صمیمی اور رفیق دلی تھا اور نہ آئندہ ہوگا جو ایسی
بیغرضانہ دوستی رکھتا ہو جیسی گورنمنٹ آنریبل کمپنی رکھتی ہے جسنے بغیر لحاظ اپنے فائدے کے
اسقدر قیمتی جائداد کے لینے سے انکار کیا جو نواب بہو بیگم صاحبہ اونکے نام کرتی ہیں اور یہ قرار دیا کہ
وہ سب جائداد بعد ادا کرنے تنخواہ و سالانہ وغیرہ کے جو بیگم صاحبہ نے صدق نیت سے اپنے رشتہ داروں
اور متوسلوں کے نام کیا ہے اور گورنمنٹ انگریزی نے اوسکی ادا ہونے کا وعدہ کیا ہے مجھکو دیجائے
جو میرے دل پر اسکا اثر پیدا ہوا ہے اوسکے بیان میں قلم قاصر ہے اور دل میں نہایت خوشی
اون تجویزوں کو منظور کرتا ہوں جو گورنر جنرل نے نسبت جائداد مصارف مقبرہ بیگم صاحبہ اور دوسرے
اخراجات مندرجہ وصیت نامہ کے لئے دینے کو مجھے لکھا ہے بموجب اوسکے میں اس تحریر کی رو سے
اقرار کرتا ہوں کہ جب بہ قضاے الہی میری دادی اس جہان فانی سے انتقال کرینگی تو جائداد متعلقہ
مجھکو جائداد ملیگی تو سہ ہزار روپیہ سالانہ کے علاوہ جو کہ مصارف مقبرہ بیگم صاحبہ کے لئے عطا کئے جا چکے
اور اسکے سوا تمام تنخواہیں اور زر پرورش جو بیگم صاحبہ کے رشتہ داروں کی نام پر ہے اور اسکا کہ
اونکو اس سرکار سے ملتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے اونکی اور اون کے ورثا کے نام قائم اور جاری
رہیگا۔ اور کچھ کمی اوس میں نہوگی آپ کو اپنا دوست صمیمی اور خیر خواہ سرکار کے میں چاہتا ہوں
کہ آپ بلاتوقف یہ سب مراتب گورنر جنرل بہادر کی خوشنودی کے لئے [illegible]
۵ - دسمبر ۱۸۱۵ء کو وفات پائی اور جائداد قیمتی ستر لاکھ روپیہ کی [illegible] چھوڑی - جبکہ لارڈ
ہیسٹنگز لکھنؤ میں رونق افروز ہوئے تو بہو بیگم مطمئن نہیں - دارا بیگم علی [illegible] بیگم صاحبہ کے ایک
کاغذ کے سوال و جواب کے لئے لکھنؤ میں آیا تھا خلعت سے سرفراز ہو کر [illegible] تھا - گورنر جنرل [illegible]

حب بیگم کی جاگیر اور مال و اسباب فیض آباد کا قضیہ یوں چکا دیا/فرمایا کہ نواب صاحب اس ملک کے مالک
اور مال و اسباب کے وارث ہیں [illegible] ہونا وہاں کے اسباب کا منظور نہیں - بہو بیگم صاحبہ کی وفات
کی وجہ سے ہزاروں آدمی بیکار اور بے معاش ہو گئے تھے اہالیان کمپنی اور ریاست کے افسر فیض آباد
میں [illegible] سے اور سلون [illegible] کا علاقہ بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر کی جاگیر میں مقرر ہوگیا
راجہ بختاور سنگھ [illegible] کو نواب سعادت علیخان نے ترقی دی تھی اور نہایت ہوشیار آدمی تھا معتمد الدولہ
کی جانب سے بہو بیگم کے خزانے کی موجودات کے لیے بھیجا گیا - اوس کے ساتھ اور کئی معتمدی
بھیجے اور ریذیڈنٹ نے اپنے اسسٹنٹ کو بھیجا اور اوس کے ساتھ منشی حیدر گیا اور مرزا پناہ علی
[illegible] افسر [illegible] تخلص [illegible] کی وجہ سے اس جماعت کے شریک تھا داراب علیخان خواجہ سرا نے
خزانے کی کنجی اسسٹنٹ کے سپرد کر دی اور چند عرصہ کے بعد اوس کا انتقال ہوگیا - یہ شخص [illegible] تھا
اسکے مرنے کے بعد بہو بیگم کے مال و اسباب میں خیانت پیدا ہونے لگی - راجہ بختاور سنگھ کا صاحب
ثروت ہونا اوس وقت سے مشہور ہے - اور جو کوئی اس معاملہ میں شریک تھا وہ بھی صاحب دولت بن گیا -
جو کچھ نقد [illegible] بیگم کی سرکار سے منشی میں آیا تھا فتح علی خان کی جس کا خطاب ظفر الدولہ بہادر تھا تحویل
میں داخل ہوتا تھا اور اوس کے [illegible] خزانے سے زائد خزانہ ریذیڈنسی میں داخل ہوتا تھا
اور بہو بیگم نے متعلقین کی [illegible] کی داروغگی کا عہدہ اصغر علی خان اور مرزا حسین علی خان بن نواب
قاسم علیخان نے ریذیڈنٹ سے سفارش کر کے پناہ علی منشی کو دلایا - یہ عہدہ اگرچہ گمنام تھا مگر در پردہ
فوج عظیم اسمیں حاصل تھی - تھوڑے ہی عرصے میں یہ شخص لاکھوں روپے کا آدمی ہوگیا - پناہ علی
کی وفات کے بعد معتمد الدولہ اور مرزا حسین علی خان کو [illegible] ریذیڈنٹ کیا کہ پیشکش نذر کرے
تو پناہ علی کا قائم مقام بنایا جائے اسکی وجہ یہ تھی کہ حسین علی خان کو نواب سالار جنگ اور قاسم علیخان
سے [illegible] حاصل کرنا منظور رہتا لیکن صاحب
ریذیڈنٹ کو مرزا محمد تقی خان کی [illegible] منظور تھی اسلئے حسین علی خان اوس جگہ پر مقرر نہ ہو سکا - مرزا
محمد تقی خان مالک تھے اور گویا فیض آباد کے نواب تھے بی بی لطف النساء بیگم جو بہو بیگم کی روشنی چشم
تھی وہ اوسکے نکاح میں تھی مرزا احمد خلف مرزا تقی خان اسکے بطن سے تھے - صاحب ریذیڈنٹ
نے فیض آباد کے تمام معاملات کا انتظام محمد تقی خان کی رائے پر رکھا اور گنگا پرشاد کا بیٹا تقسیم
وثیقہ کے واسطے نوکر ہوا - اور چند سال میں اتنی دولت جمع کی کہ نئی عمارتیں اور باغات تیار کرائے
پھر ایک مدت تک یہ کام مرزا احمد سے متعلق رہا - مگر یہ شخص [illegible] گنگا پرشاد کی وجہ سے آخر کار

کہانی مین پڑا اور اسقدر مناقشہ اہل و فائق مین پیدا ہوا کہ اوس کے نفقے دست بدست قرار پائے اور بہو بیگم کے تمام اسباب پر اختیار کامل نواب غازی الدین حیدر کو رہا - بہو بیگم کی وفات کے بعد یہ تجویز ہوئی تہی کہ اونکی جائداد کے بارے مین جو شرائط قابل تعمیل گورنمنٹ انگریزی اور نواب کے درمیان ہون اونکی نسبت عہدنامہ تحریر ہو مگر نواب اسپر راضی نہوئے اور اونہون نے بیان کیا کہ جو ایک عہدنامہ سنہ ۱۸۱۳ء مین ہوچکا ہے اور عہدنامہ کیا ضرور ہے - اسلیے گورنمنٹ انگریزی نے اصرار اس امر مین نہین کیا - بہو بیگم کی تمام ذاتی جائداد نواب کے سپرد ہوئی - اور اوسمین سے ۵۵ لاکھ ۵۸ ہزار ۲۰۰ روپیہ انگریزی خزانے مین داخل کیے کہ اوس کے سود سے ادا ہو بموجب کاغذ امانتداری کے جائداد پسماندہ بہو بیگم سے شرط تہی ادا کی جائے کو مانی کہتے ہین لینگے ہوا اور اکثر جاگیرین ایسی نہین کہ اونہی خزانہ اودہ سے شرط اور اگر نواب اونہین کم کرتے یا اونکو موقوف کرتے تو گورنمنٹ انگریزی اسقدر روپیہ وثیقہ دارون کو جائداد پسماندہ بیگم سے دلوادیتی اور اس قسم کے وثیقے سے مرزا علی اور سالار جنگ اور اوسکے تین بیٹون یعنی مرزا قاسم علی و اکبر علی اور اصغر علی اور خاص محل کے واسطہ دارون کے وثیقے متعلق تھے - مرزا علی اور سالار جنگ اور اوسکے تین بیٹون کے وثیقے اس انتظام مین شامل ہوگئے جو وزیر سے پہلے زرقرضہ اودہ کے باب مین عمل مین آیا تہا اور خاص محل کا وثیقہ جو لطف النساء اور مرزا محمد تقی خان اور مرزا نصیر اور انکی اولاد کے نام پر ہے اور جسکی تعداد ۳ ہزار روپیہ ماہواری ہے ضمانت انگریزی کی رو سے اونکی تعلق ہوا - یہ وثیقہ ضمانتی کہلاتا ہے -

زر قرضہ جو گورنمنٹ انگریز کو دیا گیا

سنہ ۱۸۱۴ء مین جو نواب وزیر نے ایک کروڑ آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو قرض دیا تہا اوس کا سود بحساب چھ روپیہ سیکڑی سالانہ قرار پایا تہا اس کے سود کی نسبت یہ قرار پایا کہ سود کا تمام روپیہ جسکا ماہواری چوّن ہزار دو سو پچاس روپیہ اور سالانہ چھ لاکھ اکیاون ہزار روپیہ ہوتا ہے وثائق مین دیا جائے اور یہ بھی مقرر ہوگیا کہ جو وثیقہ ضبط ہوگا اوس کا اصل روپیہ سرکار اودہ کو واپس ملے - پنشن مذکور یکم ذی حجہ سنہ ۱۲۲۹ ہجری مطابق ۱۷ - نومبر سنہ ۱۸۱۴ء سے شروع ہوئی -

نام وثیقہ دار	تعداد زر وثیقہ ماہوار	تعداد زر وثیقہ سالانہ
شاہزادہ مرزا سلیمان شکوہ	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
نواب شمس الدولہ مع خاندان و متوسلان	۱۶۶۶۱ روپیہ ۱۰ آنہ ۶ پائی	دو لاکھ روپیہ
متعلقان شمس النسا بیگم ۵ شخص	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ
مرزا شجاعت علیخان	۲۸۰۰ روپیہ	۳۳۶۰۰ روپیہ
مرزا [illegible]	۱۶۴۷ روپیہ	۱۹۷۶۴ روپیہ
خاندان مرزا علیخان و سالار جنگ	۳۶۲۷ روپیہ ۱۱ آنہ ۵ پائی	۴۳۷۰۸ روپیہ ۱۳ آنہ
مرزا قاسم علیخان	۳۳۹۹ روپیہ	۴۰۷۸۸ روپیہ
اکبر علیخان و اصغر علیخان	۲۱۰۹ روپیہ ۶ آنہ	۲۵۳۱۲ روپیہ ۸ آنہ
متعلقان طیبہ بیگم ۱۴ شخص	۷۶۶۳ روپیہ ۲ آنہ ۶ پائی	۹۱۹۳۳ روپیہ ۱۴ آنہ
مرزا رمضان علیخان	۴۸۵۱ روپیہ	۵۸۲۱۲ روپیہ
متعلقان حسین علیخان و لدھیر بیگ خان ۳ شخص	۲۰۰۰ روپیہ	۲۴۰۰۰ روپیہ
متوسلان و متعلقان تحسین علیخان ۹ شخص	۷۷۵ روپیہ	۹۳۰۰ روپیہ
میزان کل	۵۴۲۴۳ روپیہ ۹ پائی	۶۵۰۹۰۴ روپیہ
فاضل	۷ روپیہ ۱۵ آنہ ۳ پائی	۹۵ روپیہ ۷ آنہ
مجموعہ ہر دو	۵۴۲۵۰ روپیہ	۶۵۱۰۰۰ روپیہ

سنہ ۱۸۱۵ء میں کثرت مصارف جنگ نیپال کی وجہ سے ایک کرور روپیہ کی سو فیصدی چھ روپیہ سالانہ سود پر درخواست کی گئی مجبوری وہ بھی اونھوں نے قرض کی طور پر دیدیے۔ مگر جب جنگ ختم ہوئی تو قرض کے عوض ضلع کھیری گڑھ اور ملک ترائی جو گورکھوں سے لیا تھا نواب وزیر کو دیا گیا۔ یہ علاقہ دریاے گھاگرہ اور گورکھپور کے درمیان واقع ہے اور نواب وزیر کو پرگنہ نواب گنج بھی جو ضلع گورکھپور کا جزو تھا دیا گیا اونکا پرگنہ مہدیا عرف کھوہی جو ضلع پرتاب گڑھ نواب میں شامل اور درمیان اضلاع انگریزی جونپور اور مرزاپور اور الہ آباد کے واقع تھا گورنمنٹ انگریزی نے تبادلے میں لے لیا نواب گنج کا محاصل مہدیا کے مساوی تھا۔ اس بارے میں ایک عہدنامہ یکم مئی سنہ ۱۸۱۶ء مطابق دوم جمادی الآخر سنہ ۱۲۳۱ ہجری کو مسٹر [illegible] صاحب رزیڈنٹ کی معرفت لکھا گیا۔ جو رزیڈنسی کے لیے لکھنؤ میں جناب بیلی صاحب

کی جگہ مقرر ہوکر آتے تھے - نیپال کی مہم مین غازی الدین حیدر نے تین سو ہاتھی بھی انگریزونکے پاس مدد کو بھیجے تھے -

معتمد الدولہ آغا میر کا قید ہونا

معتمد الدولہ کے زوال کی صورت کئی وجہہ سے ظہور مین آئی (۱) کسی شخص نے آمد و رفت کے دروازہ پر اس مضمون کا ایک کاغذ چسپان کر دیا کہ علی نقی خان اور معتمد الدولہ دونون شیر و شکر ہو رہے ہین غازی الدین حیدر کو اس مضمون سے اطلاع ہوگئی تو یہ منظور ہوا کہ معتمد الدولہ کو سزا دیجاے (۲) شہر مین تبرا کا یہ زور ہوا کہ ساتوین اور آٹھوین محرم کو آغا باقر مرحوم کے امام باڑے مین اہل سنت اور اہل شیعہ مین بہت دنگہ ہوا - یہانتک کہ جو علم دیوڑھی خاص محل اور خورد محل سے اُٹھے تھے وہ گرا دیے گئے اور نوبت کشت و خون کی آ گئی - اور فرنگی محل کے کوچے مین مرزا جعفر اور مرزا حاجی کے مکانون کے قریب وہ شور و ہنگامہ برپا ہوا کہ شیعون نے ادن اہل شام اور کوفہ کے جو جناب امیر اور اونکے صاحبزادون سے لڑتے رہے نام لیکر سو سلان کمپنی وسکو سے لندن وغیرہ کے حق مین ایسے شور و شر سے تبرا کی بوچھار کی کہ صاحب رزیڈنٹ نے نواب وزیر سے اس بات کی شکایت کی (۳) کاربردازان کمپنی کی سلطنت پر یہ شکایت پیش ہوئی کہ قحط سالی مین غلے کی گرانی مین رعایا سے کثرت سے رشوت لیتے رہے جس سے رعایا کو بڑی پریشانی کا سامنا ہوا (۴) معتمد الدولہ نے آمدنی ملک کو اپنی ذات خاص کے مصارف مین اس کثرت سے خرچ کرنا شروع کیا کہ ریاست کے ملازمون کو تنخواہ تقسیم نہو سکی (۵) معتمد الدولہ کا بھائی منیر روشن علی اہل حرفہ پر ظلم و تعدی کرتا تھا کسی سوداگر سے سو روپئے کا اسباب مول لیتا تو اوسکو دس روپئے بھی مشکل دیتا تھا اور لوگون کو ہر طرح کا دکھ دیتا رہتا تھا - اور معتمد الدولہ اس کا کچھہ انتظام نہین کرتے تھے -

(۶) معتمد الدولہ نے دولت پورے مین اپنے واسطے عمارات تیار کرائی تھین تو ہزارون مکانات پختہ و خام رعایا کے کھود کر خاک مین ملا دیے گئے اور مکان والے پریشان حال مارے مارے پھرنے لگے - اور اگر کسی کو مکان کا معاوضہ دیا تو ہزار مین سو روپئے دیئے - اور مکانات کے خرید لینے اور خالی کرانے مین وہ عجلت کی کہ مکانات والون کو اپنا اسباب اوٹھانا مشکل تھا - غرض اس ظلم و تعدی کے ساتھہ کئی محلے کھود کر معتمد الدولہ کی عالی شان عمارت مینایا شہر میں تیار ہوئین غریب ہندو مسلمانونکے نالے گوش فلک تک پہنچے مگر بادشاہ کے

کا اذن تک پہنچنا کمال دشوار تھا کیونکہ کسی کی عرضی معتمد الدولہ کی نظر ثانی کے بغیر نواب تک جا نہ سکتی تھی
اتفاقاً کسی کی عرضی نواب بیگم ملاحظہ تک پہنچ ہی جاتی تھی تو معتمد الدولہ عرض کرتے تھے کہ شہر
کے کبھی تماشے ہیں اور کچھ ہوتی ہے جسکی وجہ سے کبھی وسیع سرکار کی گذر مشکل ہو جاتا ہے مکان تو کسی
شکست و ریخت آراستگی کے لئے ظہور میں آتی ہے اور سرکار کی قیمت خاطر خواہ صاحب مکان کو دیجاتی ہے
لیکن یہ بعض لوگ اس پردے میں چاہتے ہیں کہ بندگان عالی کو مجھ سے ناراض کردیں - خلاصہ
یہ ہے کہ ایک عجیب طرح کا گرداب بلا میں پڑی تھی - اور کسی کی بددعا کا اثر آغا میر پر نہ ہوتا تھا - معتمد الدولہ
کا دماغ آسمان پر تھا - اپنے آپ کو ولیعہد سلطنت سے کم نہیں سمجھتے تھے اور اب معتمد الدولہ کو یہ منظور ہوا
کہ عامل صاحب کو جو بادشاہ بیگم اور میر فضل علی کیطرف سے مامور تھا موقوف کرکے اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص
کو وہاں مقرر کریں اور ولیعہد کی سرکار کی دیوانی کسی اپنے رفیق سے متعلق کریں -

(...) فرخ آباد کے سفر میں اکثر حرکات ناملایم ولیعہد کی نسبت عمل میں آئے - تفصیل اسکی یہ ہے
کہ جب گورنر لارڈ ہاسٹنگز ممالک مغربیہ سے پھر کر فرخ آباد میں آئے تو معتمد الدولہ و ولیعہد نصیر الدین حیدر
ملاقات کو گئے - گورنر جنرل کے ہاں سے چار پانچ انگریزی افسر استقبال کو آئے اور ولیعہد کو لیجا کر کشتی میں
ٹھیرایا - پہلے دن ولیعہد گورنر جنرل کی ملاقات کو گئے تو محفل تنہائی میں یورپین لیڈیوں کا ناچ ہوا -
معتمد الدولہ گورنر جنرل کی خدمت میں معاملات کے سوال جواب کے لئے آمد و رفت رکھتے تھے اونھوں نے
گورنر جنرل پر ظاہر کیا کہ نواب کے خزانے پر کو مجھکو قابو تھا - مگر آپ کی اسقدر کی وجہ سے نواب کو سمجھا کر روپے
کی سبیل ظہور میں لایا اوہر خوشامدیوں نے ولیعہد کے مزاج میں یہ آگ لگادی کہ معتمد الدولہ کی گرم بازاری گورنر
جنرل کے پاس گرم ہے اور حضور کو کوئی پوچھتا بھی نہیں - اور انکی سواری کی رونق حضور کی سواری سے
زیادہ ہوتی ہے - ولیعہد کے مزاج میں معتمد الدولہ کیطرف سے بل پیدا ہوگیا - اتفاقاً ایکدن اصلی فیل بھی چلیا
کا اہل لشکر کے پیچھے گر گئے - بلکہ جس خیمے میں ولیعہد بیمار رہتے تھے وہ بھی سرنگوں ہوا قریب تھا کہ بالکل گر پڑے
اور معتمد الدولہ کے خیمے کو ہزارہا فراشوں کے سوا اعلیٰ عالیشان درست تھا سکے
سکے گرنے سے محفوظ رہا - ایسی باتوں سے بادشاہ بیگم کے دلمیں آگ لگ گئی - اور معتمد الدولہ کیطرف
دلمیں سرد مہری پیدا ہوگئی - اور انگریزوں کے ساتھ جو انکو خصوصیت حاصل ہوگئی تو اس وجہ سے
خود بادشاہ کا مزاج جل بھا اور یہانتک نوبت پہونچی کہ اکثر ان کہنے لگے کہ معتمد الدولہ کو ہمنے آبرو دی
مگر انگریزی دوستی نے اوس کا دل ہماری دولتخواہی سے پھیر دیا اسطرح اکثر الفاظ شکایت میر
علی محمد خان اور محمد علی خان اور صمصام الدولہ کے روبرو نکلا کرتے جب معتمد الدولہ فرخ آباد سے

واپس آئے تو نواب نے اونکو نظر بند فرمایا کر ارشاد کیا کہ اب دیکھتا ہون کہ کون اوسکی ضمانت کرتا ہے اور
حکم دیدیا کہ بدون طلب ہمارے سلام کو نہ آیا کرے ۔

اون عمائد کے حالات جوان دو برسون کے اندر لکھنو مین آئے اور بعض لکھنو مین رہ کر ملک عدم ہوئے

(۱) نواب مظفر خان ابن اشرف الوزرا شاہ ولی خان وزیر احمد شاہ درانی تلاش معاش کے لئے لکھنو مین
آئے اور محلہ حیدر آباد مین جو نیا آباد ہوا تھا ٹھیرے ابھی کوئی مستقل سلسلۂ روزگار پیدا نہوا تھا ۔ صرف
معتمد الدولہ کے ذریعہ سے مددخرچ کی صورت ظہور مین آئی تھی کہ بیمار ہو کر دار فنا سے گذر ے ۔

(۲) عباس قلی خان جو کہ باپ منیر الدولہ شاہ عالم کے وقت الہ آباد مین ناظم تھے آئے یہ صاحب نہایت
متین اور نازک طبع تھے اور اپنے باپ کی جاگیر مین نواح عظیم آباد کی طرف رہتے تھے ۔ زیارت کربلائے
معلی اور نجف اشرف سے مشرف ہو کر ایران سے لوٹ کر لکھنو مین آگئے اور مجرے کے وقت سنہری
پیشتی نواب کی نذر کی اور ایک کتاب اپنی تصنیف کی ہوئی پیش کی ۔ اس کتاب مین اپنے سفر عرب و عجم کے حالات
بیان کئے تھے ۔ اقوام ذکیتی پیشہ کے ہاتھون جو مصائب اوٹھائے تھے اور اونکے پنجۂ عذاب مین
گرفتار ہو کر دو تین لاکھ روپیہ کا اسباب برباد کیا تھا ۔ حال مفصل بیان کیا تھا کئی برس کے بعد ان کا کئی
ہزار روپیہ مشاہرہ قرار پایا ۔

(۳) نواب قاسم علیخان ابن نواب سالار جنگ نے قضا کی ۔ یہ نواب عمدہ عمدہ کہانون کے بڑے
شوقین تھے بلکہ خود اچار سر بستہ بنانے مین مشاق تھے ۔ اور ہاتھی گھوڑے اور تلوار کو خوب پہچانتے تھے
نغمہ و سرود اور مرثیہ خوانی مین داد و ثانی تھے ۔ بوجہ دولتمندی کے حکام انگریزی اونکی بہت عزت کرتے
تھے ۔ گورنر جنرل سے بھی روشناس تھے ۔ قاسم علیخان کے بعد ان کے بیٹے حسین علیخان اور بھائی
نوازش علیخان اس گھرانے کے سربرآوردہ تھے ۔

(۴) نوازش علی خان ابن نواب سالار جنگ نے انتقال کیا ۔ یہ بھی بڑے دولتمند تھے جو صفات
ان کے بھائی قاسم علیخان مین تھے وہ انمین نہ تھے ۔

(۵) رمضان علی خان جو کی بہن نواب سعادت علیخان کے حرمون مین داخل تھی اور اسوجہ سے
نواب کے مقرب اور ندیم تھے اور بیش قرار مشاہرہ رکھتے تھے اور دولتمند آدمی تھے اور انکی نسبت

نواب سعادت علی خان کو زہر خورانی کا شبہ ہوا تھا ۔ جب قبضہ اجل ہوئے انکی تنخواہ انکے بیٹو نپر مقرر ہوئی ۔

(۶) گلزاری مل خزانچی کا خزانہ حیات قزاق قضا نے لوٹ لیا ۔ اس شخص کی عادت گنجن دروازہ کے قریب اور دریا کنارہ میں بلند اور وسیع تھی ۔ یہ تمام مکانات غدر کے بعد مسمار ہوئے یہ شخص قوم کا بنیا تھا راجہ دلسے رتن چند کی وجہ سے معتمد الدولہ کا ملازم ہوا ۔ نواب سعادت علیخان کے عہد میں تقسیم سپاہ کے خزانہ کا حسین دو کروڑ روپیہ ہمیشہ موجود رہتا تھا خزانچی تھا اسکے مکان عالیشان کا دروازہ صحن حیدر باغ اور عمارات نگینہ محل کے مقابل سر بازار واقع تھا حکم ہوا کہ وہ کھود کر زمین ہموار کر دیجائے ۔ لیکن مکاندار نے کچھ نذرانہ دیکر اوسکی بلندی کچھ پست کر دی ۔

(۷) نواب مدار الدولہ امراسے نامی شاہجہان آباد سے تھے پرگنہ مجھ سہہ متعلقہ خیرآباد جسکی جمع پچاس ہزار سالانہ تھی اونکی جاگیر میں تھا ۔ یہ نواب مدت سے علیل تھے ۔ نواب وزیر سے اور گورنر جنرل کے دربار میں نفرتی باہونکی لہولی پر بیٹھ کر جایا کرتے تھے آخرکار مر گئے ۔ ترکہ کے واسطے ورثا میں نزاع پیدا ہوا ۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ ڈگری سرکار دولت مدار غفران مآب محمد علیخان کے نافذ ہوا اور جاگیر ضبط ہو کر پانچہزار روپیہ ماہوار نقد خزانہ عامرہ وزارت سے عنایت ہوتا ہے ۔ اور اس رقم میں نواب مہدی علیخان اور نواب احمد علی خان اور نواب حید علی خان کی بھی تنخواہ قرار دیجاے ۔

(۸) تجمل حسین خان پسر علامہ تفضل حسین خان نے انتقال کیا ۔ علاقہ ...... جو جاگیر انکی ساٹھ ہزار روپئے کی تھی وہ انگریزوں کی حمایت سے احمد حسین خان اور حیدر حسین خان فرزندان تجمل حسین خان پر بحال و برقرار رہی ۔ گو سرکار پرداز ان ریاست نے مداخلت کی ۔ مگر انگریزی حمایت کی وجہ سے چل سکی ۔

(۵)
مرزا حاجی کا کار نیابت انجام دینا ۔ مگر آخر کار دوبارہ معتمد الدولہ کا بحال ہوجانا

معتمد الدولہ آغا میر کے نظربند ہونے کے بعد نیابت کا کاروبار مرزا حاجی چلاتے تھے ۔ اور بادشاہ بیگم کی جاگیر کا کام آفرین علیخان خواجہ سرا کرتا تھا ۔ اور سلطانپور کا علاقہ مرزا حاجی کے چھوٹے بھائی مرزا حسن سے متعلق تھا ۔ معتمد الدولہ نے خیال کیا کہ بادشاہ بیگم کی آزردگی اپنے منصب نیابت کی بربادی کا باعث ہی ۔ اس فکر و تدبیر میں عقیدتی شروع کی کہ اونکا دل صاف ہو جائے ۔ کوئی دقیقہ سحر و افسون و طلسم و دعا و تعویذ وغیرہ مذہب اہل سنت والجماعت سے باقی نرہا ۔ کہ جو ظہور میں نہیں آیا

آخر کار سبحان علیخان نے بی بی قطبی کے ذریعہ سے بادشاہ بیگم کا آئینۂ دل زنگ آزردگی سے صاف کیا اور صفائی کی صورت پیدا ہوکر آغا میر اٹھارہ ماہ معطل رہنے کے بعد پھر خلعت نیابت سے مع نوبت ونقارہ سرفراز ہوئے ۔ اس عرصے میں مسٹر اسٹریچی لکھنؤ سے چلے گئے اور کچھ دنوں مسٹر شیبر اسسٹنٹ قایم مقام رزیڈنٹ رہے ۔ پھر مسٹر جان منکٹن جو سابق میں دفتر فارسی کلکتے میں سکرٹری اور رزیڈنٹ نیپال رہے تھے عہدہ رزیڈنسی لکھنؤ پر مامور ہوکر آئے ۔ کچھ دنوں کے بعد یہ بھی مستعفی ہوکر ولایت کو چلے گئے اور اس عہدے پر مسٹر رکٹس صاحب مقرر ہوئے ۔

نواب غازی الدین حیدر کا بادشاہ بننا اور شاہ زمن لقب اختیار کرنا آغا میر کو وزارت ملنا

نواب اودھ کی ٹکسال میں جو سکہ جلوس برٹش کا ہر سال بنا پڑتا تھا وہ کچھ نمونے کے طور پر کلکتے کو بھیجا جاتا تھا نواب غازی الدین نے اپنے جلوس کے تیسرے سال سکے کی یہ صورت مقرر کی کہ ایکطرف شاہ عالم[1] کا نام تھا اور دوسری جانب مچھلی کی صورت اور اودھ کا نام تھا ۔ اور مچھلی کی صورت بنانے کی رسم قدیم تھی اس وجہ سے کہ جب صفدر جنگ صوبہ اودھ میں داخل ہوئے تو پہلی پہل داخلے کے وقت مچھلی پر نظر پڑی اسلئے اسکو نیک شگون خیال کرکے سکے میں رواج دیا ۔ یہ بیان بعض مورخوں کا ہے ۔ مگر ہم برہان الملک کے حالات میں ایک اور تاریخ سے لکھ چکے ہیں کہ جب برہان الملک صوبہ دار اودھ ہوکر اس ملک پر قبضہ کرنے کے لئے آئے اور گنگا کو عبور کرنیکے لئے کشتی میں سوار ہوئے تو ایک مچھلی جست کرکے اونکے دامن میں آپڑی وزرا نے اوس کو شگون نیک جانکر رکھ چھوڑا ۔ چو واجد علیشاہ کے عہد تک رہی ۔ گوشت دور ہوکر ہڈیاں رہگئی تھیں ۔ بہر صورت نواب نے اس قسم کے

---

[1] شاہ عالم کا سکہ ۱۲۲۵ ہجری تک تمام ہندوستان میں جاری رہا ۔ اونھوں نے بیاسی برس کی عمر میں ۷ رمضان ۱۲۲۱ ہجری کو انتقال کیا ۔ پورے نام ۴۸ سال قمری اور پانچ مہینے تک بادشاہت کی جسمیں سے ۱۲ برس اور ۵ مہینے بہار اور الہ آباد میں بسر کئے دہلی میں ۱۷ برس دونوں آنکھوں کی بینائی کے ساتھ گذارے اور ۱۹ سال نابینائی کی حالت میں کاٹے اونکے سکے کا شعر یہ ہے ؎

حامی دین محمد سایۂ فضل اله ٭ سکہ زد بر ہفت کشور شاہ عالم بادشاہ

سکے سکوک کرا کر کلکتہ کو بھیجے۔ جیت رائے اور روشن لال دو بھائی قوم کایستھ اطراف شاہ جہانپور
مالک روہیلکھنڈ سے لکھنؤ میں وارد ہوئے تھے اور سررشتہ دار الضرب میں لا کر رکھے گئے تھے انہوں نے
ایک جدید صورت سکے کے لیے اختراع کی اور نواب کی خدمت میں پیش کی اسکی صورت یہ تھی کہ دو
شیروں کے درمیان تصویر منقش تھی نواب نے اس سکے کو پسند فرمایا اور اب یہی سکہ جاری کیا گیا
اور چند روپے حسب دستور کلکتہ کو بھیجے گئے کہتے ہیں کہ گورنر جنرل نے اسکے جواب میں نواب کو لکھا کہ
نواب صاحب اپنے ملک کے مالک ہیں اور اپنی قلمرو کے بادشاہ ہیں اگر سکہ اپنے نام سے مضروب
فرماویں تو بھی مناسب تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ جب لارڈ ماٹرا گورنر جنرل دہلی کو گئے تھے اور وہاں شاہ عالم
سے ملاقات ہوئی تو اونکے دل میں غبار پیدا ہو گیا تھا اور یہ چاہتے تھے کہ بادشاہ کی عظمت کو مٹانے
کے لیے نواب اودھ کو بادشاہ بنایا جاوے معتمد الدولہ نے جب گورنر جنرل کے مضمون خط سے نواب غازی الدین
حیدر کو اطلاع دی تو نواب نے رزیڈنٹ کی معرفت کونسل کلکتہ میں اس امر کی درخواست کی کہ سکہ
ہمارے نام سے جاری ہو ممبران کونسل کو اس امر میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایک فریق کی یہ رائے
تھی کہ اس صورت کا پیدا ہونا مناسب نہیں اور دوسرے فریق نے وزیر کی درخواست کی تائید کی گورنر
جنرل نے بھی فریق ثانی کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ نواب اودھ اپنے ملک میں ہر طرح اختیار رکھتا ہے
اور بادشاہ دہلی کی شکایت ہمسے ہو نہیں سکتی نواب سے ہوگی۔ غرضکہ ۱۰ ذالحجہ سنہ ۱۲۳۴ ہجری مطابق
۹۔ اکتوبر ۱۸۱۹ء روز شنبہ کو نوابی کی صورت سلطنت سے مبدل ہوئی۔ اور بادشاہ کا لقب ابو المظفر
معز الدین شاہ زمن غازی الدین حیدر مقرر ہوا اور بزم جشن جلوس منعقد ہوئی۔ اب چتر و تخت لوازمہ
شاہی کی بھی ضرورت واقع ہوئی جنکی تیاری کے لیے دو کرور روپے ساہ گوبند لال پسر ساہ بہاری لال
کی تحویل میں جمع ہو کر تخت اور چتر مرصع و مکلل بجواہر کار اور کارچوبی شامیانہ موتیوں کی جھالر کا
تیار ہوا۔ انگریزوں کو بہت کچھ دیا گیا۔ ریکن صاحب رزیڈنٹ کو لاکھوں روپے اور لاکھوں کے
تحائف دیے گئے۔ اور تمام بڑے بڑے اہلکاروں کو خلعت مرحمت ہوئے۔ سات دن تک جشن
رہا۔ سکہ جو سبحان علی خان نے موزون کیا ہے یہ ہے ؎

سکہ زد بر سیم و زر از فضل رب ذوالمنن ٭ غازی الدین حیدر عالی نسب شاہ زمن

سکے پر ایک طرف یہ بیت تھی اور دوسری جانب دو مچھلیوں اور دو شیروں کی تصویریں ایک
دوسرے کے مقابلے میں تھیں۔ اب معتمد الدولہ کا عہدہ نیابت بھی وزارت کے ساتھ مبدل
ہوا۔ شیخ امام بخش ناسخ نے غازی الدین حیدر کے بادشاہ ہونے کی تاریخ اسطرح موزون کی ہے

بحمد اللہ کہ با اقبال و دولت — بہ تخت زر جلوس شاہ گردید
زمین و آسمان یک بزم عشرت — ز ماہی خرّمی تا ماہ گردید
مبارکباد اے آفاق عالم — طلوع آفتاب جاہ گردید
ندا آمد بگوشم زود یا رب — کہ شاہ امروز شاہنشاہ گردید
پئے سال ہمایون جلوسش — بگو تاریخ کہ ظل اللہ گردید

تاریخ جلوس نمودن بر تخت مرصع و وزیر اعظم شدن معتمد الدولہ

چون شاہ زمن صاحب جود و انصاف — شد بر سر اورنگ مرصع جالس
گردید وزیر اعظمش صمصام جنگ — کوہست معتمد فراست فارس
سازد قدم شاہ شرف را یاقوت — وز خاک در وزیر زر گردد مس
تاریخ سعید کرد ناسخ تحریر — شہ اسکندر و وزیر ارسطا طالس

صاحب رائے کہتا ہے ؂

بر تخت چو بادشاہ غازی بنشست — صد شکر خدا داد زبان مردم
تاریخ جلوس او مبارک باشد — ماہ ذی الحجہ سہ شنبہ با بیست و نہم

راجہ دیا کرشن کا انتقال ہوئے پر اوس کے بیٹے نول کرشن کو راجہ کا خطاب اور خالصے کی تحصیل کی خدمت ملی اور بخشی گری کا عہدہ بشر چند کے تفویض ہوا تھوڑے عرصے مین نول کرشن کا فرد حساب بھی دست اجل نے چاک کیا تو عہدہ دیوانی خالصہ پر راجہ سیوہ رام مقرر ہوئے اور راجہ بالکرشن پسر راجہ نول کرشن داصلباقی نویس ہوئے۔ نواب روشن الدولہ ابن مظفر علیخان ابن بندہ علیخان وزیر دوم اور علی محمد خان ابن نوازش علیخان ابن نواب سالار جنگ وزیر سوم اور صمصام الدولہ مرزا بچھو صاحب برادر محمد تقی خان وزیر چہارم مقرر ہوئے۔ اور میر منیر علی خان فرزند میر افضل علی بیگ والہ کو جو معتمد الدولہ کا داماد تھا جرنیلی کا عہدہ دیا گیا اور اوسکی نیابت پر فتح محمد خان مقرر ہوئے اور وزیر اعظم کی نیابت کا خلعت سبحان علی خان کو ملا اور خلیل الدین خان خلعت وکالت مطلق سے سرفراز ہوئے۔ اور کچہریون کے نام اس روش پر تبدیل ہوئے دار الانشاء۔ دار الاجرا۔ صدر الصدوری۔ کچہری سلطانی۔ دفتر نظامت۔ دفتر جرنیلی دفتر دیوانخانہ۔ وغیرہ اور علاقہ لکھنؤ کے زمینداروں نے اپنی عرضداشتیں مبارکباد سلطنت کی نذرون کے ساتھ بھیجین اور راجگی اور رائے کے خطابون سے نامور ہوئے اور

بعض کو ان اندیشون نے گمراہیان اور قلعے بنا کر بغاوت اختیار کی۔

معتمد الدولہ وزیر اعظم اور اوس کے مخالفونکی چشمکین

آفرین علیخان گو معتمد الدولہ کے عہدہ دارون مین منصوب تھا لیکن میرزا حاجی سے جو معتمد الدولہ کا دشمن تھا موافقت رکھتا تھا اسلئے معتمد الدولہ کا دل اوس سے مکدر رہتا دربار مین آنے کے واسطے اوسکو ممانعت تھی۔ اب تھوڑے سے عرصے مین آفرین علی خان ملک عدم کا رہرو ہوا اور اوس کا نائب **میر حیدر بخش** صاحب مین مقید ہوا۔ طوق اور زنجیر پہنی اور بڑی رسوائی کو پہنچا پھر ریذیڈنٹ کی سفارش سے جو آفرین علی پر مہربانی رکھتا تھا رہا ہوا مگر دربار مین بادشاہ کے جانا پھر نصیب نہوا اور آفرین علیخان نے جو اپنے متروکے مین سے اوس کے لئے وثیقہ سرکار انگریزی مین مقرر کیا تھا وہ بھی ضبط ہوا۔ یہ شخص مذہب اسمین اپنا غلو رکھتا تھا کہ **صحابہ کے نام لکھ کر فرش کے تلے بچھوا رکھے تاکہ پامال ہون لکھنو کی کربلا سے تال کٹورہ مین اب تک یہ بات موجود ہے**

جب میر حیدر پر ماجرا صاف ہو چکا تو معتمد الدولہ کی نظر **حکیم مہدی علیخان** پر پڑی۔ پہلے کئی لاکھ روپیہ اونکے ذمے واجب و غیر واجب نکالکر طلب کیا۔ اونھون نے کہ دانشمند آدمی تھے حکمت عملی سے کام لیا۔ وکیل کی معرفت زر مطالبہ بلکہ حساب سے کسی قدر زیادہ دیکر آیندہ کے لئے خلعت کے خواستگار ہوئے۔ معتمد الدولہ بھی مصلحۃً غفلت دہی کے واسطے لطف و کرم سے پیش آئے۔ اور جبکہ بتدریج اونکے علاقہ قدیم پر اضافہ کیا۔ حکیم صاحب نے اس علاقے کا بندوبست بھی بحال کیا لیکن اوس علاقے کا ایک چودھری کہ صاحب دولت تھا۔ معتمد الدولہ کے اشارے سے انتظام مین خلل ڈالنے لگا۔ حکیم صاحب نے اوسکو تدبیر سے کسی شخص کے ہاتھ سے عدم کا راستہ دکھایا اور اوس کا تمام و اسباب اپنی سرکار مین داخل کیا۔ معتمد الدولہ کو اس معاملے سے بڑا صدمہ ہوا۔ حکیم مہدی علیخان اس سے واقف تھے اونھون نے شاہجہان پور علاقہ سرکار کمپنی مین جو لکھنؤ سے نزدیک تھا عالیشان عمارات بنوائی تھی۔ اور بتدریج اپنی تمام دولت و حشمت کو وہان پہنچا دیا اور خود بھی وہان سکونت اختیار کر کے انگریزون کے ذریعے سے بادشاہ کی خدمت مین لکھا کہ جو محاسبہ بھی لینا منظور ہو انگریزونکی وساطت سے لین اوسکے دینے کو موجود ہون لیکن لکھنؤ مین حاضر ہونے سے قاصر ہون۔ معتمد الدولہ کے دلمین یہ خار کھٹکتا ہی رہا۔ اور مجبور ہو کر ظہور اس امر کا

اپنی خوبی اقبال سے تصور کرکے نوبت صاحب تمام وکمال طلب کرلیا۔ چونکہ شیخ ناسخ آغا میر کے دوست تھے حکیم صاحب کے جلنے جلانے کی اونہوں نے تاریخ کہی جسکا مادہ گر سخنہ (۱۲۳۵ھ) ہے اور پہلا مصرع یہ ہے سا کا شو برائے بجتن شلغم گریخت۔ ۱۲۳۵ھ غرض نوبت مرزا حاجی کی آئی تو یہ بھی بلا و مشین مبتلا ہوتے ہے۔ ایام معطلی میں بھی وزارت کی امید پر اسباب امارت اوسی شان وعظمت کے ساتھ تیار کیا جس میں ناقی سوڈیڑھ سو گھوڑے اسکے فیل خانہ اور اصطبل میں تھے اونکی معطلی کے زمانے میں اکثر بادشاہ کہا کرتے تھے کہ ہمنے ایک شیر جوان پنجرے میں بند کیا ہے جسوقت رہا ہو دیکھئے کس کس کو نیست کرے۔ خلاصہ اس تقریر کا معتمد الدولہ کی طرف اشارہ تہا معتمد الدولہ کو مرزا حاجی سے قلبی عداوت تھی اسلئے وزیر اعظم نے اونکے بھائی مرزا محسن کو جنکا سلطانپور کے محاسبے میں جسکو اونسنے مرزا حاجی کی ضمانت سے اجارہ پر لیا تہا اور بہت سا روپیہ ادا نہ کیا تہا گرفتار کیا۔ اور اوسکی علت میں دربار میں آنے کی ممانعت مرزا حاجی کے لئے بادشاہ کی طرف سے صادر کرائی۔ معتمد الدولہ نے یہاں تک اونکی تذلیل کی صورت نکالی کہ شہر سے اخراج کا حکم صادر کرایا۔ اور روانگی میں اتنی عجلت کی جو مرزا حاجی کی شان کے بالکل خلاف تہا مرزا حاجی پیادہ پا بازار بتاز آفتاب میں اپنے مکان سے نکلکر روانہ ہوئے جو شخص دیکھتا تھا اونکی شان وثروت وعظمت وحشمت کو یاد کرکے روتا تہا۔ مرزا محسن بھی اونکے ساتھ روانہ ہوئے اونہوں نے یہ تاریخ اپنے اخراج کی فی البدیہہ استخراج کی ہائے غریبی (۱۲۴۸ھ) مرزا حاجی کے اخراج کی نسبت جو اسطرح حکم ہوا اوسکی علت یہ تھی کہ اونہوں نے میر غلام علی پسر میر شاہد علی کی صلاح سے ایک برہمن یا راجپوت کو جیسا کہ محتشم خانی میں لکھا ہے اور بقول خود میر غلام علی کو کئی ہزار روپئے دینا کہکر معتمد الدولہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ حکیم واجد علیخان کے بیٹے کی شادی میں ایک دن محفل رقص وسرود منعقد تھی۔ لکھنؤ کے بڑے بڑے آدمی شریک تھے۔ اور معتمد الدولہ بھی بیٹھے ہوتے تھے۔ اور میر غلام علی بھی مسلح شریک محفل تہا اور معتمد الدولہ کے قتل کی تاک میں تہا شیخ امام بخش ناسخ نے جنکے معتمد الدولہ باخلاص شاگرد تھے اس بھید سے مطلع ہوکر فقیر محمد خان کی معرفت معتمد الدولہ کو خبردار کرایا۔ فقیر محمد خان نے بنظر تقدم بالحفظ غلام علی سے ہتھیار طلب کئے۔ جب وہ دینے پر راضی نہوا تو فقیر محمد خان نے اوسکے تمنچہ مارا غلام علی نے زخم کہا کر فقیر محمد خان کے تلوار ماری کہ اونکا ہاتھ مجروح ہوا۔ غلام علی گرفتار ہوا۔ جب یہ شخص برہنہ کیا گیا تو مہاجن کی ہنڈی دس ہزار روپیہ کی اوس کے بازو سے جو تعویذ کی طرح بندھی

ہوئی تھی دستیاب ہوئی اس کاغذ نے شہادت عزم مرزا حاجی کی بادشاہ کے روبرو دی اور
حکم اخراج کا جاری ہوا۔ اور غلام علی دائم الحبس ہو کر کئی برس کے بعد مر گیا یہ شخص بات کا اتنا
پورا تھا کہ سعد الدولہ نے بہت کچھ چاہا کہ اگر وہ اپنے اور مرزا حاجی کے گناہ کا اقرار غازی الدین
حیدر کے سامنے کرے تو اوسکو مالا کرکے زر نقد دے مگر اوسنے نہ مانا اب سعد الدولہ کی فکر
مظفر علیخان بن لطف علیخان کے دستگیر ہوئی۔ یہ شخص سپاہی منش اور شجاع تھا
اسکے متعلق دیوانخانے لینے اور توپخانے کا کام تھا سوائے بادشاہ کے دوسری طرف سر جھکانا اسے
سے عار تھی آخر کار امرت لال کائستھ کہ جو نظم و نثر میں مرزا قتیل کا شاگرد تھا اور مظفر علیخان
کا معتقد تھا پیش کر کے چند مقدمہ مظفر علیخان پر رکھکر اوسکو خانہ نشین کیا۔ اس کے بعد
اسد الدولہ معروف بہ غلامی کی تخریب کیطرف متوجہ ہوئے۔ یہ نواب
سعادت علی خان کے غلامان پرورش یافتہ میں سے تھا۔ اور اونکی خدمت میں تقرب رکھتا تھا۔
اور نہایت دلیر تھا۔ اور صاحب ثروت تھا چند متفرق علاقے اوس کے سپرد تھے۔ اوس کی
بہادری کے متعلق ایک واقعہ بیان رکھنے کے قابل ہے کہ ایک دن غازی الدین حیدر نے ایک
شیر کو پنجرے سے کھلوا کر حاضرین دربار سے فرمایا کہ دیکھیں کون اس کو شمشیر اور چابک سے
شکار کر سکتا ہے۔ میان غلامی نے اوس کے مقابل ہو کر چابکون سے اوس کا بدن ایسا اوڑا دیا
کہ وہ ناتوان ہو کر بیٹھ گیا اوس وقت سے اسد الدولہ خطاب پایا۔ چار پانسو راجپوت اوسکی رفاقت
مین تھے۔ جب سعد الدولہ اوس سے پرخاش پر آمادہ ہوئے تو اون جوانون کے ساتھ دن کو
تمام مال و اسباب لدوا کر بندوقیں چھتیاتا ہوا شہر سے نکلکر کانپور کی طرف روانہ ہوا۔ اور
دریا درولت کے پاس ایک کوٹھی اوسکی بنوائی ہوئی کمال تکلف موجود تھی۔ کانپور پہنچکر نئی عمارتین
بنوا کر اونمین رہنے لگا۔ چند برس کے بعد اوسکی لکھنؤ کی کوٹھی مسمار کرادی گئی۔ اسیطرح
آغا امام بخش مردہ کو کسی قصور کی علت مین کشان کشان شہر سے خارج کیا۔ یہ شخص بڑا دولتمند
تھا اوس کے بیٹے کی شادی ہوئی تھی تو ہزار جوڑ قاب و کاسہ کے ایک رنگ دسترخوان پر چنے
تھے۔ اور دو تین لاکھ روپیہ اس کا بازار مین پھیلا ہوا تھا۔ امام بخش بریلی کہ جو اوس کا قدیمی
وطن تھا چلا گیا۔ اور علاقہ زمینداری کا مول لیکر امیرون کی طرح رہنے لگا۔ اور انگریزی دربارداران
مین محسوب ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ سعد الدولہ نے اپنے کسی مخالف کو باقی نہ چھوڑا۔ اور بادشاہ کے پاس
اب کوئی ایسا آدمی باقی نہ رہا جو تہ دل سے اون کا خیر طلب ہو۔ اور معتمد الدولہ کی بدخواہیوں کی روک

تمام کرتا ہو۔

معتمد الدولہ کا روشن کہار کو زندہ درگور کرنا

روشن کہار جو نواب سعادت علیخان اور غازی الدین حیدر دونوں کا معتمد تھا اور خزانہ حضور
اور جواہر خانے کی کنجیاں اوس کے پاس تھیں معتمد الدولہ نے ایک دن اوس سے کچھ روپے
طلب کیے اوس نے بادشاہ کی اجازت بغیر دینے میں تامل کیا۔ بلکہ بادشاہ سے معتمد الدولہ
کی خیانت کی شکایت کی معتمد الدولہ نے بعض روایات کے بموجب اوس سے پھر اوسکا تغیر و تبدل کیا
اور بادشاہ کی دستخط سے اوس کہار کو ایک دن ساتھ لیکر جہاں اپنی عمارت بن رہی تھی وہاں پہنچے
اور کسی کو اشارہ کیا کہ اوس نے روشن کو خندق میں ڈھکیل کر مٹی سے اوسکو پاٹ دیا معتمد الدولہ
بادشاہ سے خبر کی کہ روشن مر گیا۔

خیر خواہان معتمد الدولہ

(۱) اعظم علیخان یہ ایک بازاری شخص محض ناخواندہ لڑکپن سے معتمد الدولہ کا رفیق تھا جب معتمد الدولہ
نیابت اور وزارت کی دولت کو پہنچے تو کاغذ اور قلمدان اور نذر کی اشرفیاں اعظم علی کے ہاتھ میں
رہتی تھیں پہلے دوشالہ اور پوشاک وغیرہ انعام میں پاکر معتمد الدولہ کے عزیزوں میں مداخلت کی بدولت حصہ
اور رفتہ رفتہ تحصیل امور میں محرم راز ہوکر خزانہ اور توشہ خانہ وغیرہ تمام کارخانوں کی افسری عطا ہوئی
اور انعام واکرام اور امانت وخیانت میں اسقدر دولت کثیر ہاتھ آئی کہ کروڑپتی مشہور تھا اسکی
عمارتیں بھی معتمد الدولہ کی عمارتوں کی برابری کرنے سے تعمیر ہوئیں اب تک وہ عمارات باقی ہیں اور
ایک کوٹھی فاطمہ رسالول دروازے میں موجود ہے۔ اور جس وقت سوار ہوتا تھا شہر و بازار میں ہزاروں
روپیے فقیروں اور محتاجوں کو تقسیم کرکے الٹا ہاتھی اونکے دستکاری میں بہت پوشاکوں سے
آراستہ رہتے تھے اور سیکڑوں روپیہ رفقا وطرب میں جابجا صرف ہوتا تھا۔ معتمد الدولہ کے نوکروں میں
ایسا صاحب ہمت اور نیکنام دوسرا آدمی نہ تھا۔

(۲) ... خان جو شکر سوار ... روپیہ کا نوکر تھا معتمد الدولہ کی رفاقت میں اوسکی
دولت نے یہ ترقی پائی کہ ہزاروں روپیہ کنکوے کی مانند طوائفوں کے انعام میں صرف ہوتا تھا ...
نثر اس قدر تھا نہ کتاب ... کا سبق پڑھا تھا۔ اگرچہ ... کارخانے اوسکے متعلق تھے۔

(۳) سنگین خان یہ شخص عدالت العالیہ میں مداخلت رکھتا تھا۔ شراب کثرت سے پیتا تھا نشے میں متوالا رہتا تھا اوسکی بدولت فاحشہ عورتیں اور کسبیاں مالامال ہوگئیں یہ شخص بیکارہ محض تھا۔

(۴) روشن علی یہ شخص سادات کا نام بدنام کرنے والا تھا۔ سفلہ طبع خراب وضع بد زبان فحش گو ممسک بخیل نہایت بے مروت تھا نوکر کو تنخواہ اور بنیے کو جنس کی قیمت دینا اس کے مذہب میں حرام تھا کوئی شخص علی الصباح اس منحوس کا نام لے یا زبان پر نہ لاتا تھا۔

(۵) میر اسد یہ شخص وجیہہ سفید پوست لحیم شحیم تھا چند روز کو سہنی کی تحویلداری اسکے حوالے تھی۔ ایک دن جاتے وقت ایک گٹھڑا خاک سے آلودہ کوٹھی میں رکھا ملا اوسکو باہر لاکر دیکھا تو کئی سیر طلائی ورق سے بھرا ہوا تھا اوس نے وہ گٹھڑا اپنے گھر کو بھیجدیا اس قسم کی دولت سے مالامال ہوگیا تھا۔

(۶) اشرف باورچی اس شخص کی بھی بخوبی دال گلی تھی۔ ہزاروں روپیہ جمع کر کے دولتمند ہوگیا تھا۔

(۷) میر بندہ علی ابن شاکر علی یہ شخص قوم کا حجامی تھا نہایت ذلیل اوقات تھا۔ مہاراجہ دولت راو سندہیا کی سرکار میں پہنچکر مسخرے پن کی بدولت کچھ سرمایہ بہم پہنچایا اور وہاں کسی طوائف کی لڑکی پر جو مہاراجہ کی منظور نظر تھی آنکھ ڈالتا تھا اس قصور میں اوس سرکار سے نکالا گیا۔ ٹوپی ترکی سوار ذکی طرح سر پر رکھتا تھا اپنے آپ کو سید کہکر پہلے سیاہ لباس عشرہ محرم کا اور نذر کی اشرفی اور طلائی زنجیر جو ہمیشہ نذر سادات ہوتی تھی سعد الدولہ کی سرکار سے حاصل کیا کرتا تھا۔ آخر مسخرگی اوسکی اسقدر بڑھی کہ کبھی حسب الحکم سر پر اوسکی مقعد پر شمع بنتی تھی اور کبھی اوسکی کون میں رکھکر کبریاں اوسکے پیچھے دوڑائی جاتی تھیں۔ اور یہ کیفیت دیکھ سعد الدولہ اور حضار مجلس ہنستے ہنستے دیوار قہقہہ بنجاتے تھے۔ ایک دن موف اسلم حلق میں اوتار کیا انہیں دنوں میں لاکھوں روپیہ کا آدمی ہوگیا۔ ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار روپیہ اور شفینہ وغیرہ کی گاڑیاں انعام پاتا تھا۔ نوجوان عورتیں اپنے نکاح میں لاکر محلہ ترپتی گنج میں عالیشان عمارت بنوائی تھی۔ اس قسم کے بیسیوں آدمی سعد الدولہ کی مصاحبت میں تھے جن کا ذکر طوالت کے خوف سے یہاں ترک کیا گیا۔

ایسے لوگوں کے علاوہ اور مہذب اور صاحب علم آدمی بھی اس سرکار میں تھے۔ انہوں نے

وہ دولت پیدا کی تھی کہ معتمد الدولہ کے زوال کے بعد یہون عیش و عشرت مین اونکی اوقات بسر ہوئی اونمین سے بعض کا بیان تذکرۃً کیا جاتا ہے ۔

(۱) سبحان علیخان ۔ یہ شخص علامۂ عصر اور بہمہ صفت موصوف نثار بنظیر عالی فکر و مدبر تھا معتمد الدولہ انکے بغیر مشورے کے کوئی کام نہ کرتے تھے ۔

(۲) تاج الدین حسین خان ذی عقل ارسطوے عہد تھے کمبوہون کی قوم مین ایسا آدمی کم گذرا ہے ۔

(۳) فقیر محمد خان گویا تخلص یہ صاحب بخشی محمود خان آخر مہدی مدار المہام نواب قایم خان بنگش والی فرخ آباد کے خاندان مین سے تھے ۔ شجاع اور دلیر آدمی تھے شعر و سخن سے بہت ذوق و شوق تھا ۔ صاحب دیوان ہین شیخ امام بخش ناسخ سے مشورہ تھا ۔

(۴) میندو خان یہ صاحب بدل بیگ خان رئیس دہلی کے خاندان مین سے تھے قوم کے مغل خاندان ترک جنگ سے تھے ۔ تجارتی ملک کی بدولت انھون نے بڑی ثروت پیدا کی تھی

(۵) مولوی خلیل الدین خان فرزند قاضی القضاۃ نجم الدین علی خان خاندان جلیل الدینخان تورانی سے تھے جو نواب شجاع الدولہ کے عہد مین رسالہ دار تھے ۔ اور قصبہ کاکوری مکے رئیس شمار ہوتے تھے ۔ خلیل الدین خان جامع فنون صاحب علم و کمال اور دولتمند خوش اقبال تھے

(۶) حکیم رضا علیخان موہانی یہ صاحب علم طب مین جالینوس ثانی تھے ۔

(۷) شاہ بہاری لال فرخ آبادی اور اوس کا بیٹا گوبند لال ساہوکار ۔ انکی دولتمندی کا شہرہ دور اور مشہور تھا ۔

معتمد الدولہ کے اسراف کا تھوڑا سا بیان اور بادشاہ کو شراب بھنگ کے نشے پر لگا کر غفلت مین ڈالدینا

معتمد الدولہ نے ایک دن ایک فراش کو نہایت مغموم و محزون دیکھا اوس سے سبب دریافت کیا تو اوسنے عرض کیا کہ میری بیٹی جوان قابل شادی ہوگئی ہے اور میرے پاس اسقدر روپیہ نہین کہ اوس کے سامان جہیز کے بار گران سے سبکدوش ہو جاؤن معتمد الدولہ نے حکم دیا کہ اعظم علیخان سے دریافت کرے کہ آج کی آمدنی خزانے مین کسقدر جمع ہے معلوم ہوا کہ

لاکھ روپیہ کبھی عامل کے مرسلہ آتے ہیں معتمد الدولہ نے اوس فراش کیطرف مخاطب ہو کر کہا کہ تیری قسمت میں اسی قدر آمدنی تھی جلد اعظم علی خان سے لے اوسی وقت وہ روپیہ ہاتھیو نپر بار ہو کر اوس کے گھر میں پہنچا۔ سنہ ۱۸۳۱ء میں شیخ ناسخ کو سوا لاکھ روپیہ قصیدے کا صلہ دیا معتمد الدولہ کے ہر ایک جشن کے مصارف میں دس بارہ ہزار روپے اور کم سے کم دو تین ہزار روپے اوڑ جاتے تھے ایسے ایسے مصارف نے سلطنت کے خزانے کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ معتمد الدولہ کی نیابت اور وزارت کے زمانے میں ایک کوڑی خزانے میں داخل ہوئی۔ تمام آمدنی ملک کی معتمد الدولہ کی فرمائشات میں کام آتی تھی۔ ایک دن سبحان علی خان نے معتمد الدولہ کی آنکھوں سے غفلت کے پردے کھولے اور عاقبت اندیشی کی باتیں سوجھائیں اور کہا کہ انجام اس اسراف کا کیا ہوتا ہے خاطر کہ وہ فکر کیجئے کہ انتظام ملک خزانے کی صورت ظہور میں آئے سبحان اللہ معتمد الدولہ نے اسکا انتظام اسطرح کیا کہ بادشاہ کو جو امراض ورم جگر و استسقا اور صلابت معدہ وغیرہ میں مبتلا تھے حکیم مرزا علی وغیرہ اطباے سلطانی کے سازو باز سے جام شراب اور پیالہ بھنگ پر گو اشغار بنا رکھا۔ اور افراط کی نوبت اس حد کو پہنچی کہ شام سے صبح تک اور صبح سے شام تک عالم مخموری اور نشے میں گذرتی تھی اتفاقاً اگر کسی وقت بادشاہ ہوش میں آکر امور سلطنت کیطرف توجہ فرماتے تھے یا کسی معاملہ کا استفسار کرتے تھے تو معتمد الدولہ سر اور دستار اونکے قدم پر رکھکر عرض کرتے تھے کہ پہلے حضور جام صحت بخش جو باعث تندرستی اور اعتدال مزاج عالی کا ہے نوش فرمالیں پھر خانہ زاد جو مہتم کی کفش کا ریکا سزاوار ہے اور سرکاری اخبار ونکو تاکید تھی کہ میرے حضور اور غیبت میں کسی وقت اونکی تشکرات سے خالی نہ ہے۔ اس پردہ غفلت میں معتمد الدولہ اپنا کام نکالے جاتے تھے۔ اور صاحب رزیڈنٹ سے منشی غلام حسین خان کی معرفت میل پیدا کر لیا اور معتمد الدولہ نے منشی خلیل الدین خان کو کلکتے بھیجکر وہ کارروائی کی کہ اخبار صحیفہ لکھنو کا جو کلکتے میں چھپا کرتا تھا لکھنو میں آنا موقوف ہوا۔ بلکہ اہل اخبار کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ جو پرچہ دفتر شمس الاخبار یا جام جہان نما کا کلکتے سے آتا تھا اوس میں غازی الدین حیدر کی تعریف کے سوا لکھنو کے متعلق اور مضمون نہیں ہوتا تھا۔ اور صاحب رزیڈنٹ بھی معتمد الدولہ کی پاس خاطر سے یہان کی کیفیت گورنر جنرل کو نہیں لکھتے تھے۔ آخرکار بدنامی کا باعث ہوا۔

معتمد الدولہ کی طماعی

معتمد الدولہ کو چار فکرین پیدا ہوئین (۱) جسطرح ہوسکے جو کچھ خزانہ سلطانی سے نکلے میرے گھر مین داخل ہو (۲) ملک کا بندوبست اسطرح قرار دیا جائے کہ سوا میرے رفیقونکے دوسرونکی مداخلت نہو اور آمدنی ملک میرے قبض و تصرف مین رہے (۳) کالہوکے بیتول لوگونسے جسطرح بنے روپیہ لیا جائے (۴) سپاہ شاہی کے مصارف مین کمی ہو اس صیغے مین سے روپیہ ہاتھ لگے۔ چنانچہ فوج مین نذرانہ کا قاعدہ جاری کیا اور ہر پلٹن اور رسالے سے بیس ہزار تیس ہزار روپیہ پیشگی وجہ نذرانہ مین لینا شروع کیا اور ساہوکارون اور اہل حرفہ سے بھی روپیہ کھینچنا شروع کیا۔

معتمد الدولہ کا بادشاہ کو انتہا درجے کا دہوکا دینا کہ بعض آدمیو پر اونکو بہوت پلید کا یقین دلادینا اور بعض زندہ آدمیون کو اونکے سامنے مردہ ظاہر کرنا اور جبکہ بادشاہ کا کسی موقع پر اونکو دیکھ کر پہچان لینا تو معتمد الدولہ کا اور اونکے ایماسے تمام حاضرین کا اونکو جن یا تمثال ثابت کرنا

(۱) کالکا پرشاد کوتہ کناری والا زمرہ اہل حرفہ مین سے ایک دولتمند آدمی تھا اوس نے لاکھہ سوا لاکھہ کا مال فرانشات محلات معتمد الدولہ مین دیا جبکہ اپنے روپئے مانگنے لگا تو معتمد الدولہ کے سرکاری ادنون اوس جماعت غدار کو پری کی مانند اس شیشے مین اوتارا کہ اگر بادشاہ سلامت کی قدمبوسی نصیب ہو حاصل ہو جاتے تو ہمیشہ ان عیش کا باعث ہو۔ وہ دیوانہ فریب مین آگیا۔ اور معتمد الدولہ کی خدمت مین حاضر ہوکر منت و سماجت کے ساتھ خلعت بادشاہی کا امیدوار ہوا۔ معتمد الدولہ اوسی فکر مین تھے اوسکو اپنے ساتھ دیوان خاص بارہ دری سلطانی مین بٹھا کر ایک مقام پر بٹھادیا اور کہا کہ مین بادشاہ سے عرض کرکے تدبیر حصول خلعت عمل مین لاتا ہون۔ یہ کہکر وہ تو سراپردہ سلطانی کے اندر چلے گئے اور یہ دیوانہ پری زدہ تمنائے خلعت کی نشاط مین بھولا ہوا بیٹھا تھا۔ کہ اتفاقاً بادشاہ بارہ دری مین چلے آئے۔ اور اوسکو بت کی طرح بیٹھا ہوا دیکھہ کر فرمایا کہ یہ کون ہے

نہ تھی کہ معتمد الدولہ کے ساتھ لاتے ہوئے کو زبان پر لاتی خاموش رہی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے
سے سنتے تھی کہ اسجگہ دیو پلید کا مقام ہے عجب نہیں کہ یہی ہو حکم دیا کہ نظر بند رہے۔ حکم سنتے ہی لوگوں نے
دست بدست پکڑ کر گرفتار کیا اور اسقدر روکناکسی ہوئی کہ وہ سہم گیا سمجھا کہ جان و دولت اور ناموس
و عزت پر پانی پھرا اور ہم شیون میں قلیل ہوا۔ معتمد الدولہ کے قدموں پر سر رکھکر زار زار رونا شروع کیا
معتمد الدولہ نے ادس بوالہوس پر زر مذکور کی فارغ تھی لیکر ایک سے زائد سا پیچ یا نہ میں لکھوا کر یہ پا کیا
دو تین دوان دعوت لیکر کا وزن ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو بادشاہ چپوڑوان تھے سے دریافت فرمایا کہ وہ
دیو کہاں ہے کسی کو مجال و قدرت نہ تھی کہ اصل حال کو بیان کرے اوہرادہر اوسکی تلاش میں دوڑے
آخرکار معتمد الدولہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالے نے بندگانِ حضور کو لباس کرامت ظاہری اور باطنی
آراستہ فرمایا ہے اصل میں وہ مرد پلید بیشک دیو سیاہ تھا کہ اس تجلی اور چہرے سے جہاں فرشتہ
پر نہیں مار سکتا تھا کیصورت غائب ہو گیا اور اون تینوں وزیروں اور حاضرین نے بھی معتمد الدولہ
کے کلام کی تائید کی جس سے وہ بلا معتمد الدولہ کے سر سے ٹلی۔

(۳) ایک دوسری حکایت اس سے بڑھکر ناظرین تاریخ سنیں کہ ایک شخص تھا جسپر غازی الدین
حیدر کو نظر التفات تھی اور چند روز سے اوسکی تلاش میں تھے۔ معتمد الدولہ نے آزردہ ہو کر اوسکو حکم دیا
کہ تو اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھنا اور بادشاہ سے یہ بات بیان کی کہ وہ شخص مر گیا۔ ایکدن شامت
اوس بیچارے پر سوار تھی کہ اوس نے قدم گھر سے باہر رکھا تھا کہ اتفاقاً بادشاہ کی سواری اوسپر نگاہ
پا پڑی حکم دیا کہ فلاں شخص ہے جلد حاضر کرو معتمد الدولہ کہ ہمراہ تھے اونہوں نے چاروں طرف نظر
دوڑائی سار بردار ان سواری نے کہ نظر شناس تھے تعمیل حکم بادشاہ سے چشم پوشی کی اور اپنی جگہ سے
نہ ہٹے۔ تینوں ہی معتمد الدولہ کی آنکھیں تکتے رہے اور باہم چار آنکھیں ہو کر صورت آئینہ حیرت میں
بن گئے۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے سب نے بالاتفاق ایکزبان ہو کر عرض کیا کہ حضور کو اللہ نے
چشم پر نور جہان بین عطا کی ہے ظاہر و باطن کے پردے کھلے ہیں جو کچھ حضرت ملاحظہ فرماتے
ہیں ہم سب لوگ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ بادشاہ کی زبان پر یہ کلام تھا کہ وہ کہ وہ ہے
اور ان کور نمکوں کی زبان پر دیدہ و دانستہ یہ حرف تھا کہ کہاں ہے۔ کہاں ہے۔ بادشاہ کو یقین کامل ہو گیا
کہ یہ صورت لباسی تھی۔ اسیطرح کی حکایتیں بہت ہیں۔ ناظرین اولو الابصار کو بطور نمونہ
اقتدار معتمد الدولہ معلوم کرنے کو اسی قدر کافی ہے۔

نظامتوں کی تقسیم اور انتظام ملک کی کیفیت معتمد الدولہ اور اونکے رفقا کا بیت المال سلطنت کو خورد برد کرنا

معتمد الدولہ نے **چکلہ بیسواڑہ** جسکی آمدنی نواب سعادت علیخان کے عہد مین ۲۲،۵۰۰۰۰
روپیہ تھی اپنے سمدھی روشن الدولہ کو سرکار شاہی سے دلا دیا اس چکلے سے چار پانچ لاکھہ روپے
شمار ملک کے نام سے خزانہ معتمد الدولہ مین امانت ہوکر برابر داخل ہوتے اور باقی جمع معتمد الدولہ
کی فرمایشات اور تنخواہ سپاہ متعینہ اور صرف انتظام مین لگتی ایک کوڑی بھی خزانہ شاہی مین داخل نہوئی
اسی لاکھہ روپیہ بیت المال سلطنت کے اس چکلہ مین روشن الدولہ نے خرچ کئے روشن الدولہ کے ایک ایک رفیق
کا پانچ پانچ سات سات سو روپیہ درماہہ تھا **چکلہ محمدی** اول شاہ گوبند لال نے اس شرط پر
لیا کہ بعد خرچ سپاہ و فرمایشات جو کچھہ بچ رہیگا سرکار مین پہنچاتا رہونگا **علاقہ سلطانپور**
کہ جو بیس لاکھہ روپیہ کا تھا تاج الدین حسین خان کو دیا اور آخر عہد معتمد الدولہ تک یہ ضلع بحال رہا تاج الدین
حسین خان سوداگر محمد شاہ کے لشکر کا جواب تھا چاندنی چوک راستہ کیا سیکڑون طایفہ ارباب نشاط کے
جمع کئے اور دوکانین ہر پیشے کی جیسے بزاز اور صراف اور نان بائی اور حلوائی وغیرہ موجود تھین - اور
توپخانہ و سپاہ بھی اسی عظمت کے ساتھہ تھی - غلام حسین خان سابق چکلہ دار نواب سعادت علی خان
کا آبرو دیا ہوا تھا اور اسقدر دولتمند تھا کہ سو پچاس ہاتھی پیشے فراسے سے معمور ہمیشہ اوسکے ہمراہ رہتی تھی
یہ شخص کمال جری اور شجاع تھا اوسکی عہد حکومت مین ضلعے کا حال بہت اچھا تھا - چونکہ لاوارث فوت
ہوا اوس کا لاکھون روپیہ کا مال تاج الدین حسین خان کے ہاتھہ لگا - اور اسی وقت سے ایسے ہاتھہ
پاؤن نکالے کہ جادہ اعتدال سے گذر گئے ایک زمیندار ایک لاکھہ اور کئی ہزار روپیہ کا باقی دار تھا اور
قلعہ بند ہوکر اوسنے مقابلہ شروع کیا اور حالت مقابلہ مین ایکدن مجلس عزاے حضرت امام حسین مین
تنہا بیکس بھی وہ دولتکش آموجود ہوا - اور اپنے نام کا پتا دیکر بیان کیا کہ مین حضرت امام حسین کی ضمانت
سے حاضر خدمت ہوا ہون اب چاہو بخشو اور چاہو قتل کرو - اوسوقت تاج الدین حسین خان سے سوا
اسکے کچھہ بن نہ آئی کہ اوس کے گھوڑے کا منہ اپنے دوشالے سے پاک کرکے پانی تک کے عوض مین بخشدیا
اور فارغخطی دیکر رخصت کیا - عشرہ محرم مین تاج الدین حسین خان کا لاکھون روپیون کا صرف تھا
گویا یہ علاقہ تاج الدین حسین خان کی جاگیر مین تھا - یہی قدر چکلہ دار سابق کی ضمنی سے تھوڑی سی

روپیہ شاہی خزانہ میں داخل ہوتی اور سپاہ کے کچھہ آدمی دست برداشتہ سعد الدولہ اور سبحان علیخان
کی فرمایشات میں آتی تھی باقی جملہ تاج الدین حسین خان اور سپاہ متعینہ کے صرف میں خرچ ہوتی
تھی ایک حبہ سلطانی خزانے میں داخل نہوا۔ تاج الدین حسین خان نے بنارس اور شاہجہانپور میں ہنڈی
کی دوکانیں کھولیں اور لکھنؤ کانپور میں بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں ضبطی حاکم سابق کے سوا بائیس لاکھ
روپیے نقد آمدنی سرکاری کے خان مذکور پر بقیہ بیان دفتر کے حساب سے واجب الادا تھے۔ اور اسیطرح
جو علاقہ اور چکلہ فقیر محمد خان اور مینڈو خان کے تفویض تہا اونکی آمدنی انکے رسالوں کی تنخواہ میں محسوب تھی
اور کچھ معتمد الدولہ کی فرمایشات میں صرف ہوتی تھی۔ سرکاری خزانے سے کچھ واسطہ نہتا اور جو علاقہ
سادات کے متعلق تھا وہ معتمد الدولہ کی جیب خاص کہلاتا تھا۔ **چکلہ بھرائچ** میر ہادیخان
مخاطب بہ سیف الدولہ میر زین العابدین خان کے متعلق تھا۔ یہ علاقہ نہایت سرسبز اور شاداب تہا
اسکے جنگلوں میں محصولات زمین کی آمدنی کے سوا ایک دوسری آمدنی یہ تھی کہ ایک قوم سرت کہوا
یعنی گیدڑ اور سانپ کی کہانے والی دزدی پیشہ قزاق زن بڑی جماعت کے ساتھ گنگا یا گھاگرہ
کے کنارے دشوار گذار مقام میں رہتی تھی۔ اور سوداگروں مہاجنوں مسافروں کا مال و اسباب
لوٹتی تھی۔ اور سپاہ انگریزی کے آدمی جو اپنی فوجوں سے رخصت یا رضا لیکر اپنے وطن کو جاتی تھی
اونکو جنگل میں مارکر اونکی کمروں کی ہمیانیاں کہول لیتی تہی سیف الدولہ نے اس قوم کا ایسا قلع قمع
کیا تہا کہ اون کے انتظام سے سب اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرنے لگے تھے اور بہت سا روپیہ
نذر کرتے تھے یہاں سے بھی معتمد الدولہ کی سرکار میں نصف روپیہ پہنچتا تھا۔ اور دفتر دیوانی کے
مستعدی بالا بالا تھے۔ عاملوں کی طرف سے خزانہ شاہی میں روپیہ کی ارسال آنا بند ہوگئی اور علاقہ
ایک ادنی محرر تک کسی کا سہات کی پروانہ تھی کہ کوئی شخص ہمارا گریبان گیر ہوگا۔ اور علاقوں کی
آمدنی کے کچھہ سے اوڑانے میں مصروف تہی۔ ظفر الدولہ کپتان فتح علیخان افسر خزانہ اس بات سے
نہایت برافروختہ خاطر تھے کہ بادشاہ کو آمدنی کی کچھہ پروا نہیں ہے جو کچھہ صرف ہوتا تہا خزانے سے
نکلتا تھا سبب بادشاہ کے رشتہ داروں اور سپاہ اور شاگرد پیشہ اور اہلکاروں کی تنخواہ کا تقاضا ہوتا
تو اونکو کچھہ علی الحساب دیکر اونکی زبان بند کیجاتی تھی یا خزانے پہ گذرتی تھی اور سائر اور گنجہات
شہر کی آمدنی اس قدر نہ تھی جو اس خرچ کو کفایت کرتی۔ اور غلے کی گرانی اسدرجہ ترقی
پذیر ہوئی کہ نواب سعادت علی خان کے عہد میں گیہوں ایک روپے میں بیس سیر سے کم نہیں بکتے اور اس
عہد دولت میں ابتدای جلوس سے آخر تک آٹھ دس سیر سے زیادہ فروخت نہیں ہوتے۔

ظفر الدولہ فتح علی خان کپتان اور معتمد الدولہ مین نزاع پیدا ہونا

حقیقت مین ظفر الدولہ ریاست کے بہت بڑے بیغرض طلب اور دولتخواہ تھے اگر اسی شخص کا قدم اس راہ مین نہوتا تو خدا معلوم کیا نوبت گذرتی - جب پانچ چھہ کرور روپے خزانے سے ان صورتون مین خرچ ہو چکے تو ظفر الدولہ کی زبان پر حرف شکایت ملانیہ آنے لگا - اور معتمد الدولہ نے اونکی جان وحرمت کے درپے ہوکر اسقدر تنگ کیا کہ ظفر الدولہ نے خزانہ اور جواہر خانہ اور توشہ خانہ کی کنجیان بادشاہ کے روبرو رکھدین اور کعبۃ اللہ اور کربلا سے معلے کے لیے خواستگار رخصت ہوے - لیکن یہ صورت ظہور مین نہ آئی - اور کچھ دنون یہ معاملہ اسی طریق سے اوجھار رہا - جب ظفر الدولہ بہمہ تن عازم سفر کربلا ہوے محلات سلطانی کو یقین کامل ہوا کہ اب کوئی پشت وپناہ ہمارا سرکار شاہی مین نہین رہا - سب محلات نے باہم اتفاق کرکے بادشاہ سے عرض کیا کہ جب ظفر الدولہ جاتے ہین تو ہم بھی رخصت کے امیدوار ہین کیونکہ حضور معتمد الدولہ کے ہاتھ سے مجبور رات دن مخمور بادۂ غفلت مین شیشہ دل عاشق کیطرح چور رہین جب یہ باتین پیش آتی تہین تو بادشاہ قسم دلاکر تسلی آمیز کلام سے پیش آتے تھے

نواب سعادت علی خان کی بی بیون اور بیٹون اور نوکرونکے ساتھ معتمد الدولہ کی سخت گیری

نواب شمس الدولہ چونکہ بنارس کو چلے گئے تہے وہ تو لکھنو کے مخمصون سے آزاد ہوے - غازی الدین حیدر کے باقی بہائی جو یہان موجود تھے اونکو معتمد الدولہ نے بہت دق کیا اور اونکی تنخواہین اونکو دستیاب نہوتی تھین یہانتک کہ بادشاہ سے علی الاتصال شکایت عرض معروض کی آئی اور ریذیڈنٹ نے بھی بادشاہ سے اونکی سفارش کی اور اونکی تصفیہ معاملات مین قدم کہا پہلے نواب نصیر الدولہ جو بادشاہ کے چہوٹے بھائی تھے - مگر دوسرے بہائیون سے بڑے تھے تنخواہ کے تقاضا کو ہوئے [illegible] نے عرض کیا کہ اگر حساب نام تحصیل کا ہے تو جو کچھ حکم ہو بجا لاؤن - اگر حساب کوئی چیز لائق شمار ہے تو نواب سعادت علیخان کے خزانے کے کاغذات سے یہ بات ثابت ہے کہ نصیر الدولہ [illegible]

مالی وملکی کے بالکل مالک تھے - اور دیوانی اور دیہات خالصہ کے جملہ امور اونسے متعلق تھے شمس الدولہ کا صرف اخبار اور جریلی کے کام سے تعلق تہا اور اسکے قطع نظر رجوع معذرات کے وقت عاملوں سے سالہا سال زر نقد جو اونکو دستیاب ہوا اوس سے انکا صاحب دولت و ثروت ہونا سب پر ظاہر ہے کہ کوئی دولت مین انکے ہم پلہ نہین ہے - اور چونکہ اسی لاکھ روپیہ نقد امانت انکی تحویل مین جمع ہے اوسکو منع سمیت خزانہ عامرہ مین داخل کرین لہاس کے تنخواہ کا حساب بیباق فرمائین - یہ پیچدار تقریر سنکر بادشاہ اور رزیڈنٹ نے کہا کہ بیشک زر امانت لے لینا چاہیے اور اون مفسدون کو سزا دینا مناسب ہے - اوسیوقت ایک توپ اور بخیبون کا تمن اور تلنگون کی کمپنی نواب نصیر الدولہ کے دروازہ پر بھیجکر اونکو تاکید کی کہ نواب سعادت علی خان کا زر امانت بادشاہی خزانے مین داخل کروا اور اونکے تمام رفقا کی آمد و رفت بند کی اور عظیم اللہ اور رحیم اللہ قوم حجام کہ نصیر الدولہ کے رفیق و مشیر تھے اونکی طلبی کا حکم جاری ہوا اور عظیم طوائف کہ عظیم اللہ کی آشنا تھی اوسکو بھی گرفتار کرکے بلوایا - اور چوکی پہرے اوس کے گہر پر مامور کیے گئے - عظیم اللہ نے عالم اضطراب مین سوائے رجوع ہونے کے اور کوئی چارہ نہ دیکہا اسلئے زر مذکور دینا مناسب سمجہا اور نواب نصیر الدولہ بھی عظیم اللہ کی رہائی بعد اوسکے پنجہ غضب سے غنیمت سمجھے - اس کے بعد نواب جلال الدولہ مہدی علیخان کی نوبت آئی یہ نواب سعادت علیخان کے سب فرزندون مین چھوٹے تھے - اور نواب کو اپنے اس چھوٹے بیٹے سے بہت محبت تھی اور مہدی علی خان کی مان خاص محل جسکا پہلے ٹاٹ محل خطاب مشہور تہا سب بیگمات سے نواب سعادت علیخان کے نزدیک زیادہ محبوب تھی اس بیگم کے پاس امانت مین نقد کروڑ روپیے سوائے جواہرات کے تھے جو ماہو لال کایستھ دیوان فاتگی کی تحویل مین اس شرط سے تھے کہ اونہا منافع جمع کیا کرے - ماہو لال نے ان روپیون مین سے دو تین لاکھ روپئے لیکر [illegible] مین صرف کر دیئے تھے - اور اسقدر بد اطواری کے ساتھ عیش و عشرت مین مشغول ہوا کہ خاص محل پر بدنامی کا وقت آیا اور یہ کیفیت معتمد الدولہ نے بادشاہ کے گوش گذار کر دی اور رزیڈنٹ کو اطلاع دیکر کرو[ڑ] روپیے کا محاسبہ اونکے سر و نبرر کہا گیا - اور ماہو لال کو کشان کشان بے آبروئی کے ساتھ بلوا کر پہلے بہت برا بہلا کہا اور پھر ایک کوٹھری مین بند ہوا کر ایسا عذاب دیا اور اتنا پٹوایا کہ اوسکی جان زار لبون پر آگئی - جلال الدولہ بھی اس معتمدی سے اسلئے رنجیدہ خاطر تھے کہ جب یہ جوش شباب مین روپیہ خرچ کے واسطے طلب کرتے تھے تو وہ بمقدار مناسب سے زیادہ نہین دیتا تھا - حسن اتفاق سے اوسی زمانے مین غازی الدین حیدر نے پچاس ہزار روپیہ ولادت فرزند

کی تقریب مین صرف کرنے کے لئے جلال الدولہ کو جنہین فرزند سے کم نہین سمجھتے تھے عنایت فرمائی تھی معتمد الدولہ نے زر مذکور ادا کرنے کے وعدے پر رسید مہری منگوا کر رقم مذکور مین پچاس ہزار روپے مجرا کر لئے اور جلال الدولہ سے کئی لاکھ روپیہ نذرانہ لیکر فیصلہ کیا اور باقی کے واسطے وعدہ خلافی کرکے اوسکو پھر گرفتار کیا اور وہ کاوش و پرخاش کی کہ جلال الدولہ کو جسقدر اشرفیان اور جواہرات ہاتھ آیا وہ لیکر گھوڑے پر سوار ہوکر مخفی کلکتے کے عزم سے لکھنؤ نکل گئے وہان پہونچکر جب یہ دیکھا کہ معتمد الدولہ کی شکایت کی یہان شنوائی نہین ہوتی تو جہاز پر سوار ہوکر بیت اللہ اور کربلا ے معلی کا راستہ لیا نواب سعادت علی خان کے بیٹون مین یہی دو بیٹے زیادہ صاحب اعتبار تھے۔ جب انکی یہ صورت گذری تو اونکے اور بیٹون کا حوصلہ پست ہوا۔ چنانچہ رکن الدولہ محمد حسن خان نے بھی جلاے وطن اختیار کیا اور باقی کاظم علیخان اور جعفر علیخان کو جو کچھ معتمد الدولہ تھوڑا بہت دیدیتے تھے وہ اوسپر قانع تھے۔ لیکن ان مین سے ہر ایک شخص و افزونی ترکیب تھا اسی زمانہ مین معتمد الدولہ اور مرزا تقی خان کے درمیان مین نزاع پیش آیا وجہ اوسکی یہ تھی کہ معتمد الدولہ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی جو پاؤن سے معذور تھی۔ اور منیر علی خان پسر مرزا فضل علیخان سے بیٹی اونکی منسوب تھی۔ اور معتمد الدولہ کا ایک بیٹا روشن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ منسوب تھا۔ اور دوسرے بیٹے کی نسبت شاہ میر خان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی۔ یہ شاہ میر خان برہان الملک و بہو بیگم کے خاندان سے تھے۔ چونکہ یہ نسبت شاہ میر خان کی قدر و منزلت کے خلاف تھی اونہون نے معتمد الدولہ کی درخواست کے وقت شادی سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ غریب کی بیٹیان غریب خاندان مین جاتی ہین۔ یہ بات سنکر معتمد الدولہ نے جبر و ظلم کی راہ اختیار کی۔ شاہ میر خان نے مجبور ہوکر شہر چھوڑا کلکتے کو چلے گئے۔ وہان جسکو دیکھا وہ معتمد الدولہ کا دوست ہے وہان جہاز پر سوار ہوکر لندن کیطرف سدھارے۔ اور محمد تقی خان کہ لکھنؤ اور فیض آباد مین رہتے تھے وہ شاہ میر خان کی حمایت مین خفا ہوکر کانپور علاقہ انگریزی مین چلے گئے۔ لیکن رزیڈنٹ لکھنؤ نے واپس اونکو بلوا لیا۔ اور معتمد الدولہ نے اونکے چھوٹے بھائی مرزا جھجو کو وزیر چہارم مقرر کیا اور صمصام الدولہ خطاب دلایا۔

بادشاہ بیگم کے حالات۔ نصیر الدین حیدر کی ولادت کی کیفیت۔ بادشاہ بیگم کا آمادہ ہونا کس لئے

اچھوتی اور اچھوتہ تیار کرنا اور اونکی چھٹی کے مراسم سالانہ ادا کرنا

وقایع دلپذیر مین مذکور ہی کہ بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر مبشر خان منجم تقویم ساز کی بیٹی ہین اور مبشر خان مشرف خان کے بیٹے اور خیر اللہ رصد بند محمد شاہی کے شاگرد ہین مبشر خان نے بادشاہ بیگم کو رسمی علوم سکہلانے کے بعد تخریج احکام نجوم کی بھی اچھی طرح تعلیم دی تھی غازی الدین حیدر عالم صاحبزادگی سی اونکی حسن وجمال پر فریفتہ تہی۔ دہلی مین نواب سعادت علیخان نے اونکے ساتھ غازی الدین حیدر کی شادی سنہ بارہ سولہ ہجری مین کی اسوقت غازی الدین حیدر کی عمر اکیس برس کی تہی اور بعض کتابون سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ بیاہ بنارس مین ہوا تہا۔ بادشاہ بیگم سے بیاہ ہوجانے کے بعد اونکی ایک خواص کے ساتھ جسکا نام صبح دولت تھا نواب غازی الدین حیدر کو عشق پیدا ہوگیا۔ اور اسلئے اُسکے حمل رہگیا۔ بادشاہ بیگم کو اسوجہ سی کمال غضب ورشک پیدا ہوا جب ۲۲ جمادی الاول سنہ ۱۲۱۷ ہجری کو بیٹا پیدا ہوا بادشاہ بیگم نے کہ نہایت مغلوب الغضب تہین سخت شدائد آلام کے ساتھ جس سے بڑہکر مقدور نہین صبح دولت کو مرواڈالا چوبھا نگر باغ مین مدفون ہوئی یہ وہ زمانہ تہا کہ نواب سعادت علیخان اودہ کی سلطنت پر متمکن ہوچکے تھے۔ نصیر الدین حیدر نے اپنی حکومت کے زمانے مین اس قبر پر عمارت بنوادی۔ بادشاہ بیگم نے چاہا کہ اوس بچہ کو بھی مارڈالین۔ مگر سیفن النسا نے جو بادشاہ بیگم کے پاس معمولی نوکر اور بلاغت لسانی مین یکتا تہی اور میر فضل علی خان کی پھوپی تھی۔ جو بیگم کے محل کے تمام کامون کا مختار تہا۔ اس فعل سے منع کیا اور باونکو نصایح وپند کے ساتھ سمجہا کر اس ارادے سے باز رکہا بیگم نے اوس بچے کا نصیر الدین حیدر نام رکہا اور پالنے لگین اور نہایت محبت کرنے لگین بیگم صاحبہ کی طبیعت اگرچہ عبادت اور تلاوت قرآن وادعیہ ماثورہ کی طرف نہایت مائل تھی لیکن حکومت وجاہ طلبی اور خودرائی اور خودسری اور مغلوب الغضبی اور امور مذہب اثنا عشریہ مین اختراع وبدعت اونمین اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ قوت غضبی اتنی تھی کہ غازی الدین حیدر ہمیشہ اوسنے ترسان اور لرزان رہے اور اونکی اطاعت وانقیاد مین سرمو فرق نہین کرتے تھے جب غضب حد سی گذرگیا تو شوہر وزوجہ دونون مین افتراق کی نوبت پہنچی۔ بہو بیگم کی وفات کے بعد سلون کا علاقہ جو کچہہ رانی مین شامل تھا اونکی جاگیر مین دیاگیا۔ اونھون نے میر فضل علی کو اس علاقے مین مقرر کیا اور بیگم کی جاہ طلبی کی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ چاہتی تھین کہ کل سلطنت پر حاوی رہین

اور اختراع امور دینیہ کی یہ کیفیت ہی کہ اول اپنی طبیعت سے ایک چھٹی صاحب الزمان کے واسطے
ایجاد کی **چھٹی** یہ ہی کہ عورت زچہ جننے سے چند دن کے بعد مع بچہ کے غسل کرتی ہی اور عمدہ لباس پہنکر
جابجا سیر کرتی ہی اعزہ کو مہمان بلاتی ہی۔ بادشاہ بیگم اس رسم کو اوس امام عالی مقام کیطرف منسوب کر کے ہر سال
ماہ شعبان میں ادا کرتی تہین۔ اور بہت سا روپیہ خرچ کرتی تہین اور اس معاملے مین بہت دہوم دہام کرتی
تہین **دوسرے** اشراف کی دوشیزہ اور خوبصورت لڑکیان۔ روپیہ خرچ کر کے یا کسی دوسری تدبیر
سے بہم پہونچا کر آئمہ اثنا عشری کی اونکو ازواج بنایا اور اون ائمہ کی ازواج کا نام مقرر کر کے ان لڑکیون
کو رکہتی تہین اور ان لڑکیون کا نام اچہوتی رکہا تہا **اچہوتی** اوس چیز کو کہتے ہین جو چہونے کے قابل
نہو کہ مبادا آلودہ نجس نہ ہو جاے۔ مگر حضرت فاطمہ زہرا کی پاسداری کی وجہ سے حضرت علی کے لیے کوئی
عورت تجویز نہین کرتی تہین۔ اور ہر ایک اچہوتی کی خدمت مین تین نوکرین خدمتگذاری کے لیے
رکہتی تہین۔ اور اونکو عمدہ عمدہ کہانے کہلاتین اور نہایت نفیس کپڑے پہناتی تہین اور اونکی اتنی
خاطر و ادب کرتی تہین کہ ہر روز صبح کو اونکے پہلے اونکی زیارت اور سلام کرتین تب کوئی دوسرا کام کرتین
اگر اونمین سے کوئی جوان ہو جاتی اور دل اوس کا مناکحت کو چاہتا تو مانع آتین اور کہتین کہ بعد رحلت
ائمہ اطہار کے دوسرے کے ساتھ نکاح اور عقد کرنا اوراون سے ہمبستر ہونا ملت پاس ادب اور
رعایت قانون اسلام مین حرام ہی۔ وہ بیچاریان شہوت مین گرفتار نہ رہنے کی طاقت اور نہ قدرت
فرار ایکا دیکہتین سے انکی شہوت کے ہاتہون مغلوب ہوئی کہ اوس نے ایک عجیب منصوبہ کہڑا کیا
کہ اول شب مین خواب سے مضطربانہ اوٹہکر زور سے رونے اور چہاتی کوٹنے لگی کہ اپنی شومی طالع پر
فریاد و فغان کرتی تہی۔ شور و غل سنکر محل کی تمام عورتین جمع ہوگئین۔ اور اوسکی گریہ و زاری کا حال بادشاہ
بیگم سے عرض کیا وہ خود بستر راحت سے اوٹہکر پاس گئین۔ اور حال دریافت کیا تو اوس اچہوتی نے
روتے ہوئے لہجہ مین جواب دیا کہ اسوقت مین نہایت بیخبر سو رہی تہی کہ یکایک خواب مین کیا دیکہتی ہون
کہ صاحب الامر والزمان میرے پاس پہنچے۔ اور آپ اوسوقت نہایت غضب آلودہ تہے اور فرمایا کہ
مینے تجہکو طلاق دی اور اپنی زوجیت سے جدا کیا۔ جب میری آنکہ کہلی تو اپنی سیہ بختی پر رونے لگی
کہ جب ایسے امام الزمان کے نکاح سے خارج ہوئی تو اب مین دنیا مین بہری کسطرح گذرے گی۔ الغرض
بادشاہ بیگم نے یہ بات سنکر اوس عورت کو فوراً قفس مین سوار کرا کے مع اوسکی تمام سامان کے اوسکے
باپ کے گہر بہجوا دیا۔ اور اچہوتے کی رسم بہی اونہون نے ایجاد کی۔ اچہوتی اور اچہوتے مین
تانیث و تذکیر کا فرق ہے **اچہوتہ** بہی ایسی چیز کو کہتے ہین کہ جو بوجہ طہارت و نفاست کے

مس کرنے کے قابل نہوتا کہ نجس ہو جاے اچھوتے کی حقیقت یہ ہی کہ بیگم نے محل کے اندر ایک
حجرہ ائمہ ہدی کے واسطے مخصوص کیا تھا کوئی آدمی اوس مین آنے جانے کی قدرت نہین رکھتا تھا
جب کسی امام کی پیدایش کا دن آتا تو اوس حجرے کو طرح طرح کے نفیس فرش و فروش سے آراستہ کیا جاتا
زرین قندیلین لٹکائی جاتین اور زربفت کی مسندین بچھائی جاتین اور اس امام کے نام نہاد اچھوتی عورت
کو نئے زیور اور پرتکلف پوشاک سے آراستہ کر کے بیگم اوس مسند زرنگار پر بٹھاتین اور نہایت ادب و تعظیم
کے ساتھ اوسکو نذر دکھاتین - اور زنانہ طریقہ سے مراسم مجرہ و نیاز بجا لاتین - اور تمام لباس نفیس
اور زیور جو اوسکا ساز اوس عورت کو دیتین - اور حجرے کا دوسرا تمام اسباب محل کے کسی نوکر کو بخشدیتین
اور محل سرا کے اندر ائمہ اثنا عشر کے روضون کی نقلین تیار کرائی تھین اور ہر روضے کے سامنے
ایک ایک مسجد بنوائی تھی - اور روضے مین ضریح کی نقل اور تمام عالیات کے دوسرے تبرکات
رکھے تھے اور روضۂ عباس کی ایک نقل بھی وہان تیار کرا کے سب روز مراسم تعزیت ادا کرتی تھین
جنون کا بادشاہ بھی بادشاہ بیگم کے پاس آتا تھا جو اونپر عاشق تھا - بیگم کا معمول تھا کہ ہفتے عشرے مین
غسل کر کے پرتکلف لباس اور زیور پہنکر اور عطر مین سراپا بسکر ایک مکان مین تنہا بیٹھ جاتی تھین -
مجال نتھی کہ چڑیا پرند یا خواصون یا ماماؤن کے فرشتے پر مار سکین - اور بیگم صاحبہ اپنی زبان سے
کہا کرتی تھین کہ آج اوس جن کی آمد آمد ہی - چنانچہ کوئی خواص کہتی تھی کہ ہمنے اپنے کانون سے حقہ پینے
کی آواز اوس کوٹھری سے سنی تھی - اور کوئی کہتی تھی کہ بیگم سے بات چیت ہونے کی آواز آتی تھی
اور خاص اس تقریب کے لئے ایک عمدہ مکان آراستہ کیا گیا تھا - گانے بجانے کا جملہ سامان وہان
جمع رہتا تھا - ڈومنیان اوس جلسے مین گایا کرتی تھین - اس جلسے کا نام ہندی مین بھیجک
بائے موحدہ کے فتحہ اور یائے تحتانی کے سکون اور جیم کے فتحہ اور رائے ہندی اور کاف ساکن تھا
نصیر الدین حیدر جو شاہ بیگم صاحبہ کے پاس پلے تھے اونکو بھی لڑکپن سے اوس مین بیٹھنے کی عادت تھی
جب اپنے اس بات کا شہرہ تھا کہ جنون کا بادشاہ بادشاہ بیگم کے پاس اور شاہزادہ شاہزادی کے
پاس آیا کرتا تھا اور پریان بھی خدمت مین حاضر ہوتی تھین - ہر ہفتے مین مان بیٹے اس تقریب سے
خلوت مین بیٹھتے - اور جو ڈومنیان گانے کے واسطے آتی تھین اونکو انعام ملتا تھا - اس تقریب
مین کم سے کم چار پانسو اور کبھی ہزار دو ہزار روپئے صرف مین آتے تھے - اور جو پوشاک بیگم صاحبہ
اوس وقت پہنتی تھین وہ گانے والیون کو انعام مین دیدیجاتی تھی -

بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر اور بادشاہ کے ولیعہد نصیر الدین حیدر کے ساتھ معتمد الدولہ کی بدسلوکیاں ولیعہد کی شادی

جب معتمد الدولہ نے بخوبی ہاتھ پاؤن نکالے تو بادشاہ بیگم کی اطاعت سے قدم اوٹھایا اور چاہا کہ ولیعہد بہادر کی دیوانی سبحان علیخان کے تفویض ہو اس کام کے لیے اول اسبات کا کرنا ضرور تھا کہ میر مفضل علیخان یہاں سے نکالا جائے معتمد الدولہ نے بدانتظامی جاگیر بادشاہ بیگم کے باب میں جو مفضل علیخان سے متعلق تھی چند بیہودہ اخبار درست کرکے بادشاہ کے حضور مین پیش کئے۔ آخرکار بیگم صاحبہ تک پہنچکر میر مفضل علیخان معزول ہوئے۔ لیکن تنخواہ گہر بیٹھے بیگم صاحبہ عنایت فرماتی رہین۔ اور ڈیوڑھی مین آمدورفت جاری رہی جب معتمد الدولہ کی شمشیر تدبیر نے کاٹ کیا تو چند مخالف معتبر سے بادشاہ تک پہنچا کر میر مفضل علی کے اخراج کا حکم بادشاہ سے حاصل کیا۔ میر مفضل علی بیگم صاحبہ کے فرمان بردار تھے اونہون نے معتمد الدولہ کو جواب دیا کہ مین تمہارا مطیع نہین ہون۔ بادشاہ بیگم کے حکم کے بدون جنکا مین ملازم ہون شہر سے قدم باہر نہین رکھونگا۔ یہ جواب گرم سنکر معتمد الدولہ جل گئے اور اس مضمون کو بڑی آب وتاب سے خلاف پیرایے مین بادشاہ کے گوش گذار کیا اونہون نے خفا ہوکر حکم دیا کہ میر مفضل علی کو گرفتار کر لاؤ اور اگر زندہ نہ آسے تو سر کاٹ لاؤ معتمد الدولہ نے چاہا کہ اس حکم کی تعمیل کرین اور سوار بہیجکر اونکے مکان پر یورش کرین لیکن معلوم ہوا کہ چار سو آدمی اونکے مکان کے آس پاس مسلح بیٹھے ہین۔ جان تو ہر شخص کو عزیز ہے دو توپین اونکے دروازے پر بہیجین۔ ابھی پورا اونکی حویلی کا محاصرہ نہونے پایا تہا کہ مفضل علیخان بھی مخفی اپنے مکان سے نکلکر بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی مین پہنچ گئے۔ معتمد الدولہ نے ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۳۸ ہجری مطابق ۱۳۔ اگست ۱۸۲۳ء روز شنبہ کو بادشاہی فوج سے بیگم کے مکان کا محاصرہ کرا دیا۔ اور مفضل علی خان کو طلب کیا۔ بادشاہ بیگم نے جواب دیا کہ ہمنے تمہارے قید ہونیکے وقت دستگیری اسی امید پر کی تھی کہ مقابلے پر آسے اب مفضل علی خان کا سر ہے سر کے ساتھ ہے اور یہ سوال وجواب میر مفضل علی کی بہن بی مغلانی کی معرفت تہا۔ اسکی تقریر آرائیون نے اور بھی تفتیش کی صورت پیدا کی۔ صبح سے چار گھڑی دن رہے تک یہ حشر برپا رہا اوس عہد مین مسٹر ایٹر کو ریزیڈنسی کا چارج تہا۔ اونہون نے ایک

ایک انگریز سٹیفنہ جہادلی منڈیاون کو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجکر پیام دیا کہ آپ ہمین نزاع کرنا خونریزی
خلائق کا باعث ہی اسلئے میر فضل علی کو ہماری ضمانت وکفالت پر ہمارے پاس بھیجدو جان و مال
کو اونکے صدمہ نہ پہونچنے گا - بادشاہ بیگم نے عہد وپیمان سے اطمینان کرکے فضل علی کو رزیڈنٹ کے
پاس بھیجدیا اونہون نے ایکدن اپنی کوٹھی پر رکھکر دوسرے دن تلنگونکی سوار دونکی حفاظت مین
کانپور کی طرف پہنچادیا اور ساٹھ ہزار روپے نقد خرچ کے واسطے بادشاہ بیگم سے دلادئے سعدالدولہ
نے اس راہ مین بہت خاک اوڑائی اور اونہین ہرگز یہ منظور تھا کہ وہ لکھنؤ سے سلامتی کے ساتھ جائین
لیکن رزیڈنٹ نے قبول نہ کیا اور اب جیسی طرح عداوت بادشاہ بیگم اور سعدالدولہ کے درمیان واقع ہوئی
بادشاہ نے حکم دیا کہ ولیعہد دربار مین نہ آئین اور بیگم صاحبہ کے سپاہیون نوکر جو میر فضل علی کے طرفدار
تھے گرفتار ہوکر قید ہوئے - اور باقی بھاگ گئے - اور فضل علی کا گھر مسمار ہوکر لاکھون روپے کا اسباب
غارت ہوا - اور بادشاہ بیگم کی جاگیر پر سعدالدولہ کی طرف سے عامل مقرر ہوا اور بادشاہ بیگم
اور ولیعہد پر صدمے پہنچانے شروع ہوئے - نصیر الدولہ کی بیٹی سلطان عالیہ بیگم کے ساتھ
ولیعہد کی شادی کی تجویز تھی - مگر یہ بات ابھی شک ہوئی تھی اور طرفین مین باہم اس تقریب
کے مراسم ادا ہوتے تھے اس واقعہ کی وجہ سے بیاہ کا لفظ طرفین کی زبان پر نہ آیا - سعدالدولہ
نے وہ بساط بچھائی کہ نواب نصیر الدولہ کی بیٹی کے ساتھ بادشاہ بیگم کے نواسے محسن الدولہ کی
شادی ظہور مین آئی اور مرزا جاہی کی عمارت رہنے کے لئے بادشاہ کی طرف سے عنایت ہوئی
اس بات سے بادشاہ بیگم کے مزاج مین سعدالدولہ کی طرف سے اور بھی زیادہ تکدر پیدا ہوا بادشاہ بیگم
نے ولیعہد کی نسبت مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی مریم بیگم کے ساتھ دربردہ بالا بالا قرار دیکر عین وقت پر
بادشاہ کو اطلاع دی - بادشاہ بھی رسومات شادی مین شریک نہوئے البتہ سعدالدولہ وغیرہ ارکان
سلطنت اور صاحب رزیڈنٹ اس شادی مین شریک تھے - گو سعدالدولہ کی ناخوشی کی وجہ سے
شادی مین خاطرخواہ رونق ظہور مین نہ آئی لیکن دو ہفتہ کامل عیش و عشرت کا ہنگامہ گرم رہا -
بادشاہ بیگم کا دل سعدالدولہ سے کھٹکا ہوا تھا - اور اونکا برات کے وقت سواری کے ساتھ رہنا
منظور تھا - ولیعہد کی حفاظت جان کے لئے صاحب رزیڈنٹ کو پیام دیکر سو آیاس بڑے بڑے
سرداران انگریزی طلب کئے - جو سواری کے ہمراہ ہاتھیون پر شاہزادے کے گرد حلقہ زن تھے
اور صاحب رزیڈنٹ بھی شریک جلسہ تھے - اور بادشاہ سلامت مرزا حسن رضا خان کی بارہ دری
مین جو گومتی کے پار تھی رونق بخش تھے اور محفل شادی کا جلسہ بارہ دری مین حسن باغ مین

آراستہ تھا جب معتمد الدولہ کو خواصی مین بیٹھنے کا حکم تھا تو ایک علیحدہ ہاتھی پر سوار ہوکر برات کے ساتھ رہے
غرض عقد نکاح کے بعد دلہن کو نواب سلطان بہو صاحبہ[۱] خطاب ملا اور اس وجہ سے معتمد الدولہ کے دل مین
خار حسرت کھٹکنے لگا تو اونہون نے دوسرا رنگ جمایا کہ مرزا محمد حسن پسر نواب روشن الدولہ کو سلیمان شکوہ
کی دوسری بیٹی کے ساتھ باوجودیکہ اونکو یہ رشتہ نہایت ناپسند تھا بزور وظلم منعقد کیا اور اس
حیلہ سے وہ سات ہزار روپیہ ماہوار جو جوزاک خاصہ شاہ عالم بادشاہ دہلی کے تھے شجاع الدولہ
کے عہد سے الہ آباد کی آمدنی سے بادشاہ کی خدمت مین جاتا تھا اور نواب سعادت علیخان کے عہد مین
مسدود تھا مرزا سلیمان شکوہ کے نام واگذاشت کرایا وہ پہلے سے چھ ہزار روپئے کے وظیفہ دار
تھے اب یہ سات ہزار روپیہ ملکر تیرہ ہزار روپئے ہوئے اوقات عیش وآرام مین بسر ہونی شروع ہوئی
لیکن بادشاہ بیگم کو معتمد الدولہ کی اس کارروائی سے بیحد ملال ہوا اور بادشاہ سے اوسکی شکایت
کی لیکن جواب دلخراش سن پایا کہ پھر شکایت کی جرأت نہ آئی اور ولیعہد سے جو کہ سلطان بہو کی محبت
پر صبر کیا۔ بادشاہ نے پندرہ سو روپیہ ماہوار کا ایک وظیفہ سلطان مریم بیگم کے لئے اون کروڑ
روپیہ کے سود مین سے جو بیگم مرحوم نے ۱۲۴۱ ہجری کو سرکار کمپنی کو قرض دیا تھا مقرر کیا۔ اب معتمد الدولہ
نے بادشاہ بیگم کی جاگیر کی آمدنی پر دست درازی شروع کی۔ اور بادشاہ نے جو بادشاہ بیگم
کی برداشت کے لئے حکم دیا اوسکی تعمیل نہ کی۔

معتمد الدولہ کا نصیر الدین حیدر کو نطفہ ناتحقیق مشہور کرنا آخر کار بادشاہ کا اونکو اپنا بیٹا تسلیم کر لینا معتمد الدولہ کا بادشاہ اور بیگم کے درمیان سخت ناچاقی کرا دینا اور بیگم پر نہایت سختگیری کرنا

معتمد الدولہ نے نصیر الدین حیدر کے بے اعتبار کرنے مین کوئی دقیقہ نہ چھوڑا یہانتک کہ اونکو

---

[۱] دیکھو جلد اول قیصر التواریخ ۳۱

لطفہ نا تحقیق مشہور کردیا جب کہ گورنر جنرل کے کانون تک یہ خبر پہونچی تو اونہون نے رزیڈنٹ کو
لکھا کہ بادشاہ کی نسل کے معاملے مین بخوبی تحقیقات کی جاتے اس وقت معتمد الدولہ نے اپنی
خبث باطنی اور عناد دلی سے گورنر جنرل کو جواب مین یہ لکھوا کر بھیجوایا کہ نصیر الدین حیدر بادشاہ کے
نطفے سے نہین ہین بادشاہ بیگم نے ایک خواص کے بچّے کو پرورش کر کے تہمت بادشاہ پر باندھی ہے
اب گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ تم بادشاہ سے خود ملکر اس بات کی زبانی تحقیق کرو ابھی یہ تحریر
رزیڈنٹ کے پاس پہونچنے نہ پائی تھی کہ معتمد الدولہ نے تمام شہر مین اشتہار اس مضمون کے جب پان
کرا دئے کہ مرزا نصیر الدین حیدر کو کوئی شخص بادشاہ کا فرزند قرار نہ دے۔ جب رزیڈنٹ کے پاس
گورنر جنرل کی تحریر آئی۔ اور اونہون نے بادشاہ کے پاس جا کر حال دریافت کیا تو بادشاہ نے اپنی
زبان سے نصیر الدین حیدر کی ولدیت کا اقرار کیا۔ جب یہ تدبیر معتمد الدولہ کا ٹھکانے پر نہ پہنچا تو دوسری
فکر کی اور ایک رات بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ بیگم نے اسوجہ سے کہ مجھپر حضور کی نظر توجہ ہے
اور او کی شکایت پر بیسری ہی ہین حضور یا التفات نہین فرماتے دس لونڈیان ترکین اور حبشین
دشمنان حضور کے قتل کے لئے مامور کی ہین۔ اور اونکا یہ ارادہ ہے کہ اس سانحے کے ظہور کے
بعد گورنر جنرل سے صلاح کر کے مرزا نصیر الدین حیدر کو تخت سلطنت پر بٹھا دین۔ اور آپ مختار بنین
معتمد الدولہ نے اس طلاقت لسانی سے اس مضمون کو ادا کیا کہ بادشاہ نے بادشاہ بیگم سے
ملنا بھی موقوف کیا۔ اور دروازہ جو خوابگاہ بادشاہ اور محل قیام بادشاہ بیگم کے درمیان واقع
تہا وہ بھی بند کیا گیا اور ملاقات طرفین کی منہ ہوئی۔ اور بادشاہ بیگم پر یہانتک سختی کی گئی
کہ اونکی جاگیر کی آمدنی بھی بند کر لی گئی اور اسوجہ سے نوبت ناداری کی پہنچی اب بیگم کو ایکروپیہ
ہزار روپیہ کی برابر تہا اسباب نقرئی و طلائی بردے مین بک کر اوقات بسر ہوتی تھی ان تنہائی
دامن دار یہ بھی معتمد الدولہ کی نگاہ باشی کم ہوئی۔ یعنی وہ اس بندش اور تجسس مین رہتے تھے کہ جو
اسباب بکنے کے وقت ظاہر ہوا اوسکو منگوا کر اپنے توشہ خانے مین داخل کیا اونکی مہریون
سات سات آٹھ آٹھ روز تک بیگم کے محل مین نوبت چولہے مین آگ سلگانے کی نہ آتی تہی بعض
اوقات مین دن بیتے یا چار بہنہ اگر محل پر تقسیم ہوتی تھی معتمد الدولہ نے نصیر الدین حیدر کو شیر جنگ
کے باعث بلایا وہ بھی بنظر تقدم بالحفظ انجام کو سوچکر ایکرات اس باعث کو اور خاصہ طلب کر کے
روش کیا۔ معتمد الدولہ تھوڑا سا اس باعث سے قدم باہر نہ رکھا اور دولت کے ساتھ پیش آئی
اور اپنا قصور معاف کرایا اور وہ بھی بخوبی حسب مراتب بدستور ظاہر خفا تھی مگر دل مین

عداوت بھری رہی بلکہ ایک عجیب حرکت کی جو یہ ہے کہ شاہزادی کے ذہن نشین کرنے کو جنکی طبیعت
عیاشی اور لہو و لعب کی طرف زیادہ رغبت رکھتی تھی چند رقاصہ عورتیں اونکی خدمت میں بھیجدیں
اور انکو حکم دیا کہ شاہزادے کا دل اپنی طرف مائل کرلیں تقاضائے سن کی وجہ سے کہ عمر اونکی
۲۲ سال کی تھی ساتھ بیگات سے مانوس ہوگئے جب معتمد الدولہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اونہوں نے چاہا
کیا کہ انکو دوسری جگہ بھیجدیا جائے کیونکہ ان بیبیوں میں مفارقت منظور تھی - اسلئے عرض کیا کہ یہ
مکان تنگ ہے حضور کی آسایش کے لائق نہیں اور حضور کو بھی یہاں خاطر خواہ آسایش نہیں
حسن باغ میں کہ مقام خوش فضا لب دریا واقع ہے تشریف لے چلیں شاہزادے نے کہا کہ اس شرط سے
چلونگا کہ ملکہ زمانی کو بیگم صاحبہ کے مکان سے طلب کرلیا جائے دوسرے بیگا طوائف کو میرے ساتھ کردیں
چونکہ بیگا خانم حسین کی آشنا تھی جو معتمد الدولہ کا رفیق تھا جسکی دلشکنی و آزردگی معتمد الدولہ کو منظور نہ تھی
اسلئے اونہوں نے یہ چال چلی کہ جس سے شاہزادے کو بیگا سے دستبردار ہونا پڑے گا عرض کیا
کہ بدون اطلاع بادشاہ کے غلام کی طاقت نہیں کہ ایسے کام کرسکے اور بادشاہ یہ دونوں کبھی
امر قبول نہ کرینگے اگر ان میں سے ایک بات کی نسبت ارشاد ہو تو اگرچہ اوسکا سرانجام بھی مشکل ہے
مگر بہر صورت عرض کرکے اوسکی درستی کیجائیگی - چونکہ ملکہ زمانی سے اونکو کمال محبت تھی اور حرم محترم میں
داخل کرلیا تھا اوسکی بابت کو ترجیح دی اور رقاصہ سے دستبردار ہوگئے اور معتمد الدولہ کے فریب سے
آگاہ ہوکر درد بھرے ہوئے دل کے ساتھ حسن باغ کو تشریف لے گئے - مگر محل سے نکلکر شب طلب
کے باغ میں معتمد الدولہ کے فریب کی وجہ سے آنے سے بہت نادم اور تنگ تھے - بادشاہ بیگم کو
چونکہ شاہزادے کے ساتھ بیحد الفت تھی چند روز کی جدائی سے نہایت بیتاب ہوگئیں - ایک
مالن شاہزادے کے لئے ہار پھول لیجایا کرتی تھی بیگم نے شاہزادے کے پاس اوس مالن کی
معرفت یہ پیام بھیجا کہ معلوم نہیں کہ ان دنوں کونسی بہتری کی بات معتمد الدولہ کی طرف سے اپنے حق میں
دیکھی جو ہمارے حقوق دیرینہ کو خیرباد کہا اور اوسکی جھوٹی باتوں میں آکر ناحق بیکلی حاصل کی -
اے جان عزیز اگر تمہاری بہتری دیکھتے رہتے ہیں تو چشم بد روشن و دل شاد - لیکن وہ کام ایسا
کا نہایت رنج ہے کہ دشمنوں کے درمیان میں جا بیٹھے ہو اللہ تمہاری حفاظت کرے میں تو
ایک بوڑھی عورت ہوں مجھکو کوئی ریاست کا دعوے نہ تھا جو کچھ جتنے کیا وہ تمہاری بھلائی کے
لئے کیا تھا - جو کچھ تم کہتے اور تمہاری ہوا خواہی و دوستی کیوجہ سے کہا جاتا ہے شکایت نہیں
ہے جو کچھ پیش آیا قسمت کا لکھا تھا شاہزادے کو جب یہ پیام پہنچا تو آبدیدہ ہوئے اور

کہلا بھیجا مصرع من ہمان بندۂ دیرینہ کہ بودم ہستم ❊ برسین گذرین کہ آدمی معتمد الدولہ کی طرف سے پیام لاتے تھے کہ مین آپ کا غلام وفادار ہوں اگر میری خطا معاف کی جاے تو خدمت کی سعادت دارین جانکر ایسی جان فشانی کرونگا کہ یادگار زمانہ رہیگی اور خصوصیت کی کیفیت خادمیت و مخدومیت کی ثابت ہو جائیگی - اور آپ پر یہ بھی بخوبی روشن ہے کہ تکلیف اخراجات سے میری طاقت طاق ہو گئی تھی اور اوسکی بیداد سے میرے نوکر چاکر تنگ آ گئے تھے ناچار یہ کام کیا اگرچہ یہ امر سبب تھا - لیکن اس بد باطن کے دل کا حال بدون اصلاح ظاہری کے معلوم ہونا ناممکن تھا محض اس مصلحت کی وجہ سے آپکی مفارقت گوارا کی گئی ہے - جب سے مین آپ سے جدا ہو کر یہان آیا ہون سوا سے نفاق کے کچھہ اور اوسکی طرف سے ظہور مین نہین آیا الحمد للہ کہ آپ نے حجت تمام کر دی اور در دنگو کو سکان تک پہنچا دیا - اور چاہتا کہ آپکی طرف سے ارادت مین کوئی قصور و فتور نہین ہوا ہے - بلکہ پانچون وقت کی نماز کے بعد دعا کرتا ہون کہ اللہ آپکا سایہ میرے سر پر ہمیشہ برقرار رکہے - مالن جب یہ جواب لیکر بادشاہ بیگم کے پاس گئی تو اوس کے دوسرے دن پھر اونہون نے شاہزادے کے پاس یہ پیام بھیجا کہ اگر وہان کے رہنے مین اپنا مطلب حاصل ہوتا دیکھو تو وہان رہنا چاہیے ورنہ ایک دم کی مفارقت ایک سال کی برابر ہے جلد یہان آجانا چاہیے اب جدائی کی تاب نہین ہے - شاہزادے یہ پیام پہنچتے ہی دوپہر کے وقت محل مین چلے آئے اور اسوقت سے غازی الدین حیدر کے مرنے تک دربار مین نہ گئے اور سرکار شاہی سے بھی شاہزادے کے لیے کہین آنے جانے کی ممانعت کا حکم نافذ ہوا - یہانتک کہ جب لارڈ امہرسٹ گورنر جنرل آئے تو ولیعہد اس دربار سے بھی محروم رہے - ایک بار بادشاہ نے ولیعہد کو حکم دیا کہ نماز عید الفطر کے لیے عید گاہ کو جاوین مگر وہ نہ گئے[1]

منا جان کی پیدایش اور بادشاہ بیگم کا یہ مشہور کرنا کہ وہ نصیر الدین حیدر کے لطفے سے ہے معتمد الدولہ کا بیگم کی ڈہول اوڑانے مین کسر باقی نہ رکہنا اور انجام کار

[1] دیکھو حشمت خانی اور وقائع دلپذیر ۱۲

منا جان کا نصیر الدین حیدر کے نطفے سے ثابت ہونا

بادشاہ بیگم کی ایک خواص جسکا نام سکھ چین تھا نصیر الدین حیدر کی صحبت مین رہتی تھی یہ مشہور ہوا کہ وہ ولیعہد سے حاملہ ہے اور ۵ ذیحجہ سنہ ۱۲۳۵ ہجری مطابق ۴ ستمبر سنہ ۱۸۲۰ء کو پہر دن رہے اوس کے بطن سے ایک لڑکا متولد ہوا ۔ پرستاران محل نے اوس بچے کو غسل دیکر چار گھڑی کے اندر بادشاہ بیگم کی آغوش مین دیا اوس کا نام محمد مہدی اور لقب منیع الدین حیدر رکھا اور عرف منا جان ہوا اور سکھ چین کا خطاب افضل محل ہوا ۔ بادشاہ بیگم نے اول محسن الدولہ کو ایکسو ایک اشرفیان دیکر اور پھر نصیر الدین حیدر کو اس لڑکے کی پیدائش کی نذر کے لئے بادشاہ کی خدمت مین بھیجا امرت لال اور فتح علی عرضبیگیون اور عبد الکریم داروغہ دیوان خانہ نے عرض کیا کہ آپکی باریابی کے لئے بادشاہ کا حکم نہین ۔ ناچار نصیر الدین حیدر اور محسن الدولہ بے نیل مقصود واپس ہوئے ۔ اور دوسرے دن بادشاہ نے امرت لال عرضبیگی سے حال معلوم کرکے اون سپاہیون اور افسرون کو جن کے پہرون مین محسن الدولہ اور نصیر الدین حیدر آتے تھے موقوف کر دیا ۔ جان بنگلش صاحب رزیڈنٹ تھے اونہون نے جب یہ ماجرا سنا تو یہ خیال کیا کہ یہ صورت بادشاہ کی طرف سے محض اس وجہ سے وقوع مین آئی ہوگی کہ اون مین اور ولیعہد مین ملال ہے ۔ چنانچہ انہون نے بادشاہ سے ملاقات کرکے کہا کہ حضور نے مجھکو ولادت فرزند کی خبر کیون نہ دی تاکہ تہنیت کے مراسم بجا لاتا ۔ بادشاہ اس بات سے دلمین کبیدہ ہوئے اور بظاہر ایسی بے پروائی کی کہ گویا صاحب کی بات کا مطلب آپکے ذہن مین نہین آیا ہے ۔ اور تجاہل کی راہ سے فرمایا کہ مینے کونسی بات کی آپکو خبر نہ دی صاحب نے کہا کہ مینے سنا ہے کہ ولیعہد بہادر کے محل مین بیٹا پیدا ہوا ہے ۔ یہ خبر مجھکو صبح کے وقت پہنچی تھی اور اوسکے تہنیت کا منتظر تھا ۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر سکوت کرکے فرمایا کہ اس باب مین گفتگو نامناسب ہے ۔ اس جواب سے رزیڈنٹ متحیر ہوا ۔ اور کہنے لگا کہ مجھکو حضور کے پوتے کی پیدائش کی خبر پہنچی تھی ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ولیعہد بہادر نذر کو گئے اور بے نیل مرام واپس آئے اور پھر سپاہیان متعینہ دروازہ برطرف کر دئے گئے ۔ آیا یہ بات سچ ہے یا جھوٹ ۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ شاید کہ ولیعہد بہادر مع خاص برداروں کے زبردستی حاضر ہونا چاہتے تھے ۔ اور لڑکا جو وہان مین پیدا ہوا ہے اگر فی الحقیقت میرا اصلی پوتا ہوتا اور وارث حقیقی ہوتا تو سب سے پہلے اس سے

ساز و سامان جشن اور ادائے لوازم تہنیت کے لئے برضا و رغبت حکم دیتے لیکن اس معاملے مین طرح
جعل و فریب ہوا ہے۔ اور حقیقت مین یہ کچھ دہون کا ہے کہ ۲۵ روز سے اوس کو حمل ہو سکتی ہین۔
رزیڈنٹ نے فہم و فراست کی راہ سے کہا کہ شاید یہ بات معاندین و مخالفین نے مشہور کر دی ہو۔ بادشاہ
نے فرمایا کہ ہمنے اسکو خوب تحقیق کر لیا ہے۔ پھر رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ امر بہت مشکل ہے کہ ولیعہد بہادر
ایسا فریب کہا سکے اور حقیقت اونسے مخفی ہوتی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اوس بیچارے کو کیا سمجھ ہے
یہ تمام چالاکی بادشاہ بیگم کی طرف سے ہے اور وہ بیچارہ بسبب کم عمری اور بیعقلی کے کیا سمجھ سکتا ہے
رزیڈنٹ نے کہا کہ حضور سابق مین شکایت کرتے تھے کہ ولیعہد بہادر کئی عورتون کے ساتھ
صحبت اور اختلاط رکھتے ہین۔ چنانچہ بعض اونمین سے حاملہ بھی ہو گئی ہین۔ بادشاہ نے فرمایا
کہ بچہ پیدا ہونے کی امید ۲۵ ماہ کے بعد ظہور مین آئی ہے۔ بعد اس کے رزیڈنٹ نے بات کو
طول دینا مناسب نہ سمجھا اور اس سے ۱۵ ماہ قبل بادشاہ کی زبانی رزیڈنٹ کو معلوم ہوا تھا کہ ولیعہد
بہادر کے ہان بچہ پیدا ہونے کو ہے۔ لیکن بعد اسکے کوئی خبر بچہ پیدا ہونے کی معلوم نہوئی تھی
اور ایک اخبار نویس نے رزیڈنٹ کو خبر دی تھی کہ بادشاہ بیگم نے چار عورتین از قوم سادات ولیعہد
کی صحبت مین رکھی ہین۔ اور جو طفل کہ اب پیدا ہوا ہے اونمین سے ایک عورت کے بطن سے ہے

صاحب رزیڈنٹ نے یہ تمام حال گورنر کو لکھا کہ ولیعہد بہادر تو ولادت کے مقر ہین مگر بادشاہ
انکار کرتے ہین۔ اور بادشاہ کے قول کی تحقیق مشکل ہے کہ فرماتے ہین کہ نصیر الدین حیدر طفل
مذکور کے باپ نہین ہین۔ اور سب سے زیادہ مشکل جانبین کے دوستون اور دشمنون کی غرض کا ادراک ہے
۲۴ اکتوبر سنہ ۱۸۲۰ء کو گورنر کا جواب خاص مشکلات صاحب سکریٹری دفتر سفارت کی ذریعہ سے یون پہنچا
کہ آپکی تحریر مرقومہ ۱۵ ستمبر سنہ حال سے معلوم ہوا کہ ولیعہد کے مکان مین ایک لڑکا پیدا ہوا ہے
جسکو بادشاہ تسلیم نہین کرتے۔ اس امر کی تحقیق ضروری ہے تاکہ آئندہ کوئی وقت امور سلطنت مین پیش
نہ آئے اور تکرار واقع نہو اسلئے مناسب ہے کہ آپ اچھی طرح طفل مذکور کے نسب کی بابت تحقیقات کرین
کہ فی الحقیقت ولی عہد کا نطفہ ہے یا نہین اور نواب گورنر جنرل امید رکھتے ہین کہ جناب بادشاہ اودھ
ایسے امر نازک مین اپنے اشتباہ کا رفع کرنا اور اوسکی تحقیقات ضروری جانینگے رزیڈنٹ نے
اس خیال سے کہ بادشاہ اپنی زبان سے اوس لڑکے کو دھوبی کا بچہ بتلاتے ہین۔ اور عوام مین بھی
یہ مشہور ہے کہ ایک حاملہ دھوبن مدت سے غائب ہے۔ یہ مناسب جانا کہ اوس کے شوہر کے اظہار لئے
جائین۔ مگر اسوجہ سے کہ مبادا خیر اندیشی آدمی دھوبی سے ملکر جعلسازی کرین۔ اپنے میر منشی

کو حکم دیا کہ تم اوس دھوبی کو اپنے ہان لاکر رکھو بعد اسکے اوسکے اظہار لوائے اور بادشاہ سے
ملاقات کے وقت ایک پرچہ پیام متضمن ضرورت تحقیق نسب طفل مذکور کہ مبادا انجام کو معاملہ ریاست
مین تکرار پیش آئے بادشاہ کے حوالے کر کے زبانی کہا کہ ایسے امر نازک مین شتاب اور خفگی سے
دور کر کے اسکا جواب اسطرح تحریر فرمائین کہ اب اور آئندہ اشتباہ باقی نرہے اور زیادہ بہتر ہے کہ جناب والا
خود محل مین تشریف لیجا کر اوس لڑکے کو بچشم خود ملاحظہ کرلین۔ مگر بادشاہ نے محل مین جانا قبول نہ کیا
اور فرمانے لگے کہ اگر فی الحقیقۃ میرا لڑکا ہوتا تو اس سے بہتر اور خوشتر کیا تھا۔ لیکن وہ اصل مین میرا لڑکا
نہین ہے اور بادشاہ بیگم نے اوسکی ولادت کے وقت حسب دستور سترہ کیلئے ہمارے خاندان کی بیگمات
کو جمع نہ کیا۔ مگر رزیڈنٹ کی طرف سے بہت تاکید ہوئی کہ اس معاملے کی پوری پوری تحقیقات کیجائے
اسلئے بادشاہ نے دائی کو تلاش کرایا اور اس باب مین ایک خط بادشاہ بیگم کو لکھا اسی اثنا مین
اخبار نویس نے رزیڈنٹ کو اطلاع دی کہ ۲۵ - جمادی الثانی سنہ ۱۲۳۳ ہجری مطابق ۳ اپریل سنہ ۱۸۱۸ع کو جناب
بادشاہ اودھ نے تین عورتین منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان کی بہن کی ہوتین بمعرفت معتمد خواجہ سرا کے
بادشاہ بیگم کو عطا کی تھین اونمین سے دو مرگئین ایک زندہ ہے اور وہی اوس بچے کی ماں ہے اور اوسکا
خطاب افضل محل ہے اور وہ خود طفل کو دودھ پلاتی ہے۔ و لیعہد بہادر اور بادشاہ بیگم کہتی ہین
کہ اگر بادشاہ کا دل چاہے تو خود آکر لڑکے اور اوسکی ماں کو ملاحظہ کرلین۔ دھوبی کا نام ہیرا تھا
اوس نے اپنے اظہارون مین بیان کیا کہ میری زوجہ منا نام جسکی تھی سترہ سال کی اور آٹھ ماہ کا
حمل تھا ۲۔ ذیقعدہ سنہ ۱۲۳۳ ہجری مطابق سترہ اگست سنہ ۱۸۱۸ع کو دن کے ساڑھے دس بجے پرورش
علی کے گھر کپڑے لیکر گئی تھی وہان سے غائب ہوگئی۔ دوپہر کے وقت مسماۃ بینا کٹنی میرے گھر آئی
اور میری زوجہ کا حال پوچھا۔ میری ساس نے کہا کہ وہ پرورش علی کے گھر کپڑے لیکر گئی ہے
بینا چلی گئی۔ مینے شام تک اوسکا انتظار کیا۔ بعد اسکے پرورش علی کے گھر گیا۔ اوس نے کہا
کہ وہ اوسی وقت میرے گھر سے چلی گئی تھی۔ چونکہ مجھکو بعض آدمیون کی زبانی یہ معلوم ہوئی تھی
کہ پرورش علی کی شراکت سے بینا کٹنی نے اوسکو فروخت کردیا ہے اسلئے مین کٹنی کے گھر
گیا اوسکے بیٹے نے کہا کہ وہ دو دن سے مکان کو نہین آئی ہے آخر تیسرے دن مینے
اوسکو پایا اور کوتوال کے پاس لیگیا۔ اور تمام حال ظاہر کرکے گرفتار کرادیا۔ چار دن کے بعد
اوس کٹنی نے عورت کے حاضر کرنے کا اقرار کیا اوسکی ضمانت لیکر کوتوال نے چھوڑدیا۔ بعد اسکے
میری ساس نے نالش کی تو معتمد الدولہ نے اوس کٹنی کو پکڑوا کر کوتوال کے پاس بھیجدیا

وہان قید ہوگئی اور معتمد الدولہ نے میری زوجہ کو تلاش کرنے کے لئے حکم تاکیدی صادر کیا۔ کوتوال نے نہایت تجویز و تہدید کی مگر کچھ مفید نہوا۔ آخرکار مجھکو کہا کہ وہ رنگ محل مین ہی اور وہان کوتوال کا حکم نہین چلتا۔ مین ناامید اور مایوس ہوگیا اور کبھی کبھی چوتھی محرم کو رات ہو گئی اور مجھکو بہت سے معتمد آدمیونکی زبانی معلوم ہوا کہ میری زوجہ رنگ محل مین ڈیڑھ سو روپیہ کو فروخت کردیگئی ہی۔ رزیڈنٹ نے بادشاہ کی شرح ملاقات اور وہوبی کا اظہار گورنر جنرل کے پاس بھیجدیا بعدہ عہد قائم مقامی میلکس السنٹ ریذیڈنٹ صاحب مین ایکدن بادشاہ نے محسن الدولہ سے فرمایا کہ تمہارے ماموں یعنی نصیرالدین حیدر ہمارے دیکھنے کو کہ پاؤن مین چوٹ لگ گئی ہی کیون نہین آتے۔ محسن الدولہ نے عرض کیا کہ حکم عالی کے منتظر ہین ارشاد ہوا کہ ابھی جاکر ہماری طرف سے کہو کہ اپنے بیٹے کو ہمراہ لیکر آئین۔ محسن الدولہ نے جاکر بادشاہ بیگم سے کہا اونہون نے ولیعہد کو مع فرزند مسطور بادشاہ کے حضور مین بھیجا۔ ولیعہد نے بادشاہ کے قدمونپر سر رکھدیا بادشاہ نے اونکا سر اوٹھاکر گلے سے لگایا اور شفقت پدری کے جوش مین آکر خوب روئے اور بچے کو گود مین لیا اور لیکے بعد ولیعہد کو مع اوس بچے کے خلعت دیکر رخصت کیا۔ قائم مقام رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کو یہ ساری کیفیت ۱۰۔ اپریل سنہ ۱۸۳۱ء کو لکھ بھیجی۔ اس بچے کے نسب کے باب مین دوسرے لوگون کے معتمد الدولہ نے اظہار لواسے تو پرورش علی خان عرف چھوٹے خان اور مرزا عنایت علی اور شیخ ضیاء اللہ کے بیانات سے ثابت ہوا کہ سماۃ شادہوئی حاملہ بادشاہ بیگم کے محل مین گئی تھی۔ اور اوس کے جانے سے سترہ سولہ دن کے بعد محل مین بچہ پیدا ہونے کی خبر سننے مین آئی۔ اور مہتاب دائی نے اپنے اظہارون مین بیان کیا کہ ... خواص کا پیٹ بیمہ بادشاہ بیگم کے حکم سے خوب دیکھا مگر حمل کے آثار نہ پائے اور لونا ... خانم مغلانی ملازم بادشاہ بیگم نے بھی کہا کہ شاہجان سکھ چین کے شکم سے نہین سکھ چین کو کبھی حمل ہی نہین رہا۔ معتمد الدولہ نے رزیڈنٹی کے دفتر کو اسطرح کیفیت لکھی کہ جب بادشاہ بیگم نے بادشاہ سے ظاہر کیا کہ سکھ چین نصیرالدین حیدر سے حاملہ ہے تو بادشاہ نے تہوڑی دیر سکوت کرنے کے بعد فرمایا کس نے کنیز کو شاہزادے کے پاس بھیجا ہماری خواہش اور گورنر جنرل کی مرضی یہ تھی کہ وہ کسی خاندان عالی شان مین بیاہے جاتے تاکہ فرزند صحیح النسب متولد ہوتا۔ آخرالامر بادشاہ نے نو مہینے تک انتظار کیا۔ جبکہ بچہ پیدا ہوا تو بیگم صاحبہ کے قریب کو بلاکر پیام دیا کہ اسقدر دیر ولادت مین ہونا مقام تعجب ہے۔ بادشاہ بیگم نے جواب دیا

کہ بچہ پیٹ مین تو موجود ہی لیکن جنات وشیاطین کے آسیب سے پیدا نہین ہو سکتا اس
بات سے بادشاہ کو زیادہ شبہہ ہوا۔ اور فرمایا کہ بچے کی پیدایش ہماری ہمشیر اور پھوپی اور دوسری
بیگمات خاندان کے سامنے ہو۔ الغرض اس وتیرے پر ۲۵ ماہ گذری اور بادشاہ کا تعجب روز بروز
بڑہتا جاتا تہا اور انہین دنون اخبار کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ محل مین زن حاملہ کی بڑی تلاش ہے
متعاقب اسی کے اخبار سے دریافت ہوا کہ ایک حاملہ دہوبن ملازم منشی محمد باقر نائب ہے اس حال کے
دریافت ہونے سے بادشاہ نے مکرر حکم دیا کہ جب سکہہ چین کے بچہ پیدا ہو تو بیگمات خاندان کو
اوسوقت بلا لیا جاے اونکے سامنے ولادت واقع ہو۔ بعد چند روز کے ناگہان حضور کو خبر پہنچی
کہ بیٹا پیدا ہوا اور ولیعہد قریب کی راہ سے نذر گذارنے اور شلک سلامی کی اجازت حاصل
کرنے کے لئے آتے ہین۔ بادشاہ نے آزردگی کے ساتھ فرمایا کہ اگر وہ لڑکا میرے بیٹے کا ہوتا
تو رسم شلک عمل مین آتی ولیعہد حاضری کی اجازت نہ پاکر بے نیل مقصود لوٹ گئے۔ چونکہ
بادشاہ بیگم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق بادشاہ کی بہن اور پھوپی کی ولادت کے وقت
شریک نہ کیا تہا اور تسنیم خواجہ سرا نے بھی بیان کیا تہا کہ اس طفل کے ولیعہد کے لڑکے ہونے
پر اعتماد نہین اور دائی نے بھی ظاہر کیا تہا کہ تمام کام مین چھل ہے اور خداوند سلطان
وقت کے سامنے غلط بات نہ کہونگی۔ میرے سامنے بچہ پیدا نہین ہوا۔ بلکہ جنا ہوا بچہ میرے
سامنے لائے اور کہا کہ اسکی ناف کاٹ دے مینے ناف کاٹ دی مجھکو ایکہزار روپئے دئے
اور سماۃ سکہہ چین مین ذرا بھی جننے کے آثار نہین پائے جاتے اسلئے بادشاہ نے یہ تمام کیفیت
تحقیقات کی جان منکلش صاحب رزیڈنٹ سابق سے بیان کر دی تہی۔ چند مدت کے بعد
ولیعہد اور شرف الدولہ لڑکے کو کسی عورت کے ہاتھ مین لیکر بادشاہ کے پاس آئے حضور نے خشم
وغضب کی وجہ سے اوسکی صورت تک نہ دیکھی اور میری (معتمد الدولہ کی) وساطت سے رزیڈنٹ
کو خبر دی۔ رزیڈنٹ نے کہا کہ مینے سنا ہے کہ بادشاہ نے اوس لڑکے کو گود مین لیا تہا۔ جب
بادشاہ نے رزیڈنٹ کا یہ قول سنا تو نہایت مکدر ہوئے۔ اور اوس کو کہلا بہیجا کہ کسی نے آپ کو
یہ خبر غلط پہونچائی ہے۔ اگر وہ ہمارے بیٹے کا بیٹا ہوتا تو ہم اوس کو گود مین لیتے اور قبل کس
[illegible] تو ایام مقام رزیڈنٹ اور رکٹس (رکیٹ) صاحب رزیڈنٹ سابق سے بہی
بادشاہ نے [illegible] تہا کہ کبہی نصیر الدین حیدر سے کوئی بچہ پیدا نہین تہا۔ لازم ہے کہ
اس خاندان کی [illegible] اس خاندان کے وارثون کو دیجاے۔ نہ غیر کے ہاتھوں مین

جبکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے یہ بات مشتہر ہوئی تھی کہ سکھہ چین ہو لیبہہ سے حاملہ ہی سنکر بادشاہ نے ایک یونانی حکیم اور ایک انگریزی ڈاکٹر اپنے ملازم اور ایک دوسرے ڈاکٹر کو کہ نووارد تہا اس امر کی تحقیق کے لئے بیگم صاحبہ کے محل مین بہیجا تہا۔ مگر اونہون نے تحقیق نہ کرنے دیا اور یہ عذر چارسال تک مشہور رہی لیکن کوئی بچہ پیدا نہوا فقط[۱] منتخب خانی کا مؤلف کہتاہے کہ مجہکو شہر کے منشی باقر کی زبانی معلوم ہوا کہ ہمارے دفتر مین جو تحقیقات ہوکر کاغذات آتے ہین اونسے ثابت ہوتاہے کہ یہ بچہ صاحب عالم کے نطفے سے نہین۔ ایک دہوبن کے پیٹ سے ہے یہی تحریر دفتر رزیڈنٹی مین داخل کی گئی ہی وہ دہوبن معتمد الدولہ کے اخراج تک کوٹھی نورنجش مین قید تھی

معتمد الدولہ کی ترغیب سے غازی الدین حیدر دو عیسائی عورتون سے نکاح کرکے اونکو خطاب و جاگیر دینا

بادشاہ کے دل مین بادشاہ بیگم کی شرارت سے خار الم کہٹکتا تہا معتمد الدولہ نے اوس کے رفع کرنے کے واسطے یہ تجویز نکالی کہ ایک خوبصورت عورت جو اک انگریز کے نطفے سے ایک ہندوستانی عورت کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اور اوسکو مرزا حاجی کا نپور سے اپنے ساتھ لائے تہے بادشاہ کی ساتھہ عقد کی۔ بادشاہ نے زینت محل کا خطاب دیا اور مبارک محل نام مشہور ہوا دس ہزار روپیہ ماہوار کی جاگیر اوس کے لئے مقرر کی۔ بادشاہ نے بحکم محرم سنہ ۱۲۴۱ ہجری کو جو گورنمنٹ انگریزی کو ایک کرور روپیہ قرض دیا تو اوس کے سود مین سے دس ہزار روپیہ ماہوار کا وثیقہ مبارک محل کے نام مقرر کردیا اور یہ قرار پایا کہ یہ روپیہ زندگی بھر مبارک محل کو ملے۔ اور اوسکی وفات کے بعد ایک تہائی روپیہ جسکے نام یا جس کام کے واسطے وہ وصیت کرجاے دیا جاتاہے اور دو تہائی باقی اور جسقدر بطرح حسب وصیت نامہ تہائی اول سے باقی رہی یا اگر وہ کچہہ وصیت نکرجاے تو وہ ایک تہائی بہی اس مین شامل ہوکر سب روپئے کے دو حصے ہون ایک حصہ نجف اشرف مین دیا جاے اور دوسرا حصہ کربلا مین امام بارہ اور مجاورون کے لئے یا اون شخصون کے لئے جو بادشاہ کی جانب سے مہتمم ہون دیا جاے تاکہ بادشاہ کو اوس کا ثواب نصیب ہو۔ اور یہی شرط سلطان مریم

---

[۱] دیکھو وقائع دلپذیر ۱۲

بیگم کے وثیقے مین تھی - مبارک محل کی اصل حقیقت اسطرح سے ہے کہ یہ کرنل عیش کے نطفے
سے مسماۃ جیا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جسکا بنگلہ کانپور مین ابتک اسی نام سے مشہور تھا جب یہ
کرنیل ولایت کو چلا گیا تو یہ لڑکی اسکول مین لڑکون کے ساتھ پڑھنے کو جایا کرتی تھی مذہب عیسائی
تھا - جب غازی الدین حیدر نے تعلیم و تلقین فرمایا تو صدق دل سے ایمان لائی یہ عورت نہایت خوبصورت
بہت حسین تھی - اور ذی ہمت و سیر چشم بھی تھی - کئی ہزار آدمی اوسکی بدولت پرورش پاتے
تھے - اسکی سرکار مین سیاہ و سفید کا اختیار حکیم سید رضا خان کو تھا اس بیگم نے واجد علی
شاہ کے عہد مین انتقال کیا - موت سے کچھ دن قبل سے علیل تھی - ایک دن باغ سے
آنبونکی ڈالی آئی تھی اوس مین سے کئی آنب رات کو کہا لیے - مزاج کچھ برہم ہوا - حکیم صاحب نے
موافق معمول دوا بھیجی اُسے کہایا پھر استفراغ کیا آخرکار شب ہشتم ماہ شعبان ۱۲۶۵
ہجری مطابق ۳۰ جون ۱۸۴۹ء کو شنبے کے دن انتقال کیا امام باڑہ نجف مین غازی الدین
حیدر اپنے شوہر کے ہم پہلو دفن ہوئین بشیرہ اور جواہر مبارک محل کے پاس مشہور تھا کارندون
کی خیانت سے کچھ اوسکا پتا نہ لگا - مبارک محل سے نکاح کرنیکے بعد بادشاہ نے
ڈاکٹر شارپ بالمعروف لعنیا دکی بیٹی کے ساتھ نکاح کیا اور اوسکو نواب سلطان مریم بیگم[1] خطاب
دیا یہ بھی عیسائی مذہب اور انگریزی الاصل تھی - اسکی ابتدائی حالت یہ ہے کہ غازی الدین حیدر
کے جلوس سے تیسرے سال اس لڑکی کی ماں اسکو لیکر لکھنؤ آئی -
اور ایک مکان کرایہ لیکر اوس مین رہی - سال بھر تک لباس انگریزی پہنے سڑک پر کھڑے
ہوکر بادشاہ کو سلام کرتی رہی - جب قسمت نے یاوری کی بادشاہ نے ایک روز آدھی رات کے
بعد میر کلو خواص کو مع سیانہ سواری بھیجکر بلایا اوسکی ماں میر کلو سے کہنے لگی کہ ہم مایوس ہوکر کانپور
جایا چاہتے ہتی منتظر خرچ کے تھے - غرض مین مسعود کردہ اقبال کرہ طلسمات لرح بخش ہوئی حکم
ہوا کہ میرے ایک قطعی تین لاکھ روپیہ کے زیور جواہر کی اوٹھا لے اور اُسے پہن کر ہمارے
پاس آئے - جب بادشاہ کی صحبت سے مشرف ہوچکی تو پانچہزار روپیہ دیکر رخصت کیا بعد کئی
دن کے پھر رات کو طلب فرمایا - دوسری قطعی زیور جواہر کی اور ڈیڑھ ہزار روپیہ اور ہزار اشرفیان
اور تین بدرے ہر قسم کے پارچے کے عنایت ہوئے - بعد کئی دن کے بلاکر حضرت عباس کی

---

[1] دیکہو حصہ اول قیصر التواریخ ۱۲

حاضری اپنے ہاتھ سے کہلاکر مذہب اسلام تلقین کیا اور فرمایا کہ ہمنے تمکو بیگم کیا اوس نے نذر دی
پھر ایک دن جڑاؤ جوڑی ہاتھ کے کڑوں کی جسکی قیمت ایک لاکھہ روپیہ تھی اور اوس مین الماس
کے نگینے سفید و گلابی جڑے ہوئے تھے اور ایک نتھہ قیمتی ایک لاکھہ روپے کی عنایت فرمائی
اور پانچسو روپیہ ماہواری مقرر ہوا رہنے کے لئے محلسرا کی بارہ دری عنایت ہوئی اور اہتمام
زیور رفتی اور لوازمے اسباب ضروری کے لئے ظفر الدولہ کپتان فتح علی خان کو حکم ہوا۔
سکھپال سواری کو ملا اسنے بھی واجد علیشاہ کے عہد مین انتقال کیا۔ دو برس تک کہانسی اور
ضیق مین مبتلا تھی اوسے مرض الموت جانکر اور بخوف حاکم وقت ایک وصیتنامہ لکھکر رزیڈنٹ
کے پاس بھیجدیا جسکا مضمون یہ تہا کہ مین اصلی مذہب عیسائی کی تھی اور ہون۔ میری ماں نے
محض بہ طمع زر دنیا مجھے مسلمان کو دیا مین بھی اپنی ناسمجھی سے مجبور تھی ہرچند بادشاہ مجھے اپنی
مذہب کی تعلیم و تلقین کی مگر باطن مین مین اپنے مذہب عیسائی پر مستقل رہی اسلئے میری تجہیز
و تکفین موافق مذہب عیسائی کے ہو اور ایک ثلث میری تنخواہ مین میری وصیت جاری ہو
بعد اسکے حسن علی خان کپتان کے مکان کے متصل امام باڑہ آغا باقر خان کرایہ پر لیکر اوس مین
رہی آخرکار ۲۷ اپریل ۱۸۴۹ء کو شب کے وقت مرگئی اور موافق وصیت کے شاہ پیر جلیل
ٹیلے کے متصل رومن کیتہولک کے گورستان مین مدفون ہوئی حسب الحکم شاہی نجیب الدولہ نے
معتمد الدولہ کے پہرے بٹھا دئے جب کلکتہ سے رزیڈنٹ کی رپورٹ کا جواب آیا تو متروکہ
اوس کا جو زیور شاہی تہا واپس لیا ہرچند پرچہ پڑا پھر اس باب مین کہا گیا کہ اس صورت مین ساری تنخواہ
ذیقعدہ کربلا کے بہیجی جاے لیکن کچھ نہوا۔ غازی الدین حیدر کے عہد مین ایک حکیم صاحب
بہرام کے یہان بہی بڑا اختیار رکہتے تہے۔

معتمد الدولہ کے فرزندون کے ساتھ سیدون کی بیرحمی

سید معصوم جو حافظ رحمت خان روہیلہ والی بریلی کے پیر تہے اور سید احمد عرف شاہ جی میان
کے بیٹے تہے۔ اور سید علی بابا کی اولاد مین تہے جو سادات ترمذ مین سے امام زین العابدین
کی نسل سے ہین سید معصوم کی اولاد ابتک بریلی مین ٹوکنے والے سیدون کے نام سے مشہور ہے
سید معصوم کا بیٹا عیسیٰ نامی دکھن سے پھرتا ہوا لکھنؤ مین آیا اور معتمد الدولہ کی ملازمت
سے بہرہ ور ہوکر رسوخ پیدا کیا یہانتک الفت خوش نہادی اور فقیرانہ ادا کی وجہہ سے

سید عیسیٰ کی منظور نظر تھی سعد الدولہ کی اجازت سے بانکی بیبا جان کو اپنے گھر مین
بٹھا کر نکاح کرنے پر آمادہ ہوئے ۔ بیبا کی ماں کا نام محبوبن تھا اوس کی مرضی نہ تھی اوسکو
روکنا چاہا میر اسد نے جو سعد الدولہ کا رشتہ دار تھا محبوبن سے یہ وعدہ کیا کہ سعد الدولہ سے کہکر
ممانعت کرا دونگا میر اسد کی وجہ سے دونون کسبیان سعد الدولہ کے محل مین آتی جاتی
تھین وہان جا کر بیٹھ گئین اور کئی روز باہر نہ نکلین سید عیسیٰ اوسپر فریفتہ تھا آمادہ فساد
ہوا عید کے دن نذر پیش کرنے کے لئے دربار خاص مین پہنچا سعد الدولہ داخل محل ہو چکے
تھے سید عیسیٰ کسب خانے مین گیا وہان سعد الدولہ کے دو لڑکے بڑہ رہے تھے اونکو نذر دکھا کر
سید عباس نے ایک کو اپنی آغوش مین لیا اور دوسرے کو اوس کے رفیق نے پکڑا اور خنجر
بران دونون نے کمر سے نکالکر اونکے سینو پر رکھکر [illegible]
کسب خانہ بھی پریشان ہوئے سید عیسیٰ کی زبان پر یہ سخن تھا کہ اگر ان بیچارون کی جان کی
خیر منظور ہے تو سعد الدولہ بیبا جان کو محل سے نکال دین نہین تو ان کا کام تمام ہے ایک شور
تازہ برپا ہوا اون بچون کی جان تلف ہونے کے خوف سے کوئی اون [illegible] کے پاس
نہ جا سکتا تھا ۔ دور سے تلوار و بندوق دکھاتے تھے ۔ اور وہ دونون جانباز یہ کہتے تھے کہ اگر
کسی نے ہمپر ہاتھ ڈالا تو ہم ان دونون بچون کو ذبح کر ڈالین گے یہانتک نوبت پہنچی کہ ریذیڈنٹ
کو خبر پہنچی اور وہ آئے اور مجبور ہوکر بیبا جان کو محل سے نکالکر سید عیسیٰ کے روبرو کھڑا کر دیا
اور اوسکی تنخواہ کہ چالیس یا پچاس روپئے مشاہرہ جاری تھا حاضر تھے ۔ سید عیسیٰ نے
اوس طوائف کی طرف گرم نگاہ سے دیکھ کر اوس کے سر پر [illegible] کیا اور دو ہزار روپئے اوسکو
دیکر کہا کہ لیجیے اس مردود کی بہت پاسداری کرتی تھی اور اون لڑکون کا ہاتھ صاحب رزیڈنٹ
کے ہاتھ مین دیدیا اور یہ درخواست کی کہ شرط جوانمردی یہ ہی کہ مجکو بے مزاحمت کانپور پہنچا دو
رزیڈنٹ نے کہدیا اوسکو ہاتھی پر سوار کرا کے گنگا پار پہنچا دیا لیکن صاحب جج
بریلی نے اوس مجرم کو پکڑ کر قید کیا ۔ اتفاقاً گورنر جنرل جیلخانے مین قیدیون کے ملاحظہ
کے لئے گئے ۔ سید عیسیٰ نے سلام کرکے عرض کیا کہ آپ قوم نصاریٰ سے ہین ۔ اور نام
میرا عیسیٰ ہے اسی وجہہ گرفتار عذاب ہون ۔ چونکہ یہ لطیفہ حیرت انگیز تھا گورنر جنرل
نے اوسی وقت اوسکو رہا کر دیا ۔

معتمد الدولہ کا سرکار کمپنی کو اپنا حامی بنانا غازی الدین حیدر کا مرض الموت میں معتمد الدولہ وغیرہ کے لئے وثیقے مقرر کرنا سرکار کمپنی میں ایک کروڑ روپیہ جمع کرکے

ولی عہد سلطنت نصیر الدین حیدر اور معتمد الدولہ آغا میر آپس میں سخت دشمن ہو گئے تھے گو ایک
دفعہ ظاہر میں صفائی ہو گئی مگر دلوں کا غبار نہ گیا۔ آغا میر کو ولیعہد سے خوف پیدا ہوا تو انہوں نے
سرکار کمپنی کو ۱۸۲۵ء میں ضرورت کے وقت ایک کروڑ روپیہ قرض دلایا اور اسکو اپنی
جان و مال کا محافظ مقرر کیا۔ اول بادشاہ نے درخواست کی تھی کہ اس روپئے کے عوض
میں کچھ ملک سابق اونکا واپس دیا جائے کیونکہ ۱۸۰۱ء میں گورنمنٹ نے اون کو
بادشاہ بنایا تھا اس امر میں نہایت تامل واقع ہوا کیونکہ یہ امر از حد غدر انگیز تھا کہ علاقہ یا
جزو علاقہ انگریزی چھوڑا جائے۔ مگر چونکہ کو تنگی روپیہ بوجہ طول کھینچنے جنگ برہما کے تھی
اور بادشاہ کا خزانہ پر تھا اس واسطے یہ تجویز قرار پائی کہ ایک کروڑ روپیہ سالانہ سود
پر بادشاہ سے لیا جائے اور اس روپیہ کا سود بموجب عہدنامہ مورخہ یکم محرم ۱۲۴۱ ہجری
مطابق ۱۷ اگست ۱۸۲۵ء کے گورنمنٹ انگریزی نے وعدہ کیا کہ بہ ادائے بعض
وثیقوں کے دیا جائیگا۔ اور گورنمنٹ نے یہ بھی وعدہ کیا کہ پانیدگان وثائق کی حفظ
حرمت اور بہبودی ہوگی اور کمپنی اونکی مقبوضات مثل مکان اور باغ وغیرہ کے بھی محافظ
بادشاہ اور اونکے دشمنوں سے رہے گی۔ گو یہ مکان و باغ وغیرہ اونکو بادشاہ اودھ نے
عطا کیے ہوں یا اونہوں نے خود تعمیر یا خرید کیے ہوں۔ اور جہاں اور جس شہر میں وہ
جا بسینگے اونکو وہاں یہ وثیقے دیے جائینگے۔ اور بادشاہ اودھ کو اختیار حاصل نہ ہوگا کہ
زر اصل دوبارہ لیں یا اوس کے سود میں کچھ مداخلت کریں۔ جب یہ عہدنامہ منعقد ہوا
تو اوس زمانے میں ایم۔ رکیٹ صاحب رزیڈنٹ تھے۔ اس رقم کے سالانہ زر
سود میں سے امام باڑہ جدید موسوم بہ امام باڑہ نجف اشرف کے لیے بھی روپیہ مقرر
کیا گیا۔ اور معتمد الدولہ آغا میر کے لیے بھی وثیقہ پچیس ہزار روپیہ ماہوار کا قرار پایا جسمیں
سے ۲۰ ہزار روپیہ ماہوار خاص معتمد الدولہ کے نام پر تھا اور دو ہزار اونکی بیگم کی تنخواہ

ہوئی اور ایکہزار اونکی بیٹی عالیہ بیگم کی تنخواہ کی گئی اور دو ہزار روپئے اونکے بیٹے امین الدولہ کی تنخواہ قرار پائی اور پختگی کے لئے عہدنامے مین یہ مضمون لکھا گیا کہ یہ روپیہ بعد معتمد الدولہ اور اونکی ورثا کو دیا جائیگا نواب کی وفات کے بعد اونکی وصیتنامے کے موجب اونکے بیٹوں اور بیٹیوں اور بی بیوں اور متوسلوں کو دیا جائیگا اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ وہ وصیت نکریں تو یہ روپیہ اونکی ورثا سے شرعی کو بموجب حصص شرعی مذہب شرعی کے دیا جائیگا اور جو روپیہ اونکی تنخواہ مین سے اونکی بی بی اور ایک فرزند اور دختر کے لئے اب مقرر ہی وہ بھی ہمیشہ اونکو اپنے معمولی حصوں کے سوا ملیگا - اور جو کچھ نواب اسکے سوا اونکو دے جائینگے وہ بھی اونکو بحصہ ملا کریگا اور اگر نواب وصیت نکر جاوین تو روپئے کی بھی تقسیم ان تینوں مین حسب حصص معینہ شرع ہوگی - اور یہ وثیقہ معتمد الدولہ نے عجیب حرفت اور عیاری کے ساتھ مقرر کرایا جسکی تفصیل اسطرح ہی کہ جب بادشاہ کے ورم جگر اور دوسرے امراض نے استعمال شراب اور غذاہای نامناسب کی وجہ سے طول کھینچا اور مرض الموت کی صورت پیدا ہوئی تو معتمد الدولہ نے ایک تازہ دام تزویر بچھایا کہ اونھوں نے روشن الدولہ و صمصام الدولہ و محمد علی قاش و مرزا علی کو سکھا کر بادشاہ کے پاس بھیجا ایک نے بادشاہ سے یہ بات عرض کی کہ اس زمانے مین بدخواہ اولاد باپ کے مرنے کی خواہان ہوتی ہے خصوصا شاہزادہ نصیر الدین حیدر کو ذرا بھی حضور کے مرض کا رنج و ملال نہین دوسرے نے کہا کہ اس زمانے مین خیرخواہ نوکر نایاب ہی - مگر معتمد الدولہ انتخاب ہی - تیسرے نے کہا کہ معتمد الدولہ ازلی غریب محتاج ہی لیکن بادشاہ سلامت کی عنایت سے وہ مرتبہ پایا کہ شاہزادے آتش رشک سے جلتے ہین چوتھے نے یہ تقریر کی کہ سب اہل وثائق شمار کئے جاتے ہین سب وہی موجود رکھنی مین محض معتمد الدولہ کے تابع ہین کسی کا کچھ گمان اسکے سوا اور کچھ نہوتا معلوم بادشاہ نے یہ تقریرین کہ جادو اور افسون کا دم بھرتی ہین سنکر ارشاد کیا کہ ہمیں بھی یہ بات روشن ہی کہ ہمارے بعد یہ شخص خراب و برباد ہو جائیگا بادشاہ نے معتمد الدولہ اور اوسکے متعلقین کے لئے پچیس ہزار روپئے ماہوار کا وثیقہ مقرر کیا - اور اسیطرح نواب مبارک محل کے لئے دس ہزار روپے ماہوار کا اور سلطان مریم بیگم کے لئے پندرہ سو روپئے ماہوار کا اور ممتاز محل کے لئے گیارہ سو روپئے ماہوار کا اور سرفراز محل کے لئے ہزار روپئے ماہوار کا اور ملازمان و متوسلان سرفراز محل کے لئے تین سو اٹھتیس روپے ماہوار کا اور راما مریارہ نجف اشرف اور اوسکی صفائی کے لئے بھی اسی کرور روپئے کے زر سود مین وثیقہ قرار دیکر کا غذ تیار کرکے مسٹر جان بیلی برادر خان علی کا کہ جہاں کی آمدنی کا انتظام تھا جیکب مسٹر مورڈنٹ رکیٹ صاحب رزیڈنٹ کو طلب کیا - اور اون کا [illegible] پر رزیڈنٹ کے دستخط کرائے اور رزیڈنٹ سے کہا کہ معتمد الدولہ پر کوئی صاحب عالی ملکی باقی

نہین ہمنے اوسکو اپنا فرزند کیا ہے اوسکو انایان کمپنی مین وثیقہ دار بناکر آپکے سپرد کرتے ہین ہر صاحب
رزیڈنٹ لکھنؤ کو واجب ہی کہ اوسکی عزت و توقیر کرتے رہین اور وثیقہ دار سمجھکر تمام آفتون سے اپنی
حمایتون مین محفوظ رکھین اور جو شرط مبارک محل کے وثیقے مین تھی وہی سلطان مریم بیگم اور ممتاز
محل اور سرفراز محل اور مستوسلان سرفراز محل کے وثائق مین رہی **مشبیہ** نصیر الدین حیدر جس عورت سے
متولد ہوے تہے ممتاز محل اوس کا ہی خطاب تہا۔ مگر وقائع دلپذیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بیگم
نے اوسکو نصیر الدین حیدر کی ولادت کے زمانے ہی مین کہ سنہ ۱۲۱۸ ہجری تہے مروا ڈالا تہا ۔

سال آیندہ مین پہر چوتھی مرتبہ قرض نصف کرور روپیہ کا سودی پانچ روپیہ فیصدی سالانہ
بادشاہ سے گورنمنٹ انگریزی نے لیا۔ اور اوس کے ادا کرنے کا وعدہ دو سال کا قرار پایا۔ مگر قبل
وفات کے سنہ ۱۸۲۷ء مین بادشاہ نے درخواست کی کہ یہ قرضہ بہی دوامی ہو جاے اور اوسکا سود
بعض وثیقہ دارون کو ملا کرے اور گورنمنٹ انگریزی اون وثیقہ دارونکی حفظ مراتب و بہبودی کی ضمانت
کرلے۔ مگر پہلی ضمانتونکی تعمیل مین بہی گورنمنٹ کو نہایت دقت عائد ہوتی تہی اسواسطے یہ درخواست
منظور نہین ہوئی ۔

غازی الدین حیدر کی وفات

بادشاہ کے عارضے نے یہانتک طوالت کھینچی کہ اکثر اوقات بادشاہ کی زبان پر حسرت و یاس کے کلمے
آنے لگے اور حکیم مرزا علی معتمد الدولہ کے حکم کے خلاف شراب وغیرہ پینے کہ امراض لاحقہ کو سم قاتل
تہی ممانعت نکر سکتے تہے آخر کار نوبت قریب بانزع کے پہنچی اور معالجے سے اب ہاتھ اوٹہا یا گیا
بادشاہ بیگم ظفر الدولہ کے ایما سے جاگیر کی سند لکہوا کر نصیر الدین حیدر کو ساتھ لیکر بادشاہ کے مکان مین
پہنچین۔ امرائے عالی مرتبت نے بہت منع کیا۔ لیکن اونہون نے نہ مانا۔ جو خواجہ سرا بادشاہ کے قریب
بیٹھا تہا اوس نے بادشاہ کو ہوش مین لاکر بیگم صاحبہ کے آنے سے آگاہ کیا بادشاہ نے پاس بٹہا یا۔
بادشاہ بیگم رونے لگین بادشاہ نے اسوقت اپنے ہوش و حواس درست کرکے ولیعہد کے ذریعہ سے اپنی
مہر ظفر الدولہ سے طلب کرکے جاگیر کے کاغذ پر لگادی۔ اس تہوڑے سے عرصے مین بادشاہ کا حال
اور متغیر ہوا۔ چہہ گہڑی رات رہی ۲۷۔ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۳ ہجری مطابق ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۸۲۷ء کو دہلی
سے بن چودہ برس حکومت کرکے دنیا سے کوچ کیا۔ اور حسب وصیت امام باڑہ نجف مین جو اونہین کا
تعمیر کیا ہوا تہا مدفون ہوئے یہ سنہ ۱۱۸۵ ہجری مین پیدا ہوے تہے اس حساب سے اونکی عمر [illegible]

زیادہ نہ تھی۔ خلد مکان جناب بعد الوفات مقرر ہوا **تاریخ وفات بہ تعمیہ**

رحلت نمود گرچہ ز دنیا ستم زمن ۔۔۔ نوشیروان عمر و بہ نیکی چہ نام یافت

تاریخ انتقال شد از بابِ ستارہ ۔۔۔ رضوان بگفت جنت علیا مقام یافت

از شیخ امام بخش ناسخ

از وفاتِ جناب شاہ زمن ۔۔۔ گو نیا عالمے ہلاک شدہ

دہر گردید بہر ما دوزخ ۔۔۔ بہشت انتخاب پاک شدہ

دیدہ باشد بماتمش نمناک ۔۔۔ سینہا آہ دردناک شدہ

رفت دامان صبر از دستم ۔۔۔ جیب صبر و شکیب چاک شدہ

گشت تاریخ مصرعۂ استاد

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

دیگر

گیا شیر غازی جو اس دہر سے ۔۔۔ گیا باغ جنت کو سارا ہرا

جو تاریخ مرنے کی پوچھے کوئی ۔۔۔ تو کہدینا اوس سے کہ کنا مرا

شیخ ناسخ کی تاریخ کے الفاظ دیکھکر آبحیات کی اس روایات پر تعجب ہوتا ہے کہ غازی الدین حیدر کے عہد میں جب ناسخ کی [illegible] آواز بہت بلند ہوئی تو انہوں نے نواب معتمد الدولہ آغا میر اپنے وزیر سے کہا کہ اگر ناسخ ہمارے دربار میں آئیں اور قصیدہ شاہی [illegible] تو ہم انہیں ملک الشعرا کا خطاب دیں معتمد الدولہ اونکے [illegible] خاص شاگرد تھے [illegible] کہا تو انہوں نے بگڑ کر جواب دیا کہ مرزا سلیمان شکوہ بادشاہ [illegible] خطاب دیں یا گورنمنٹ انگلشیہ خطاب دے اس کا خطاب لیکر میں کیا کرونگا — نواب کے مزاج میں کچھ وحشت تھی [illegible] شیخ صاحب کو نکلنا پڑا اور حیدرآباد میں جا کر رہے [illegible] لکھنؤ میں آئے [illegible] یہ جانتے تھے کہ آغا میر شیخ ناسخ کے یار اخلاص [illegible] تھے اور نواب کے قابو میں بادشاہ تھے تو پھر شیخ ناسخ کے ساتھ یہ واقعہ کیسے پیش آسکتا تھا اگر ایسا ہوتا تو آغا میر ضرور [illegible]۔ بات یہ ہے کہ منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان اور آغا میر میں عداوت تھا۔ اور آغا میر کی طرفداری کی وجہ سے ناسخ نے جبکہ بادشاہ کی [illegible] طرف [illegible]۔ جب دوبارہ [illegible] لکھنؤ میں اونکو رسوخ حاصل ہوا [illegible] آغا میر کی کمان

مگر کہیں تو ناسخ کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا۔

بادشاہ کے مخترعات اور شب وآب اور معتمد الدولہ کو لات گھونسوں اور تمانچوں سے مارنیکا تذکرہ

کبھی چیزیں بادشاہ نے اختراع کی تھیں کشتیاں کوئی مچھلی کی صورت اور کسی میں گھوڑے وغیرہ کی صورت بنی ہوئی نقرئی و طلائی کار تیار کرائی تھیں اس بادشاہ کو سواری بجرہ و سیر دریا کا بہت شوق تھا۔ خیمہ اس طرح کا ایجاد کیا کہ بغیر طنابوں اور میخوں کے بگل کی طرح کھڑا رہتا تھا۔ اور ہوا سے نہ گرتا شکاری حوضے اس طرح کے بنوائے کہ شکاری جس طرف متوجہ ہوا اس طرف حوضے کا رخ پھر جاتا تھا۔ علاوہ اسکے میں روشنی کے شیشہ و آلات نصب کئے اور کھانوں میں بھی طرح طرح کی ایجادیں کیں مثلاً نان آفتاب اور **شب وآب** اور بڑی روٹی جسکا وزن دو من سے کم نہ ہوتا میدہ و قند سے تیار کرائی۔ اور کبھی چیزوں کے نام بھی تبدیل کئے ملائی کا نام **بالائی** رکھا دہی کا نام بھی مقرر کیا شفتالو کا نام حسن محفل قرار دیا۔ یہ بادشاہ خبطی بھی بہت تھا کہ دونا کتخدا لڑکیاں ہزاروں روپیہ لگا کے جہیز سے بیاہ دیں۔ مولوی قبول محمد نے ایک کتاب علم لغت میں لکھی ہے جس کا نام ہفت قلزم ہے مولف اس کتاب کو بادشاہ کی تالیف بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ دیباچہ اس کا لکھنے کے واسطے بادشاہ نے مجھے حکم دیا۔ بعد اسکے لکھا ہے کہ از انسے پیشتر بادشاہ می فرمودند کہ در روز اکثر از امور مالی و ملکی فراغت گرفتہ و داد ستم رسیدگان و مظلومان دادہ و صاحب تصنیف صاحب مکدرات بر آوردہ بہ تحریر مسودہ این کتاب از سر شام تا نشست زمانے برخاستہ ام کہ سپیدہ صبح دمیدہ۔ قبول محمد کا یہ قول پایہ صداقت سے نہایت دور ہے جس بادشاہ کے حالات ایسے ہوں وہ اور کتاب بنائے اور پھر کتاب بھی نہایت ضخیم اور وہ بھی علم لغت میں جو بادشاہ کے مذاق سے بالکل بعید تھا۔ ہفت قلزم جیسی ضخیم کتاب مدت دو سال تک غازی الدین حیدر جیسا شخص رات رات بھر بیٹھ کر تالیف کرے کیسی عجیب و غریب بات ہے کہ جسکو کوئی ذی عقل جو بادشاہ کی لیاقت سے واقف ہے باور نہیں کر سکتا۔ بہرصورت اس کتاب میں کوئی خوبی نہیں صرف لغات برہان قاطع کو ترتیب قوافی کی رعایت سے مرتب کر دیا گیا ہے اور برہان سے جس لفظ کا حلیہ موزون لفظ لکھ کر بتایا ہے اور وہ لغات اور اقوال کو داخل کر دیا گیا ہے۔ اور جس لغت کا حلیہ معلوم نہ تھا وہ بغیر تحقیق اور حوالہ کتاب کے

اپنے قیاس و گمان سے لکھدیا ہے ۔ اور اس کتاب میں نشانات جمع [illegible]
کسی دوسری کتاب سے بہت کم مدلل ہے ۔ کیونکہ جو تحقیقات و تحریفات برہان قاطع
میں ہیں ۔ اور اونکی تصحیح و تنقید صاحب سراج اللغۃ وغیرہ محققین نے کی ہے وہ بعینہٖ
ہفت قلزم میں موجود ہیں ۔ اور یہ غلطیاں ایسی صریح ہیں جن کو اہل ایران نے بھی تسلیم کرلیا
ہے ۔ چنانچہ انجمن آرائے ناصری میں ان غلطیوں کی تصحیح کے موافق تصحیح سراج اللغۃ
کے کردی گئی ہے ۔ مثلاً چکاک بروزن ملاک میں لکھا ہے کہ پیشانی کو کہتے ہیں اور جو کوئی قبالہ
لکھتا ہے اوس کو بھی کہتے ہیں ۔ اور نگین کھودنے والے کو بھی کہتے ہیں ۔ اور یہ بالکل غلط ہے
پیشانی کے معنی میں چکاد دال مہملہ سے لفظ فارسی ہے ۔ اور قبالہ نویس کے معنی میں صکاک
صاد مہملہ سے حداد کے وزن پر عربی ہے ۔ اور نگین کھودنے والے کے معنی میں حکاک حاے
حطی سے عربی ہے ۔ اور بیغا کہ جو دو باے موحدہ سے دہلی کے معنی میں ہے بیغا باے موحدہ
کے بعد یاے تحتانی سے لکھا ہے ۔ اور قوس جو ایک شہر کا نام ہے قاف اور واو سے اوسکو
فرس فا اور راے سے لکھا ہے ۔ ہفت قلزم میں تو اکثر جگہ یہ ہے کہ برہان کی غلطیوں پر اور بعضا اضافہ کیا ہے
مثلاً آباد و انبدان دال مہملہ اور دو یاے تحتانی سے ۔ ستودن اور ستودہ آمدن کے معنی میں ہے
اسکو آبار اخیدن راے مہملہ اور نون اور یاے تحتانی سے لکھا ہے ۔ اور اس غلطی میں موید
الفضلا کا مولف بھی شریک ہے ۔ اور آسمان درہ جو کہکشاں کے معنی میں ہے اوسکو آسران
سکون سین مہملہ و فتح راے قرشت و سکون الف و نون سے لکھا ہے ۔ اور جہاں قواعد فارسی کا
بیان ہے ۔ وہاں بھی بعید غلطیاں ہیں ۔ اور بعض جگہ ایسی فاحش غلطیاں ہیں کہ اہل علم کی شان سے
اونکا صدور عجیب معلوم ہوتا ہے ۔ اور ڈرانے کا فاعل ڈرندہ ہے ۔ حالانکہ راہب و مرہوب
صیغہ اسم فاعل و مفعول رہب سے مشتق نہیں ہوتے ۔ کیونکہ رہب حرف اول مضموم سے
ڈرانے کے معنی میں مصدر لازم ہے ۔ اور صیغہ مفعول لازم سے بلا تعدیہ حرف جر کے
درست نہیں ہوتا ۔ اسیطرح راہب ڈرانے والے کے معنی میں نہیں آتا ۔
اور نثر عاری کی مثال میں یہ عبارت سہ نثر ظہوری کی لکھی ہے [illegible] سرو بن کا نخل قیچ
خنجرش ماہی دریاے ظفر ۔ حالانکہ یہ دو فقرے نثر مرجز کی مثال میں جنس میں وزن ہے اور
قافیہ نہیں ۔ صاحب کتاب الاغلاط فی اصول اللغۃ نے اس کے حق میں کچھ جھوٹ نہیں لکھا ہے
کہ کثیر الحجم قلیل النفع ہے ۔ اسکی غلطیاں بہت تفصیل وار کتاب [illegible]

جو زبان فارسی کے قواعد صرف نحو مین نہایت صحیح کتاب زبان فارسی مین ہے —
معتمد الدولہ پر بادشاہ کی جو عنایات تہین اون کا حال تم نے سن لیا - مگر پھر بھی یہ
رعب پڑا ہوا تھا کہ بادشاہ کے روبرو جانا اون پر سخت تھا - وجہ یہ کہ بادشاہ ہر وقت غیظ
و غضب کی حالت مین چلا کرتے تھے - اور گھونسے اور لات سے اونکی خبر لیتے رہتے تھے
ایک فراش کی تنخواہ کئی مہینے سے چڑھی ہوئی تھی - فقر و فاقہ کے صدمے سے اتنا
کمزور ہو گیا تھا کہ ایک بار زمین پر گر پڑا بادشاہ کو جب کیفیت معلوم ہوئی تو جو بیار معتمد الدولہ کے
گھر پہنچا اور کر دیتے کہ بارہ پہر تک معتمد الدولہ کے گھر مین سب پر کھانا پانی بند رہا اور فی الفور
اوس فراش کی تنخواہ دلوائی —

صفحہ ۱۲۰ کی سطر ۱ سے سطر ۹ تک یہ عبارت غلط ہے - اور وجہ اسکی یہ ہتی کہ جب لارڈ
ہاسٹنگز گورنر جنرل دہلی کو گئے - اور وہان شاہ عالم سے ملاقات نہوئی تو اون کے دل مین غبار
پیدا ہو گیا تھا - اور یہ چاہتے تھے کہ بادشاہ کی عظمت کو مٹانے کے لیے نواب اودہ کو
بادشاہ بنایا جائے —
اسکی جگہہ صحیح عبارت یہ ہے —
اور وجہ اسکی سید لطف تشیم مین یہ لکھی ہے کہ لارڈ ماسرا مارکوس ہیسٹنگز گورنر جنرل ہند کو ۱۸۱۳ء
مین جب ہندوستان کے دورے کا اتفاق ہوا تو اونھون نے اکبر شاہ بادشاہ دہلی سے
ملاقات کے وقت کرسی کا سوال کیا - بادشاہ نے یہ امر جدید بخلاف عہد قدیم کے قبول نفرمایا
جبکہ گورنر جنرل کی یہ مراد پوری نہوئی تو دل مین پیچ و تاب پیدا ہوا - اور شاہ دہلی کو مات کرنے
کے لئے غازی الدین حیدر کو بادشاہ بنانے کا منصوبہ کیا —

غازی الدین حیدر کی اولاد

(۱) مرزا نصیر الدین حیدر عرف مرزا علی حیدر بسماۃ صبح دولت المخاطب بہ نواب ممتاز محل کے بطن سے۔

(۲) پوتی بیگم بطن بادشاہ بیگم سے پوتی بیگم معتمد الدولہ مہدی علیخان ابن نواب محمد علیخان ابن نواب محمد قلی خان برادر زادہ صفدر جنگ سے منسوب تھیں اور یہ بیاہ نواب سعادت علیخان نے اپنی حکومت کے ایام میں کیا تھا۔ پوتی بیگم سے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں اونکے بیٹے نواب محسن الدولہ محسن علیخان کا بیاہ نواب نصیر الدولہ یعنی محمد علی شاہ کی بڑی بیٹی نواب سلطان عالیہ بیگم سے ہوا تھا اونکے کئی بیٹے عالم طفولیت میں مر گئے۔ ایک بیٹا مرزا علی قدر رہا جس کی شادی علی نقی خان وزیر واجد علی شاہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔ پوتی بیگم کی بیٹیوں کے نام یہ ہیں۔ حاجی بیگم اور وزیر بیگم[1] ان صاحبزادیوں کو انکی نانی بادشاہ بیگم نے پرورش کیا تھا۔ حاجی بیگم کی شادی مرزا ابو تراب خان ابن مرزا ابو طالب خان سے ہوئی اور وزیر بیگم کی شادی فخر الدولہ مرزا ابو القاسم ابن مرزا ابو طالب خان سے ہوئی۔ وزیر بیگم کربلائے معلی کو گئی تھیں نجف زیارت کے بعد لکھنؤ واپس ہو کر انتقال کیا۔

نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ ابن غازی الدین حیدر

مرزا نصیر الدین حیدر عرف مرزا علی حیدر ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۱۸ھ ہجری کو سماۃ صبح دولت المخاطب بہ نواب ممتاز محل سے پیدا ہوئے جس کا مقبرہ جہانگیر باغ میں بنا ہے۔ مرزائے موصوف کی پرورش بادشاہ بیگم خاص محل نواب غازی الدین حیدر نے کی تھی۔ باپ کی حیات میں انکا خطاب ابو النصر امتیاز الدولہ سلیمان جاہ صاحب عالم ولیعہد میرزا نصیر الدین حیدر بہادر اسد جنگ تھا۔

نصیر الدین حیدر کی مسند نشینی

ہم انکے حالات زیادہ محتشم خانی سے استنباط کرکے لکھیں گے جسکو محتشم خان ابن نواب محبت خان

---

[1] بعض کتابوں میں زہرہ بیگم نام لکھا ہے مگر وثائق و نیز قبر میں وزیر بیگم ہے۔

حافظ رحمت خان نے نصیر الدین حیدر کی حالات میں لکھا ہے اور زیادہ تر اپنی چشم دید
باتیں بیان کی ہیں جن میں سے بعض میں وہ شریک تھے کیونکہ درباری آدمی تھے جسوقت غازی الدین
حیدر شاہ زمن خلد مکان کا روزنامچہ عمر دست قضا نے طے کیا دو گھڑی رات باقی تھی کہ مسٹر
مورڈنٹ رکٹس (رکیٹس) صاحب رزیڈنٹ نے ضروری مقامات پر پہرے کھڑے کر کے حسب
مشورہ معتمد الدولہ آغا میر نصیر الدین حیدر کو بلا کر پہلے یہ بات کہی کہ نواب سعادت علیخان مسند نشین تھے
تو نصف ملک گورنمنٹ انگریزی کو اس خدمت کے صلہ میں دیا اور غازی الدین حیدر نے کروڑ روپیے
سے سرکار کمپنی کی مدد کی آپ کیا اقرار فرماتے ہیں یہ بات اپنی خیر خواہی جتانے کے لیے معتمد الدولہ نے
رزیڈنٹ کو سکھا دی تھی اور ادھر مہدی بہادر سے یہ کہہ رکھا تھا کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ رزیڈنٹ
اس قسم کا سوال کرینگے اور میں اوس وقت اپنی زبان سے جواب دینا مناسب نہیں جانتا اس لیے
کہ وکیل کا یہ حق نہیں کہ موکل کے سامنے جواب دے حضور اس جواب کے ساتھ اونکو ساکت کر دیں چنانچہ
معتمد الدولہ نے جو جواب بتایا تھا وہ رزیڈنٹ کو نصیر الدین حیدر نے یوں دیا کہ آصف الدولہ کے
بعد مرزا وزیر علیخان ایک غیر مستحق شخص مسند سلطنت پر متمکن تھا - اسوقت نواب سعادت علیخان
نے ملک موروثی حاصل کرنے کے لیے ملک دیا - اور غازی الدین حیدر کے نو بھائی وارث شرعی تھے
اور متصل الدولہ سلطنت کے طلبگار تھے اس آتش فتنہ کے اطفا کے واسطے اونہوں نے کروڑ روپے دینا
قبول کیا اب میرے واسطے کہ بلا شرکت غیرے وارث ریاست ہوں الطاف سرکار کمپنی نے کونسا
امر تازہ تجویز فرمایا بیان کیجئے تاکہ حکم آپکی رضا جوئی کا ظہور میں آئے صاحب رزیڈنٹ اپنی کلام کو
لطیفے میں ڈالکے ہنس دیے اور لفظ مبارکباد اجلاس اور رنگ سلطنت زبان پر لائے الغرض ۲۸ -
ربیع الاول سنہ ۱۲۴۳ ہجری مطابق ۳۰ - اکتوبر سنہ ۱۸۲۷ء کو نصیر الدین حیدر نے تخت سلطنت کو رونق
بخشی معتمد الدولہ نے پایہ وزارت پر کھڑے ہوکر کرسی زرنگار صاحب رزیڈنٹ کے لیے بچھوائی اور صمصام
الدولہ داہنی طرف مگس رانی میں مشغول ہوئے اور مہاراجہ میوہ رام نے بائیں طرف چنور ہلانا شروع کیا
سات دن برابر مسند نشینی کا جشن رہا اور دو مہدی مناجان کو عطا ہوئی[۱] قاضی محمد سعد الدین خان شوق
کاکوری نے تاریخ جلوس اسطرح لکھی ہے

عاقل و سلطان بہ یاد دل قابل سید ارجمند وز شکوہ رعب عدلش ظلم رفت و فتنہ خفت

[۱] دیکھو طلسم ہند و محتشم خانی ۱۲

بیش دست جود انعامات آن نوشیروان / نام حاتم طے شد در دیدۂ خجلت نہفت
غوطہ زد در بحر فکر حق بہر تاریخ سعید / در سفینۂ طبعی بہ سلک یتیمہ چون در بہ سفت

رخ برآوردہ زبرقعہ نو عروس بکر فکر
زیب تاج و تخت تاریخ جلوس او بگفت

برقعہ کا حرف ب ہے اسکے عدد ۲ ہیں یہ عدد الفاظ زیب تاج و تخت سے نکالدین تو تاریخ عیسوی پیدا ہو ۔

از صاحب رائے

تخت پر ہے جلوہ فرما بادشاہ گنج بخش / ہیں زمین پر شاد آدم اور فلک پر مہر و ماہ
شور عشرت ہے عیاں اس طرح تاریخ سے / اب ہوا مرزا نصیر الدین حیدر بادشاہ

دیگر

شہ پر تو اسے بادشہ قیصر سان عالم / تخت این مملکت ہند مبارک باشد
سال تاریخ جلوس طرب افزا بشنو / جاودان سلطنت ہند مبارک باشد

دیگر

موسد الہام مسیح بادشاہ / از نسیم فیض حق چون گل شگفت
سال تاریخ جلوس میمنت / آفتابیم کشرف عالم خود بگفت

اوائل سلطنت میں بارش ہوکر قحط سالی بالکل رفع ہوگئی ۔ دس سیر سے بیس سیر بلکہ زیادہ تک نرخ غلہ پہنچا ۔ بلکہ تمام باغات میں شادابی پیدا ہوگئی ۔

بادشاہ بیگم اور بی حسینی کو مریم مکانی و ملکہ زمانی کا خطاب ملنا اور ملکہ زمانی کے بیٹے کو جو فیلبان کے نطفے سے تھا کیوان جاہ خطاب عطا ہونا

بادشاہ بیگم کو ابتداے زمانہ جلوس میں مریم مکانی خطاب عنایت ہوا اور سلون اور گونڈے کی جاگیر [illegible] ہوگئی تھی و [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ جاگیر قدیم کے سوا [illegible]

کی جدید جاگیر دیگئی اور بی حسینی کو جو زمانہ شاہزادگی سے منظور نظر ہو کر محلات میں داخل ہوئی تہی ملکہ زمانیہ بنایا اور پرگنہ ہرہہ پور متعلقہ چکلہ سواڑہ اوسکو جاگیر مین عنایت کیا جسکی آمدنی چھ لاکھہ روپیہ تہی ملکہ زمانی نے وارث علیخان کو جو دونوں اوس کے بہائی تہے خلعت ملبسہ فاخرہ دیکر نیابت کے طریق سپردانہ کیا اور ملکہ زمانی کے بیٹے کو جو ایک فیلبان کے نطفہ سے تہا کیوان جاہ کا خطاب ملا۔

معتمد الدولہ اور میوہ رام اور سبحان علیخان کو خطابات اور انعامات عطا ہونا

معتمد الدولہ کو برادر سبحان برابر خطاب مرحمت ہوا اور باون لاکھہ روپیہ نقد انعام مین دیا اور میوہ رام پسر راجہ ٹکلرشن دیاکرشن کو مہاراجہ افتخار الدولہ خطاب دیا اور دیوانی اسکا عہدہ سجتا اور تین لاکھہ روپیہ نقد صیغہ انعام مین مرحمت کیا۔ اور سبحان علی خان کو نیابت وزارت عطا ہوئی اور تحریرات صدر کا ایک قلم اختیار ملا اور دارالانشا کی افسری دی۔ اور پچاس ہزار روپیہ نقد دیا اور بادشاہ معتمد الدولہ کی دلجوئی مین اسقدر مصروف ہوے کہ ایک ساعت کی مفارقت بہی ناگوار تہی۔ اگر معتمد الدولہ سے جلسے مین کہتے تہے کہ شاہ زمن (غازی الدین حیدر) کے تفضلات میرے دل سے بہول گئے۔ اور دوسرے کے قریب معتمد الدولہ کے عزیزون اور رشتہ دارون کو بادشاہ نے خلعت ہاتہی دیا لکی سمیت دئے اور کئی شغلانیان اور حبشی خواصین اور گانیتین جنکو غازی الدین حیدر کے وقت مین ناچنا گانا سکہلایا جاتا تہا معتمد الدولہ کے لئے بہیجین لیکن سبحان علی خان معتمد الدولہ سے کہتے تہے کہ سبز باغ خزان رسیدہ ہی اور صاحب رزیڈنٹ مشہور دیتے تہے کہ معتمد الدولہ کو جو وثیقہ غازی الدین حیدر نے عنایت فرمایا ہے اوسکو غنیمت سمجہو اپنے آپ کو بلا مین گرفتار کرنا خوب نہین چونکہ زوال اقبال قریب تہا اسی پردہ غفلت مین گرفتار غضب ہوئے

معتمد الدولہ پر نصیر الدین حیدر کا عتاب نازل ہونا

معتمد الدولہ کی امارت اور کثرت دولت اور ترقی جاہ و حشمت کے ساتھ زن و فرزند بادشاہ کو اسقدر دست قدرت حاصل تہی کہ اونکی مقاومت مین قدم دہرین اونکا مرتبہ یہان تک پہنچا تہا

کہ اہل لکھنؤ مین مشہور رہا کہ ایک درویش کامل نے چند انگوٹھیان نگینہ دار نقش تسخیر سے منقش معتمد الدولہ
کو دی تہین وہ سب وقت انکو پہنتے تھے بادشاہ اور تمام اہل دربار انکی محبت کا دم بھرتے تھے جب شاہزادہ
اقبال تاج تخت مین آیا پہلے نصیر الدین حیدر نے وہ انگوٹھیان کسی حیلہ سے لیکر اپنی انگلیون مین پہن لین
معتمد الدولہ نے بہت کوشش واپسی کی کی مگر ہاتھ نہ آئین جب یہ سونے کی چڑیا معتمد الدولہ کے
ہاتھ سے اڑ گئی اقبال نے روگردانی کی حفیظ النسا مغلانی جو اپنے بھائی میر فضل علی کے ساتھ
کانپور اور فرخ آباد کیطرف گئی تہی غازی الدین حیدر کے انتقال کی خبر سنکر فرخ آباد سے فوراً
لکھنؤ مین آئی اور بادشاہ بیگم کی خدمت مین حاضر ہوئی - اور اوس کے سبب سے مراسلت خط کتابت
میر فضل علی اور حکیم مہدی علیخان سے شروع ہوئی - اور مہدی علیخان نے وہ رنگ جمایا کہ نصیر الدین
حیدر کی طرف سے ایک کاغذ پر جیسے پہلے سے بادشاہ کی مہر ہوکر اون تک پہنچا تھا معتمد الدولہ کی عداوت
کی وہ تمام باتین جو اونہون نے نصیر الدین حیدر کے ساتھ صغر سنی سے کی تہین لکھکر گورنر جنرل
کے پاس روانہ کیا - گورنر جنرل نے یہ خط دیکھکر رزیڈنٹ کو لکھا کہ بادشاہ سے درپردہ دریافت کرو یہ تحریر
اصل رکھتی ہے یا نہین - حسب ہدایت رزیڈنٹ نے دریافت کیا تو بادشاہ نے اس نظر سے کہ رزیڈنٹ
اور معتمد الدولہ دونون باہم شیر و شکر ہین اوس کا افشا کرنا غیر مناسب سمجھا - اور انکار کردیا - اتفاقاً
لارڈ ولیم بنٹنک کی آمد الہ آباد کی طرف مشہور ہوئی جنہون ۱۲۴۲ ہجری مطابق ۱۸۲۶ع مین بھرتپور کے
قلعہ کو فتح کرکے درجن سال کو گرفتار کیا تھا منتظم الدولہ مہدی علیخان اونسے الہ آباد مین ملے اور اونکے
آگے بیان کیا کہ جو ذاتی خط شاہ اودہ کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس گیا تھا اوس کے حال سے
آپ واقف ہین یا نہین اونہون نے جواب دیا کہ ہان ہم بخوبی مطلع ہین - بلکہ گورنر جنرل نے اوسکے
دریافت کرنے کے لیے بہت کچھ لکھا ہے اور صاحبان کونسل بھی اوسپر متفق ہین یہ سنکر معتمد الدولہ کے
بھائی کی ساری کیفیت پوست کندہ گوش گذار کی اور کہا کہ شاہ اودہ معتمد الدولہ کی وحشت سے جو انکی
دشمن جانی ہین اور صاحب رزیڈنٹ سے سازش رکھتے ہین اسقدر چھپائے ہوئے ہین کہ وہ سوا
انکار کے دوسرا حرف زبان پر نہ لائینگے اسلئے آپ صاحب رزیڈنٹ سے علیحدہ خلوت مین
شاہ اودہ سے اس معاملے کو دریافت کرین لارڈ ولیم بنٹنک جب لکھنؤ پہنچے تو بادشاہ نے معتمد الدولہ اور
کیوان جاہ کو استقبال کے لیے بھیجا - لارڈ صاحب نے بادشاہ کو [illegible] اور اتحاد سے
اپنی طرف راغب کیا اور ایما کیا کہ مضمون بالا کے دریافت کرنے کے لیے مامور کیا - اور اس
عرصے مین منتظم الدولہ نے بھی ایک عرضداشت بادشاہ کو بھیجی اور وہ تمام تقریر جو لارڈ ولیم بنٹنک سے کی تھی

ظاہر کی اور میر مفضل بھی بھی دوسرے لباس مین گھوڑے پر سوار ہو کر تا کہ سنڈیلون سے لکھنؤ مین داخل ہو کر
مریم مکانی (بادشاہ بیگم) کی ڈیوڑھی مین پہنچے - معتمد الدولہ کھانا کھانے مین مصروف تھے کہ امرت لال
داروغہ دیوان خانہ پریشان آیا اور ایک پرچہ اخبار معتمد الدولہ کو دیا کہ دو گھڑی رات گئی بیس سوار جن مین کہ
ایک کے ڈھاٹا بندھا ہوا تھا کہ پل دریا سے شہر مین پہنچے اور مریم مکانی کے مکان تک پندرہ اوسین سے
علیحدہ ہو گئے - اور باقی پانچ مین سے ایک نے اندر جانے کا ارادہ کیا دربان مانع ہوا سوار نے تمنچے سے
دربان پر حملہ کیا وہ ہٹ گیا اور وہ سوار محل کے زنانہ دروازے تک پہنچا اور گھوڑا چھوڑ کر ڈھاٹا کھول لیا -
معلوم ہوا کہ میر مفضل علی داروغہ قدیم محل کا ہے مریم سے مطلع ہو کر چلا ندی کے پایون کا پلنگ آرام کے
لئے بچھا اور مفضل علی پر حاضر باشی کا حکم دیا دو گھڑی کے بعد راجہ بختاور سنگھ اور راجہ شیودین سنگھ
بھی پہنچ کے یہی خبر دی - چونکہ معتمد الدولہ کا مزاج صفراوی مائل بحرارت تھا ان خلاف طبع باتون کی تاب نہ لا کر
اوسی وقت بادشاہ کے پاس پہنچے - اور عرض کیا کہ بادشاہ مرحوم کے بعد میرا کوئی حوصلہ بجز اس کے نہ تھا
کہ اونکی مرقد پہ جاروب کشی کرون - مگر حضور نے ارزال مفضل و التفات اس کو نوازکر کھینچا اور خدمات
لینا چاہیں حق تعالی ہیں اگرچہ اسلئے دادے سب کو تبرکات کے ذریعہ سے سرفرازی حاصل ہوئی مگر
فدوی نے عہدہ وزارت کا خلعت اتبک نہ پہنا جس کسی کو وزارت عنایت کرنا منظور ہو عطا فرمائی
جاتے خانہ زاد اوس کا تابع رہیگا بادشاہ نے زمانہ سازی سے کام لیا اور فرمایا کہ نواب بھائی تمہارا خیال
اسوقت کہان گیا - اگر ساتون اقلیم کی سلطنت ملے تو تمہاری مداخلت کے بدون ہیچ ہے - اور میر مفضل علی کو مین
خود بھی ایام صاحبزادگی سے ناپسند کرتا ہون اور نواب اوس سے صاف ہین اور جو وہ اب میری رائے سے
آیا ہے بے حیائی سے بدون طلب والدہ ماجدہ کے پاس آگیا ہے اگر اسوقت اوسکو نکلواتا ہون تو ایک
ہرج سے فتور پڑنے اور والدہ سے جھگڑا ہونے کا اندیشہ ہی اور وہ بھی عزت سے مکدر ہین - اور تمہاری خرابی کے
درپے ہین اسلئے مین نے تمہاری عہدہ وزارت کے لیے کلکتہ کو لکھا ہے - جواب باصواب کے حاصل
ہونے کی امید قوی ہے - اوسوقت تک جناب عالیہ کی پوری پوری بدخلقی ہو کر تمکو اختیارات کلی حاصل
ہو جائنگے - پھر اوس کا اخراج آسان ہے جو کام آسانی سے ہو سکے اوسکو مشکل مین ڈالنا محل تعجب ہے
ہم سا اسطرح وزارت اور ایسی امر کیک کو خیال مین لاتے عرض کیا کہ وہ یہان رہیگا تو اس سے زیادہ بہتر ہے
کہ داروغہ ہوگا - تم بہر حال وزیر اعظم ہو تم کو میرے گھر کا انتظام چاہئے نہ اوس سے کا معتمد الدولہ
ان باتون کو سنکر مطمئن ہو گئے - اور خواب خرگوش مین پڑ گئے میر مفضل علی نے بھی آ کر بادشاہ کے کان
بھرے کہ کپتان [illegible] خلعت مین جہان رزیڈنٹ کا دخل تھا بادشاہ سے مستفسر ہوا اوس بادشاہ نے

انکار کیا تو کپتان نے کہا کہ اگر حضور اب صاف صاف بیان نہ فرماوینگے تو آیندہ کچھ بھی معتمد الدولہ کے
باب مین حضور کی کوئی شکایت گورنر جنرل نہ سنین گے رسکے صاحب صاف صاف اب کہہ دیا ہے —
اوسوقت بادشاہ نے عہد و پیمان قسم کے ساتھ لیکر اقرار کیا اور جو باتین معتمد الدولہ کے باب مین
تہین حرف بحرف بیان کین اور کہا کہ اوس خط کا مضمون جو جاری شدہ ہے اوسکے مطابق ہے کچھ
خلاف نہین اور جو شاہزادہ نے نامہ فرہ دین کا کپتان صاحب نے باخراج اشعار سعدی وغیرہ اوس
نے اوسکے چھاپنے کے واسطے پچاس ہزار روپئے عنایت کئے اور لارڈ بشپ کی ملاقات و تقریر خاتم
کی اور جب یہ حالات دستے جب لارڈ صاحب لکھنؤ سے رخصت ہوکر دریا سے گنگا کے کنارے پہنچے
تو تاکید سے چھٹی لکھنؤ کے رزیڈنٹ کو اس مضمون کی لکھی کہ جسطرح بنے معتمد الدولہ کی گرفتاری کی
صورت نکالو جہانتک ہوسکے — رزیڈنٹ اس چٹھی کے مضمون سے مطلع ہوکر بادشاہ کے پاس خلوت مین ملا
ہوا اور الفاظ عذر زبان پر لاکر کہا کہ حضور کے دوست و دشمن اپنی نظرون مین بھی دوست و دشمن ہین
بہرحال آپکی رضا جوئی منظور ہے اگر پیشتر سے ارشاد ہوتا تو یہ عرصہ اوس کام کا اسقدر طول نہوتا —
ابھی معتمد الدولہ کی گرفتاری کی صورت ظہور مین لاتا ہون — لیکن اس وقت بادشاہ کی گرفتاری ہی فساد
عظیم کا باعث ہے بلکہ خونریزی کا احتمال ہے — جب یہ مضمون ختم ہوا تو رزیڈنٹ نے وہ کاغذ جو انگریزی
بارسے میکنٹ لکھا ہوا اپنے ساتھ لایا تھا دستخط کے واسطے پیش کیا اوسوقت معتمد الدولہ کی بیدادات
کا حال سن کر فرمانا خلاف مصلحت سمجھ کے بادشاہ نے انگریزی قلم سے اوسپر دستخط کئے اور فرمایا
کہ مہر آیندہ لگائی جاویگی — جب رزیڈنٹ وہانسے رخصت ہوا تو بادشاہ نے معتمد الدولہ کو جو آپکی
ریاست کا بڑا اہتمام تہا اوسے بھی پان عنایت کرکے ارشاد کیا کہ کچھ کلکتے سے تمہارے حق مین
مقدمہ آیا ہے رزیڈنٹ سے دریافت کرو اور اوسکا ترجمہ میرے پاس لاؤ اوسیدن رزیڈنٹ نے
اپنی کوٹھی پر پلٹن کے کپتان کو بلاکر اوس مضمون سے مطلع کیا اور اوسنے اپنی کمپنی کے آدمی
مکان رزیڈنسی مین جابجا متعین کئی اور رزیڈنٹ نے اپنے میر منشی کی معرفت فقیر محمد خان اور
حیدر خان کو کہلا بھیجا کہ اسوقت اپنے گھرون سے قدم باہر نکرین جب معتمد الدولہ کوٹھی رزیڈنٹ کے
احاطے مین داخل ہوئے کمپنی کے سپاہیون نے اونکو گھیر لیا — اور کپتان نے کہا کہ آپ
گرفتار ہین — اور اونکے ساتھیون کو اشارہ کیا کہ تمہارا آقا گرفتار ہوا — تم اپنے گھرونکی راہ لو —
ورنہ تمہین بھی قید کی بلا نازل ہوتی ہے — یہ کلام سنتے ہی آغا میر کے ہمراہی پاؤن سر پر رکھکر
بھاگ گئے — مگر اعظم علی امرو [illegible] خدمتگار حاضر رہے — جب معتمد الدولہ گرفتار ہوکر رزیڈنٹ کے

بادشاہ کی طرف سے بہت پھر گئے۔ اسم شماری انکی یہ ہے۔ میر محمود وغیرہ پسران میر
افضل پانسی والہ یہ میر افضل معتمد الدولہ کا سمدھی تھا۔ سبحان علی خان۔ تاج الدین حسین خان
حکیم مہدی علی۔ دولت رائے دیوان۔ صلباقی نویس۔ شبو خان۔ میر سبحہ علی مسخرہ۔ مولوی جلال الدین
منگل خان۔ جیون خان نیو دی۔ اعظم علی۔ اور شاہ قطب وغیرہ وغیرہ یہ تمام آدمی نظر بند تھے
اور انکا اکثر اسباب لٹ گیا۔ مگر وہ لوگ محفوظ رہے جنکے مکان پر حشمت سے معتمد الدولہ نے انگریزی
پہرے بٹھا دیے تھے۔ وہ یہ ہیں فاطمہ بیگم معتمد الدولہ کی بہن اور میر الہی بخش معتمد الدولہ کا بھتیجا اور میر
روشن علی و میر شاہ علی معتمد الدولہ کے سالے اور میر نثار حسین اور میر اسد۔ غرض اس کشمکش میں
کہ شہر پر ایسا شہر تھا بازار و رعیت کے گھروں کے دروازے بند ہو گئے۔ اور کوٹھی نور بخش
اور حسین گنج اور باغ ہنزار داس وغیرہ میں جو بہت سلطانی بیگم بیٹھے تھوڑا سا اسباب یہاں تلف
ہوا لیکن نقصان بہ نسبت جگہ تھا۔ اہل سلال عرض بیگی (کہ ایام شاہزادگی میں نصیر الدین حیدر کی خبریں
معتمد الدولہ اور غازی الدین حیدر کو پہنچایا کرتا تھا اور اسی باعث سے نصیر الدین حیدر کی بادشاہ
کے زمانے میں اسکی آمد و رفت دربار شاہی میں بند ہو گئی تھی) جب گرفتار ہوا اور مار پیٹ کی
نوبت آئی اور مداخل و مخارج امور متعلقات دیوانخانے کے محاسبے میں مبتلا ہوا تو اس سے
کچھ زر نقد جو مکان میں تھا پیش کیا۔ اور باقی سبیل زر کے واسطے اجازت طلب کی کہ اپنے مکان میں
جا کر جو دفینہ کہ موجود ہے حاضر کرے اور اس حیلے سے رخصت لیکر اپنے گھر پہنچکر چاقو سے گلا
کاٹ کر اپنا کام تمام کیا۔ پھر اعتماد الدولہ نے چاہا کہ بلاے محاسبہ میں معتمد الدولہ کو مبتلا کریں۔
چونکہ وہ انگریزی قیدی تھے اعتماد الدولہ نے بہت کچھ خاک اڑائی لیکن کوئی تدبیر پیش نہ گئی
حکیم مہدی علیخان نیابت کی امید میں فرخ آباد سے لکھنؤ میں آئے کہ وہ دولت اعتماد الدولہ
کو نصیب ہو چکی مجبور ہو کر نذر وزارت دینے میں کہ کسر شان تھی تامل کیا۔ آخر کار صورت تالیف
قلب ظہور میں آئی جو کہ منتظم الدولہ مرد آخر بین اور صاحب دانش تھے اعتماد الدولہ کا دل نذر دیکر
خوش کیا۔ ایکدن منتظم الدولہ بادشاہ کے پاس حاضر تھے دیکھا کہ کیوان جاہ پسر ملکہ زمانی
خلعت دیکر اس سے سرفراز ہو کر کاغذات سیاہ پر احکام لکھ رہا ہے۔ مہدی علی خان نے نہایت
آزردہ ہو کر کاغذوں کو اس کے ہاتھ سے لیکر بآواز بلند یہ بات کہی کہ اس دایہ بچے کو امور سلطنت
کیا واسطہ ہے جو بیٹے آپکو صاحب حکم سمجھتا ہے۔ یہ زبان آوری بادشاہ کو پسند نہ آئی
اور دل میں ملال پیدا ہوا۔ مہدی علیخان اس پیرایے میں کہ میری تجارت کے کام خراب ہو گئے

تھوڑے عرصے مین انتظام دیکر پھر دربدولت بر حاضر ہو کر رخصت حاصل کی اور فرخ آباد کو چلے گئے
چونکہ وہ آغامیر کے رقیب تھے تاریخ نے یہ تاریخ کہی یادگار بخشش (سنہ ۱۲۴۴ھ) اب رفتہ
رفتہ رفتہ رزیڈنٹ کے دلمین اعتماد الدولہ کے اعتبار نے گھر کیا نیکنامی کے ساتھہ یاد کرنے لگا
جب سبحان علیخان سے مداخلت کی نوبت پہنچی تو ثابت ہوا کہ یہ شخص خیر طلب سرکار شاہی کا تھا
اسلئے وہ نیابتہً شریک مشورہ ہوتے ۔ اور اونکی تجویز سے منشی عاشق علیخان رفیق اعتماد الدولہ
سفیر کلکتہ مقرر ہوئے اور وثیقے کی درستی انسے متعلق تھی ۔ چنانچہ اس کام کی بدولت صاحب دولت
ہوکر انہون نے رنگ تجارت کلکتے مین جمایا اور وہان عالیشان عمارت تعمیر کرائی اور وزارت کی دیوانی
منشی جانکی پرشاد سے متعلق تھی اور بیت الانشا کا دفتر منشی جوالا پرشاد کے حوالے تھا اور کونسل
کلکتہ سے تحریرات کی مسودہ نویسی سبحان علیخان سے تعلق رکھتی تھی ۔ یہ امر تازہ ظہور مین آیا
کہ سبحان علی خان اور تاج الدین حسین خان مین جو باہم اتحاد و محبت تھی وہ جاتی رہی ۔
نقش عداوت صفحۂ دل پر بیٹھا اور اسوجہ سے تاج الدین حسین خان پر بائیس لاکھہ روپے
کا محاسبہ جیکہ سلطانپور کی بابت قرار پایا تاج الدین حسین خان معزول ہوکر لکھنؤ مین آئے
دریافت ہوا کہ مکان پر بادشاہی چوکی پہرے مامور ہین اوسیطرح اسپ سوار معتمد الدولہ
آغامیر کے مکان پر چلے گئے ۔ اور چند روز رہکر بواسطہ استحقاق رفاقت دستاویز
جو فارغخطی کا کام کرے حاصل کرکے بکشادہ پیشانی اپنے گھر مین آ بیٹھے اور فقیر محمد خان اور
میندو خان اور ساہ گوبند لال کی رضا جوئی اور اعتماد الدولہ کی اطاعت اختیار کی اور اپنا دامن
محاسبے سے پاک کیا معتمد الدولہ کے ساتھ کے سب عہدہ دار اعتماد الدولہ کی طرف رجوع
لائے ۔ واحد علی خان نے بھی وہ زمانہ سازی کی کہ وہ دونون پلے برابر رکھے ان باتون کے بعد
اعتماد الدولہ نے انتظام ملک کی جانب قلم اوٹھایا عامل متاجری کے طور پر روانہ کئے ۔

سنہ ۱۲۴۴ و ۱۲۴۵ ہجری کے بعض ذکر واقعات کا بیان

(۱) سال دوم جلوس مطابق سنہ ۱۲۴۴ ہجری کا آغاز ہوا ۔ تو اعتماد الدولہ کو بادشاہ نے حکم دیا
کہ جشن کی تیاری کرین ۔ اگرچہ جشن عظیم ہوا لیکن بعض امور مین ایسی بے اعتدالی واقع ہوئی کہ
اعتماد الدولہ کی بے سلیقگی کھل گئی اور کچھہ روپے کی خیانت بھی اونکی نسبت ثابت ہوگئی
وہ سلسلہ بیاہ کے ملک مین خرابی پیدا ہوگئی ۔ اور خزانہ عامرہ مین آمدنی بھی بہت کم ہوگئی

اور ملک میں چارون طرف فساد پھیلگیا اور لوٹ مار سے مسافرون کا ناک میں دم آگیا۔ رزیڈنٹ نے اس بات کی بادشاہ سے شکایت کی اور صاحبات محل اور سپاہ کی تنخواہ بند ہوکر دوبارہ نوبت پہونچگئی۔

(۱۳) نصیر الدین حیدر کی خواہش یہ تھی کہ چند عورات خاندان کی تنخواہ دوامی طور پر وثیقہ مقرر ہو جائے اس غرض سے اونھون نے اس مرتبہ گورنمنٹ انگریزی کو تحریر کیا کہ جو پچاس لاکھ روپیہ غازی الدین حیدر کے عہد مین چوتھی مرتبہ قرض دیا گیا ہے وہ دوامی ہو جائے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپیہ اور لیا جائے یہ درخواست گورنمنٹ انگریزی مین منظور ہوا اس کل روپیہ کا سالانہ سود تین لاکھ بارہ ہزار روپیہ فی صدی پانچ روپیہ سالانہ کے حساب سے ہوا مگر یہ شرط قرار پائی کہ جو تنخواہ دار یا وثیقہ دار فوت ہوگا اوس کا روپیہ حسب منظوری واپس ملیگا۔ اور اگر کوئی وثیقہ دار یا اوس کا وارث بادشاہ کی حیات مین لاولد مر جائے گا تو وثیقہ منضبط بادشاہ کو ملیگا وثیقہ دارون کی حفاظت کے باب مین گورنمنٹ نے ضمانت نہین دی۔ مگر اقرار کیا کہ اونکی خاطر کی جائے گی ۱۲ شعبان سنہ ۱۲۴۴ ہجری مطابق یکم مارچ سنہ ۱۸۲۹ء کو اسبابت عہد نامہ منعقد ہوا۔

نام وثیقہ دار	ماہواری	سالانہ	نام وثیقہ دار	ماہواری	سالانہ
ملکہ زمانیہ	۱۰۰۰۰ روپیہ	۱۲۰۰۰۰ روپیہ	تاج محل	۱۰۰۰ روپیہ	۱۲۰۰۰ روپیہ
مخدرہ علیا	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ	سلطان عالیہ ہمشیرہ شاہ	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ

(۱۴) بادشاہ نے جب شاہان اودھ کا تخت عطا کیا تو بادشاہ بیگم نے ۲۲ جمادی الاول سنہ ۱۲۴۴ ہجری کو اپنے محل مین محفل جشن آراستہ کی اور والدہ نصیر الدولہ اور نواب جعفر علیخان اور نواب کاظم علیخان وغیرہ کی بیگمات خاندان مغفوریہ کو طلب کرکے اول بادشاہ کو پوشاک فاخرہ پہنا کر جیسی کہ شادی اور وقت شب کے مخصوص اونکی بہونکی رسم کتخدائی ابو طالب خان کے بیٹون کے ساتھ اونکی اور عقد بنوان تخت سے ختنہ کرایا اور ختنہ کرنے والے نائی کو بیس ہزار روپے مرحمت کیے اور پچاس ہزار روپے کے شال دوشالے بادشاہ کے پاس بھیجے تاکہ وہ اپنی خاص خاص نوکرون کو تقسیم کردین باوجودیکہ تھی بادشاہ اور بادشاہ بیگم مین آتش فساد و عناد مشتعل ہونی تھی لیکن اونکو اس بات سے نہایت طیش آیا بیتاب شمشیر کو جلوا دیا اور کرنل جان لو صاحب رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ اگر بادشاہ

سلاطین [illegible] دہلی صفحہ ۱۷

بیگم آپ کو شیرینی بھیجیں تو واپس کر دیں چنانچہ جب بیگم صاحبہ نے نقرئی پہلوں میں شیرینی بھر کر بھیجی تو انہوں نے نہ لی بادشاہ کی غرض اس سے یہ تھی کہ فریدون بخت کے میرا بیٹا ہونے پر یہ امر دلیل ہو جائے اور انہیں دنوں میں بیگم صاحبہ نے محسن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ فریدون بخت کا بیاہ قرار دیا ابھی سامان عروسی تیار ہی ہو رہا تھا کہ لڑکی کا انتقال ہو گیا۔[1]

(۴) سال دوم جلوس مطابق ۱۲۴۳ ہجری میں جشن موقوف رہا بادشاہ نے دو رقاصہ عورتوں کو جن کا نام حسینی تھا پرستاروں میں قبول کیا ایک کو بادشاہ محل خطاب دیا اور دوسری کو سلطان محل اور ممن خاں اور محمد بخش دو لڑکے آپ کے پاؤں دابا کرتے تھے دونوں کو منظور فرما کر بڑے درجے کا آدمی بنا دیا۔

نصیر الدین حیدر کی طبیعت کا اعتماد الدولہ کی طرف مکدر ہو جانا

بادشاہ کی طبیعت اعتماد الدولہ کی طرف سے کئی وجہوں سے صاف نہ تھی (۱) جس طرح ایام شاہزادگی میں اتالیقی کرتے تھے ویسے ابھی اطوار شائستہ کی تفہیم میں قاصر تھے (۲) جو انتقام کہ معتمد الدولہ سے منظور نظر سلطانی تھا وہ ظہور میں نہ آیا (۳) شرکت صحبت بادشاہ سے جو خلاف وضع تھی دور رہتے تھے آخر کار رفتہ رفتہ صورت تنقیص پیدا ہوئی اور بادشاہ کی طبیعت جوانان نوخاستہ کی صحبت کی طرف مائل ہوئی اور بزم بادۂ گلرنگ نے گل کھلائے اور ناچ رنگ کا جلسہ جما اور ان لوگوں کا بازار آہستہ آہستہ گرم ہوا اور اعتماد الدولہ کی گرما گرمی سرد ہوئی۔ ایک دن نصیر الدین حیدر بجرے میں سوار ہو کر دریا کی سیر کر رہے تھے اور نشۂ شراب سے لایعقل ہو رہے تھے کہ ناگاہ ایک فرنگی تیغے کی ٹوپی جو بالوں میں اٹکی تھی دریا میں گر گئی اس نے بادشاہ کے اشارے سے وہ دست افشانی کی کہ قریب تھا کہ اعتماد الدولہ کی دستار سر سے جدا ہو جائے لیکن انہوں نے پیچ و تاب کھا کر دونوں ہاتھ سے سنبھالی اور فرط حجاب سے قالب سے باہر ہوا اور چاہا کہ شمشیر اپنا کے جوہر دکھایا جا۔ لیکن جب اہل کشتی نے میان سے تلوار کھینچنے نہ دی تو اعتماد الدولہ نے زبان سے بہت کچھ برا بھلا کہا۔ اور آنا جانا دربار کا موقوف کیا

[1] دیکھو وقائع دلپذیر ۱۲

اور ہاتہہ کا موسنبی کہینچا۔ ایکرات بادشاہ نے کثرت نشہ شراب مین ہرکارون کے جمعدار کو حکم دیا کہ جلو کے آدمی تیار ہون حسب الحکم جو فوج حاضر تھی تیار ہوئی اعتماد الدولہ نے منظر حفظ ما تقدم صاحب رزیڈنٹ کو در پردہ اطلاع دی کہ ہوشیار رہین۔ مگر یہ بات کچہہ اصل نرکہتی تھی دوسرے روز رزیڈنٹ نے بادشاہ کے پاس آکر دریافت کیا بادشاہ نے جواب دیا کہ آپکو کیونکر معلوم ہوا اوس نے کہا کہ اعتماد الدولہ نے ہمکو خبر دی تہی یہصورت بادشاہ کو نہایت ناگوار خاطر ہوئی اور آئینۂ دل مین تازہ غبار کدورت جم گیا۔ آخر اسی کشمکش مین اعتماد الدولہ جہان فانی سے گذری۔ اور میر عذا بخش کی کربلا مین اونکا جنازہ دفن کیا گیا فقط دو لڑکیان اولاد مین رہین جو میر حامد علی اور میر حیدر حسین قوم سادات کے ساتھ منسوب تہین بعض تاریخون سے ثابت ہوتا ہے کہ چوبیس لاکہہ روپے بادشاہ نے اپنے خزانہ سے اعتماد الدولہ کے وثیقے کے لئے مسٹر مودنٹ ریکٹ صاحب کی معرفت جمع کرائے تھے۔ اعتماد الدولہ کا وثیقہ ان دونون داماد ون وغیرہ پر جو حصہ دار تھے تقسیم ہوا آخرکار یہ دونون داماد لکہنو سے نکلکر دہلی کو چلے گئے اور وہین سکونت اختیار کی۔

ظفر الدولہ کے بیٹے اور داماد کہ بعض انمین سے وزیر سلطنت کے ہمسر تھے اور انتظام سلطنت مین دخیل تھے

ظفر الدولہ کپتان فتحعلی خان کے بڑے بیٹے محمد علی خان کا اقبال الدولہ خطاب تہا اور عہدہ جرنیلی کی نیابت اونسے متعلق تھی چونکہ ان جاہ کے پاینام تہا اور فتحعلی خان کے دوسرے بیٹے کا خطاب مکرم الدولہ اور تیسرے کا خطاب مجد الدولہ تہا ان دونون کے متعلق پلٹنین تہین اور فتحعلی خان کے یہ تین داماد تھے ایک مرزا حسنو جنکے سپرد جلیبی کوتہا نہ تہا۔ دوسرے میر علی اکبر پسر میر علی شہر جو پانچسو پلٹن کے مختار تھے اور تہوڑے سے سوار بھی اونکے ماتحت تھے۔ تیسرے محمد میر یہ سادات بارہ کے گہرانے مین سے تھے اور عدالت انکے سپرد تھی۔ اقبال الدولہ پر بادشاہ کی بڑی مہربانی تھی یہانتک کہ اون کا منہ دیکہہ کر خوابگاہ سے اُٹھتے تھے اور ہر وقت عیش و عشرت کے جلسون مین اونکو شریک رکہتے تھے اور اونکے متعلقہ کامون کو منشی غلام مرتضی پسر ملا محمد روضہ خان مرثیہ خوان سرانجام دیتا تھا۔ اقبال الدولہ کی بدولت غلام مرتضی کی خوش گلوئی اور الحان دلکش کے ساتھ مرثیہ خوانی کی بہت شہرت و شہرت کو پہنچی تھی اقبال الدولہ کا ستارۂ اقبال ایسا چمکا کہ تمام انتظام

اٰلی دلاکی اونکی ذات سے وابستہ تہا اور ان کاموں کی کاربرداری علام مرتضیٰ سے متعلق تھی - اور اقبال الدولہ کی وجہہ سے عہدہ سفارت کلکتہ بھی منشی عاشق علی خان سے نکالکر حکیم ظفر علی کے نام قرار پایا دو ڈہائی برس اقبال الدولہ کا خوب طوطی بولا آخر ہر کیلے سازواسے ارباب حسد بیشہ آتش رشک مین جلنے لگے - مخدرہ علیا کے ایک خواجہ سرا نے جس کا نام سترت مشہور تہا اقبال الدولہ کو مخدرہ علیا کے ساتھہ دوستی کی تہمت پر دہر لیا جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ بادشاہ کی نظرون سے گر گئے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ بغیر ہمارے حکم کے حضور مین حاضر نہوا کرین اونکا کارخانہ برہم ہوا اور جرنیلی کی نیابت کا عہدہ بھی موقوف ہوا۔

نجم الدولہ جعفر علی خان

جعفر علی خان ابن مظفر علی خان ابتدائے شباب مین اپنے باپ سے رنجیدہ ہوکر مہاراجہ دولت راو سیندہیا کے لشکر مین چلے گئے - اور اوسکی ملازمت حاصل کی جب نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ تخت نشین ہوئے تو پرانی محبت کی وجہ سے ستر سوار کو دو ہزار روپیوں سمیت بہیجکر جعفر علیخان کو گوالیار سے بلا کر عہدہ توپخانہ سلیمانی عطا کیا اور پانسو روپیے تنخواہ مقرر کردی اور بادشاہ کے مصاحب خاص ہوگئے وہ آبرو بہم پہنچائی کہ درباری آتش حسد مین جلنے لگے تاج الدین حسین خان نے فتنہ و فساد کی وہ آگ بہڑکائی کہ جعفر علی خان کی گرم بازاری سرد ہوگئی۔

راجہ دیال کا اپنی بہن کو بادشاہ کے محل مین پہنچا کر راجگی کا خطاب اور عزت پانا

بینی رام لکھنوی ساکن محلہ چکلہ مرد بہیم و شحیم خوش وضع و سفید پوست تہا سپیاریان بیچا کرتا تہا اور لین دین کا بہی صاحب تقدیر تہا - کہارون کا جمعدار بہوانی مہرا مر گیا اوسکی پاس چہہ سات لاکہہ روپیہ نقد تہا وہ زر بے محنت بینی رام کے ہاتہہ آیا - اور اس روپیے کی بدولت عاملون سے بونڈداری کے ذریعہ سے زر کثیر حاصل کیا عاشورن نام ایک لکھنوی طائفہ سے رسم آشنائی بڑہا کر اوس کو گہر مین ڈال لیا اوس کے بطن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئے - بیٹے کا نام احمد علی رکہا جب بینی رام نے انتقال کیا تو ایک بیٹا رام دیال نامی بقوم عورت سے بھی چہوڑا وہی ساہوکار سے کی لونگی اور

تمام مال اسباب کا وارث بنا ایسا چالاک تہا کہ جوہر فروشی کی بدولت بادشاہ کے دربار تک
رسائی بہم پہنچائی اور اپنی سوتیلی بہن کو جو عاشورن طوالف سے تھی بادشاہ کے پاس پہنچا یا
جسنے محلات سلطانی مین داخل ہوکر پہول محل خطاب پایا اور رام دیال کو راجگی کا خطاب عطا
ہوا۔ اقبال الدولہ کے تنزل سے رام دیال کی کارگذاری کا ستارہ چمکا اور تمام معاملات پر
اوس کا حکم جاری ہوا اور رزیڈنسی کے خزانچی سے راہ و رسم پیدا کرکے اوسکی وجہ سے غلام حسین منشی
رزیڈنسی کے صورت اتحاد نکالی بلکہ رزیڈنسی کا تمام عملہ بھی اوسکی توقیر کرتا تہا لیکن بے علم
کندۂ ناتراش تہا جب سر سلیمن مڈک لکہنؤ کے رزیڈنٹ ہوکر آئے اور اونہون نے ایکدن
رام دیال سے دریافت کیا آپ کا مزاج کیسا ہے تو اوس نے جواب دیا کہ پیٹ مین لفس (نفخ) بہت
رہتا ہے یہ سنکر صاحب رزیڈنٹ نے جانچ لیا کہ یہ شخص پڑھا ہے اور ذمہ داری کے کام کے
قابل نہین

سے رزیڈنٹ کا بادشاہ کو سمجہانا کہ انتظام ملکی کیطرف توجہ کرنا چاہیے۔ رامدیال کا بدنامی و ندامت اوٹھانا کیوان جاہ اور فریدون بخت کے نسب کی تحقیق

اسکرکیٹ صاحب رزیڈنٹ نے لکہنؤ کے معاملات مین اتنی چشم پوشی کی کہ آخرکار بدنام
ہوگئے اور لکہنؤ کی رزیڈنسی سے اونکی تبدیلی ہوگئی صاحب رزیڈنٹ نے وقت رخصت بادشاہ
سے یہ بات کہی کہ مینے اکثر خیر خواہی کی راہ سے آپکو سمجہایا۔ لیکن آپنے مفسدون کے سبب
کہ انجام اوسکا خراب ہے میری نصیحت پر عمل نہ کیا اور مجھکو بدنامی نصیب ہوئی لیکن مین یقین
کرتا ہون کہ پہلی روبکاری رزیڈنٹ مضروب سے کیوان جاہ اور فریدون بخت کے باب مین پیش
آئے گی کہ وہ شاہزادے ہین یا نہین ۔ یہ صاحب تو بادشاہ کے کان کہولکر یہان سے
چلے گئے اور سر سلیمن مڈک رزیڈنٹ ہوکر آئے اور وہ بخط مستقیم ڈاک کے ذریعہ سے
بلا انتظار استقبال ایکبارگی لکہنؤ مین داخل ہوئے ۔ چونکہ یہ طریقہ آئین قدیم کے خلاف
تہا اسلئے بادشاہ کے پسند نہوا ۔ اس رزیڈنٹ نے بادشاہ کو نصیحت شروع کی اور اونکو

انسان کہوے کہ دن رات نشۂ شراب میں رہنا عقل سے دور ہے اور رنڈیوں کی صحبت میں پڑا رہنا ہم
ہیں اور رامدیال جیسے آدمی کی مدار المہامی باعث آغاز بدانجامی ہے۔ بادشاہ اور رزیڈنٹ
کے درمیان آمد و رفت اور پیام و سلام کا دروازہ رامدیال پر بند ہوا۔ بادشاہ کو یہ نصیحت مصلحت
آمیز پسند نہ آئی۔ مگر رزیڈنٹ کی خاطر سے ہر چند پیام چوبداری کے ذریعے سے جاری رہا
اور اگر مشکل کام پیش آتا تو نجم الدولہ کے ذریعے سے انجام پاتا۔ رامدیال کی طرف سے رزیڈنٹ
کی زیادہ تر ناخوشی کا سبب یہ امر تھا کہ اونہوں نے اوس سے ایک دن دریافت کیا کہ کیوان
جاہ بادشاہ کا بیٹا ہے یا نہیں اور یہ بات کہکر تاکید کردی کہ یہ راز بادشاہ پر نہ کھلے اس بنیے
کے پیٹ میں پانی کب ہضم ہوتا تھا۔ یہ ماجرا بادشاہ تک پہنچایا۔ اونہوں نے ملاقات میں رزیڈنٹ
سے کہا کہ کیوان جاہ سے ناراضامندی کا سبب کیا ہے۔ یہ سنکر رزیڈنٹ خاموش ہو گئے
اور رامدیال مشکوک ہو کر اونکی نظروں سے گر گیا یہانتک آنکھیں دکھائیں کہ بادشاہ نے بھی اوس سے
چشم محبت چرائی اور بادشاہ کے حکم سے برگشتہ بخت ڈیوڑھی کوٹھی میں گرفتار ہو کر قید ہوا اور تمنائے
رہائی اور آرزوئے منصب مدار المہامی میں ایک مدت گذری۔ مگر آرزو بر نہ آئی۔ ایک دن رزیڈنٹ
نے بادشاہ کو پیام دیا کہ معتمد الدولہ کو ہمارے پاس بھیجدینا چاہئے اون سے کچھ باتیں کہنا اور
سننا ہیں بادشاہ نے اونکا رزیڈنٹ کے پاس جانا مصلحت کے خلاف سمجھا اور اجازت نہ دی
آخرکار رزیڈنٹ نے بطور خود معتمد الدولہ کو جو دراصل انگریزی قیدی تھے بادشاہ کی اجازت کے
بغیر اپنے پاس بلالیا اور اون سے رزیڈنٹ سابق اور عملہ رزیڈنسی کی رشوت ستانی کا حال تحقیق
کیا۔ مگر معتمد الدولہ نے ہرگز افشائے راز نہ کیا اور کہا ع آن قدح بشکست و آن ساقی نماند
گڑے ہوئے مردے اوکھیڑنا اور ناحق اس فکر و محنت میں دل کو پریشان کرنا ضرورت نہیں
جو کچھ مناسب وقت تھا طرفین سے ظہور میں آیا سر ہربرٹ مڈک اس جواب سے بیحد خوش ہوئے
لیکن کونسل کے حکم سے مجبور تھے۔ اور اس بات کی تحقیقات منظور تھی اسلئے غلام حسین میر منشی
رزیڈنسی کو طلب کیا بادشاہ نے اقبال الدولہ کو اجازت دی اونکے حکم سے راجہ بختاور سنگھ سوار لیکر
اوس کے مکان پر پہنچا اور صورت محاصرہ ظہور میں آئی۔ غلام حسین نے دیکھا کہ عزت و آبرو جاتی
ہے۔ پستول بھر کر اپنے پیٹ پر خالی کیا قضا سر پر سوار تھی بے ایمان اور لاولد جہان سے گذرا
اور باوسکے دو خدمتگار جو محرم اسرار تھے بندوق کی گولیاں کھا کر اپنے آقا کے پیچھے پیچھے راہی
ملک عدم ہوئے اوس کا تمام مال و اسباب ضبطی میں آیا التفات حسین خان عہدہ میر منشی گری

سرفراز ہوا لیکن روبرو بیٹھنے کی قدرت نہ تھی اور نہ کسی کام مین دم مارنے کی قوت ان دونون عہدہ متوسطی اکبر علی خان خلف امیر الدولہ حیدر بیگ خان کے نامزد ہوا - ایم رکیٹ صاحب کی بدنامی کا باعث تین شخص تھے (۱) تاج الدین حسین خان کہ اس زمانے مین نظر بند ہوگئے تھے (۲) ساہ بہاری لعل اوس نے یہ کہکر اپنا دامن پاک کیا کہ مین مہاجنی پیشہ ہون مجھکو معاملات شاہی سے کیا کام (۳) راجہ دیال کہ اوسی کے سربہ مناہی کا ڈکار رہا -

سر ہربرٹ مڈک رزیڈنٹ نے مناجات کے بادشاہ کا نطفہ ہونے کے باب مین بھی تحقیقات کی بادشاہ بیگم نے ظاہر کیا کہ طفل مسطور کا حمل دو سال سے زیادہ رکنے کا اور عوام مین یہ بات مشہور تھی اور معتمد الدولہ کے اظہار سے جو مڈک صاحب کے سامنے ہوا تھا ثابت ہوا کہ نصیر الدین حیدر مین ابتدا سے رجولیت کی قوت نہ تھی اور وہ عورت سے صحبت کرنے کی بالکل قوت نہین رکھتے تھے اسلئے بیگم صاحبہ موصوفہ اونکی اولاد کی طرف سے مایوس ہوگئی تھین اور فریب و حیلہ سے بچہ بہم پہونچایا تھا - اور منتظم الدولہ مہدی علیخان نے بھی مڈک صاحب کے پاس گواہی کی کہ بادشاہ اودہ یعنی نصیر الدین حیدر نے مجھسے مفصل اور بشرح فرمایا تھا کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت دونون میرے اصلی بیٹے نہین ہین - اور اس بات کا افسوس کرتے تھے کہ کوئی فرزند وارث تاج و تخت مجھسے پیدا نہین ہوا - مڈک صاحب نے یہ بیان یکم جنوری ۱۸۳۱ء مطابق ۱۶ رجب ۱۲۴۶ ہجری کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا[۵]

مڈک صاحب رزیڈنٹ کی وجہ سے معتمد الدولہ کا لکھنو سے رہائی پاکر کانپور مین سکونت اختیار کرنا

معتمد الدولہ اپنی قید مین اس بات کے آرزومند تھے کہ اگر صاحب رزیڈنٹ علاقہ سرکار کمپنی مین جانے کی اجازت دیدین تو دس بیس لاکھ روپیہ اونکی تواضع کرون - لیکن صاحب مستغنی مزاج نے قبول نہ کیا - بلکہ بیس لاکھ روپیہ بادشاہ کو دلاکر اس بات پر رضامند کیا کہ معتمد الدولہ تمام نقد و جنس سمیت کانپور چلے جاتے اور اکتوبر ۱۸۳۱ء مین وہ کانپور مین

[۵] دیکھو تاریخ شاہان ۱۲

آفابت گزین ہوئے اس باب میں میر فیروز نے ایک تاریخ لکھی ہے ؎

جناب معتمد الدولہ یعنی ضیغم جنگ ۔۔۔ حشم سے جسکے ہے شرمندہ آج حشمت
حسد سے چرخ جفا جو کی مثل یوسف وہ ۔۔۔ فریب و مکر زمانہ میں پڑ گیا ناگہ
وہ لیے تھا فضل الٰہی جو اسکے شامل حال ۔۔۔ چلے نہ شیر کے آگے خباثت روبہ
چھٹا جو مخمصے سے وہ عزیز مصر جلال ۔۔۔ کی دل میں فرد کے تاریخ مخلصی لئے جا نہ
سروش غیب سے آئی صدا کہ سال خلاص ۔۔۔ محاق خدع سے نکلا وہ ماہ کنعان کہہ

اس تاریخ سے بارہ سو بیالیس عدد نکلتے ہیں اور مفتاح التواریخ میں اسکو اسی سال کے واقعات میں لکھا ہے حالانکہ معتمد الدولہ بارہ سو تینتالیس میں تو قید ہوئے تھے ۔ معتمد الدولہ کی تمام جائداد لکھنو نزول سلطانی میں آئی دم واپسین تک لکھنو کی ہوس وزارت نہ گئی اور اسی ارمان میں بہت جلد جان گئی دوشنبہ ۵ ۔ ذی الحجہ سنہ ۱۲۴۸ ہجری مطابق ۲۷ مئی سنہ ۱۸۳۳ء کو دنیا سے انتقال کیا اونکی وفات کی تاریخ ناسخ نے یوں لکھی ہے ؎

دلا نواب ضیغم جنگ امروز ۔۔۔ گذشت از دنیائے فانی ناگہان ہاے
نوشتم سال تاریخ وفاتش ۔۔۔ دوشنبہ پنجم ذی الحجہ اسے واے

ایضاً میر فرد

جب معتمد الدولہ سپاہ عالم ۔۔۔ دنیا سے گذر گیا وہ رشک حاتم
تاریخ کی فکر میں ارم کے در پر ۔۔۔ رضوان نے کہا بیا وزیر اعظم

منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان کی وزارت

جب اعتماد الدولہ نے قضا کی اور اقبال الدولہ خانہ نشین ہوئے اور راجہ رامدیال قید ہوا ۔ اور ظفر الدولہ نے جنپر اس خاندان شاہی کی خیر خواہی ختم تھی باوجود عنایت بادشاہ اور منظوری رزیڈنٹ کے وزارت سے کنارہ کیا تو اب کوئی شخص لکھنو میں اس منصب کے سنبھال لینے کے قابل نہ تھا ۔ اور بادشاہ کا مزاج عیش پسند تھا وہ عورتوں کی صحبت میں رہتے تھے یہانتک کہ محلات سے برآمد ہونا بھی موقوف ہوا ۔ اور فرشتوں کی رسائی وہان تک محال تھی ارباب نشاط کے مشورے پر انتظام سلطنت تھا ۔ منشی ذکاء اللہ صاحب تاریخ ہندوستان میں لکھتے ہیں کہ بادشاہ

سلاست تحلون کے پلے ہوئے تھے وہ سواے زنانی باتون کے مردانی باتین سلطنت کی کیا جانتے
ہین ہربرٹ مڈک نے کہا کہ جب تک کوئی وزیر اپنا لایق مقرر نکروگے ہم تمہاری بات نہ پوچھین گے
لارڈ ولیم بن ٹنگ خود ملک کا حال تباہ دیکھنے آئے تھے تو اونہون نے عجیب پریشانی رعایا کے حال مین
دیکھی اور بادشاہ سے کہا کہ ملک کا انتظام کرو نہین تو سارا ملک سرکار کمپنی خود لے لیگی اور بندگان
خدا کو ظلم سے چھڑا لے گی۔ جب بادشاہ کی جان کو یہ بڑی آنکر پڑی ایک دن افضل علی قوال نے
افسردہ خاطر دیکھکر اپنا راگ چھیڑا کہ حکیم مہدی علی خان معاملات سلطنت کا بخوبی انتظام کر سکتے ہین
یہ کاوش بغیر اونکی دور ہوتا دشوار ہے۔ یہ مشورہ بادشاہ کو پسند آیا اور بدون مشورہ صاحب رزیڈنٹ
حکیم مہدی علی خان کی طلبی مین شقہ حاجی خواجی وا الہ اور افضل علی قوال کی معرفت جاری کیا
وہ بھی بے اجازت اور تحریر گورنر جنرل کی کوٹھی فرح بخش مین سیدھے پہنچکر۔ جمادی الاخر کے
سنہ ۱۲۴۸ ہجری مطابق ۳ – نومبر سنہ ۱۸۳۲ء کو خلعت وزارت سے سرفراز ہوئے اور حضور خطاب پایا
جو نواب سعادت علیخان کا خطاب تھا اور ٹیڑھی کوٹھی مین قیام کیا۔ مگر صاحب رزیڈنٹ کی راے
کے خلاف یہ امر ظہور مین آیا تھا اسلیئے باہم دلون مین کدورت تھی حکیم صاحب نے بڑی دانائی کے
ساتھ سلطنت کا انتظام شروع کیا انگریز جانتے ہین کہ یہ شریف زادہ شیراز سے آیا تھا ہندوستانی
سمجھتے ہین کہ وہ کشمیر کا رہنے والا تھا عجب لیاقت خداداد رکھتا تھا۔ حکیم صاحب نے آتے ہی
سارے کارخانون کا انتظام کیا زنانے کا خرچ گھٹایا۔ زرمالگذاری کو عمدہ انتظام کرکے
بڑھایا انصاف کے لئے عدالتین مقرر کین۔ پولیس کا انتظام کیا۔ مگر رزیڈنٹ کا دل حکیم صاحب
سے صاف نہوا۔ مسٹر لوسم صاحب جج ضلع فرخ آباد منتظم الدولہ کا آشنا سے قدیم تھا وہ مستعفی
ہوکر عازم ولایت تھا منتظم الدولہ نے اوسکو بلا کر اس معاملہ کی اصلاح چاہی لیکن لکھنؤ مین اصل امر کی
درستی اونکی کوشش سے نہوئی تو کلکتے کو گیا۔

بادشاہ کا سات خواصون کو ایک کوٹھری مین بند کرا دینا جن کا دم گھٹ کر مر جانا

سنہ ۱۲۴۹ ہجری مین بادشاہ کے مزاج مین عیش و عشرت نہایت بڑھ گیا تھا رات کو شراب خواری
کی کثرت ہوتی تھی اور چند خوبصورت خواصین زیور و پوشاک سے آراستہ ہوکر صحبت مین آتی تھین

اور راگ و رنگ کا زور ہوتا تھا ایک دن شب کے وقت سات خواصون نے اتنی شراب پی کہ نہایت
مدہوش ہوکر بادشاہ کے ساتھ شوخی اور بےادبی کرنے لگین اور رضا امیر کے ذریعہ سے اتنی باہم
زدوکوب کی کہ نشاط کے آلات تمام ٹوٹ پھوٹ گئے - چند خواصین زخمی بھی ہوگئین جس سے
بادشاہ کا عیش منغص ہوگیا بادشاہ نے تنبیہ و تادیب کے لئے سب کو ایک کوٹھری مین بند
کردیا اور قفل لگواکر کنجی اپنے پاس لیکر سو رہے زوال کے وقت تک کسی نے اونکی واویلا اور
فریاد پر توجہ نہ کی موسم کی حرارت اور نشہ شراب کی گرمی اور کوٹھری کی تنگی و حبس کی وجہ سے پیاس
کی فریاد کرتی تھین - مگر کوئی اونکی حال پر متوجہ ہوا یہانتک کہ نہایت بیتابی کے ساتھ ساتون
مرگئین - بادشاہ بیدار ہوئے اور جب قفل کھلوایا تو سب مردہ پائی گئین اونکو نہایت رنج و افسوس
ہوا ساتون کی لاش کماہ درشن سنگھ کے حوالے کیا گیا اوس نے سب کو ایک قبر مین دفن کرادیا -
ہر چند اخفا مین کوشش کی گئی - مگر خون ناحق کب چھپ سکتا ہے خاص و عام سب کو خبر ہوگئی
یہانتک کہ رزیڈنٹ تک واقعہ پہنچا اور اوس نے حکیم مہدی علی خان سے تحقیق کی حکیم صاحب نے
کتنی ہی تاویلات کین - مگر عذر بدتر از گناہ سمجھا گیا[1]

بادشاہ کا سکہ

اوایل ایام حکومت مین سکہ یہ تھا ؎

بہر سکہ شاہی زد از لطف اله　　سپہر شہنشاہ جہان سلیمان جاہ

تھوڑے دنون کے بعد بادشاہ نے اپنی جودت طبع سے اس سکے پر اعتراض کیا اور کہا کہ لفظ
آخر ... اس سکے مین اصلاح پیدا ہوگیا ہے کہ دہرا ایک بار تر آتا ہے - مگر سستی اور بدمذاقی سے خالی نہین
مصنف سکہ نے بہت سے نظائر اساتذہ کے کلام سے عرض کئے ارشاد کیا کہ کلام ہمارا اس ترکیب
لفظ کے جواز مین نہین ہے - لیکن نقص بندکا وقوع ابتدا سے سکہ مین بہتر نہین ہے اور بہ معلوم ہوتا ہے
پس سکہ کو یون تبدیل کیا[2] ؎

سکہ زد بر سیم و زر از فضل حق ظل اله　　نائب مہدی نصیر الدین حیدر بادشاہ

یہ آخری سکہ حکیم مہدی علیخان کی طبع وقاد کا نتیجہ ہے - بعد اس سکے کے ... اور محقق نے یہ بیت

---

[1] دیکھو محتشم قالی ۱۲ - [2] دیکھو وزیرنامہ ۱۲ ۔

سکے تسمے لیئے بنائی مگر مضروب نہوتی۔ سہ

سکہ زد بر سیم و زر تابندہ مثل مہر و ماہ   ظل سبحانی نصیر الدین حیدر بادشاہ

حکیم مہدی علیخان کا رعب و داب اور اوسکی وجہ سے ایک شخص کی زبان کو زنبور سے کھنچوا کر مروا دیا جانا

منتظم الدولہ کو اسوقت بادشاہ کی حرکات پر پردے مین کف افسوس ملتے اور ظاہر مین ایسا نقش حکومت جمایا کہ انتظام اوسکا روز بروز ہوتا جاتا تھا اور کسی کے نام کے ساتھ لفظ نواب و راجہ و رائے وغیرہ زبان پر نہین لاتے تھے۔ فقط خالی نام لیتے تھے اور متوسلان شاہی و انگریزی کو وقعت کی نظر سے نہین دیکھتے تھے نہایت نخوت پیدا کی تھی۔ ایک دن ایک شخص دیوانہ شمشیر برہنہ اور بندوق کاندھے پر رکھے بے محابا وہان تک پہونچگیا۔ جہان نصیر الدین حیدر بیٹھے ہوتے تھے۔ بادشاہ کے حکم سے ممن خان بہادر نے کہ خدمتگارون مین نوکر تھا بڑھکر اوسکی تلوار چھین لی۔ اور منتظم الدولہ نے بندوق پر ہاتھ ڈالا چونکہ وہ شخص حقیقت مین دیوانہ تھا سلسنوں ہی دیوانگی نہ تھی تھوڑی دیر نظر بند رکھکر رہا کیا۔ یہ صورت ممن خان کی ترقی کا باعث ہوئی اور اسین داخل ہوگیا۔

ممن خان اور محبت منتظم الدولہ کا رعب نہین مانتے تھے اسلئے منتظم الدولہ اونکے اشارے اور کنایے مین الزام اور عیب لگاتے رہتے تھے بلکہ اکثر کا عداوت اخبار کے ذریعہ ہی اون کے مظالم خبر نویسون اور فالکینو ... ہاتھون سے ہوتے تھے بادشاہ کے گوش گذار کرتے تھے جب اس کی خبر ممن خان کو پہنچتی تو وہ بھی بادشاہ کی مصاحبت کے غرے مین اکثر نائب کو علانیہ برا کہتا ایک دن ممن خان نے حکیم مہدی علی خان کی ناکردہ کاری کی نسبت ایک بات بادشاہ کے سامنے کہی جو بادشاہ نے بھی سن لی اور ناراض ہوے منتظم الدولہ نے موقع پاکر بظاہر دلسوزی اور فی المعنی آتش افروزی کے لئے کہا کہ اگر اسطرح اراذل کی زبانون سے کلمات نکلا کرینگے تو بادشاہی عظمت اور سلطانی شہامت مین فتور آجائیگا۔ اور سلطنت مین رخنہ عظیم پڑیگا۔ اور عجب نہین کہ اس سے سلطنت کے کامون مین خرابی پڑ جائے۔ بادشاہ بمزاج بھی دونون کی اس قسم کی باتون سے مکدر ہوگیا تھا حکم دیا کہ انکو قید کردو۔ نائب نے

فوراً راجہ درشن سنگھہ کے احاطے مین جو سخت قید خانہ تھا قید کر دیا ۔ پاؤن مین بھاری بھاری زنجیرین اور گلے مین بھاری بھاری طوق ڈلوادیے اور رات کو لمبی سی زنجیر مین دوسرے مجرمون کے ساتھ شامل کر دیئے جاتے ۔ اور پھر ایک دن بادشاہ کے حضور مین عرض کیا کہ جب تک زبان اوس کلمۂ بے ادبانہ کی وجہ سی سزا کو نہ پہونچے گی خلق کو عبرت حاصل ہوگی بادشاہ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ مناسب سمجھین حکم دین پس امن خان کی زبان منہ سے باہر نکلوا کر لوہے کا بھاری زنبور لٹکوا دیا گیا ۔ کئی رات دن اسی طرح زنبور لٹکتا رہا یہانتک کہ صدمے سے مر گیا جب زنبور چھڑایا گیا تو زبان منہ کے اندر نہ جا سکی ۔ چند پہر کے بعد جراحون کی تدبیر سے منہ کے اندر گئی ۔[1]

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کے انتظامات

منتظم الدولہ نے نواب احمد علیخان کو معتمد الدولہ کا خطاب دلا کر بادشاہ کا مصاحب اور معتمد بنایا اور مظفر الدولہ سید محمد خان کو عدالت کا داروغہ کیا اور ابو طالب بہار الدولہ کو نائب وزیر بنایا ۔ اور میر کلو کو مخدرۂ علیا کی ڈیوڑھی کا داروغہ کیا ۔ اور میر آفتاب کو اور ڈیوڑھیون کی داروغگی دی ۔ اور دیوانخانے کی داروغگی سنگم علیخان کے عوض وصی علی خان سکہ ناظر جی کی اور راجہ درشن سنگھہ قوم کورمی سپاہی وضع جو غازی الدین حیدر کے وقت سے خارج البلد تھا اوسکو غالب جنگ خطاب مرحمت ہوا ۔ شہر کی گشت اور نگہبانی اوس کے متعلق تھی حضرت لکھنؤ کی خونریزی اوس زمانے مین مشہور تھی ۔ اور رعایائے شہر ہندو مسلمان چھوٹے بڑے شمشیر بکف رہتے تھے ۔ غالب جنگ نے ایک دن مین تمام رعایا کے ہتیار لے لیے ۔ ممکن نہ تھا کہ ایک چھری بھی کسی کی کمر مین نظر آتی ۔ سیتا بیگ کوتوال نے اس معاملے مین بہت سے ہاتھ پاؤن مارے تھے لیکن نیکنامی غالب جنگ کے نصیب ہوئی ۔ بعد اسکے منتظم الدولہ نے عاملون کی تقاوی وصول کرنا شروع کی ۔ راجہ رام دیال نے مواجب کے وقت لاکھہ روپے لیکر داخل کیے اور جبرائی زر دولت کو مقبل الدین حسین خان چکلہ دار سلطانپور کی علت ضمانت مین گرفتار کیا جب سخت کلامی سے نوبت آبروریزی کی آئی زہر کھا کر مر گیا ۔ اور بدیدا اس نے بھی آبرو کے واسطے جان عزیز تلف کی اور سبحان علی خان نے مجبور ہو کر قید کی حالت مین اثنائے [illegible] ۔

[1] دیکھو محتشم خانی ۱۲

پچاس ساٹھ ہزار روپے دئے اب منتظم الدولہ نے تصفیہ تنخواہ کی طرف توجہ کی نواب
نصیر الدولہ مرزا محمد علیخان اور نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علیخان
اور نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علیخان اور نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علیخان اور نواب رکن الدولہ
مرزا محمد حسن خان اخلاف نواب سعادت علیخان اور نواب محسن الدولہ نبیرہ غازی الدین حیدر کو
پیام دیا کہ آپ صاحبوں کی تنخواہ زیادہ ہے اسلئے آپ کو دستیاب نہیں ہوتی اگر آپ نصف تنخواہ پر رضامند
ہوں تو ماہ بماہ تقسیم ہوتی رہے۔ ناچار کسی نے برضا مندی اور کسی نے بمجبوری قبول کیا۔
اور جو تنخواہ برسوں کی چڑھی ہوئی تھی دستیاب ہوئی۔ اور سپاہ کی تنخواہ تین چار سال سے جو
چڑھی ہوئی تھی اسکو بھی کوڑی کوڑی دیکر بے باقی کا حکم دیا اور صیغہ پنجم یعنی آمدنی سلطنت
حق وزارت قرار دیا۔ اب انتظام محلات بادشاہی کی طرف منتظم الدولہ نے نظر دوڑائی۔ علاقہ
ہزیرہ پور جس کی چھ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی تھی ملکہ زمانیہ کی جاگیر میں تھا جب علاقہ نیپارہ
راجہ درشن سنگھ اور راجہ بختاور سنگھ کی ساجری میں آیا اور جمع زیادہ کی گئی تو ملکہ زمانیہ کا علاقہ
جاگیر سے شامل ساجری کیا گیا۔ اور ملکہ زمانیہ سے کہا کہ بختاور سنگھ زر محاصل جاگیر نقد
پہنچائے گا۔ ملکہ زمانیہ نے اس باب میں بہت خاک اوڑائی مگر آبرو نہ پائی پرگنہ میان گنج صفدر
علیاں کی جاگیر سے اور نواب گنج تاج محل کی جاگیر سے نکالکر نقدی مقرر کردی۔ تاج الدین حسین خان
پر بھی اس درجہ زر باقی کا تقاضا ہوا کہ آبرو بر آئی۔ قریب تھا کہ عزت بر باد ہو جائے۔ لیکن یہ شخص
خوش فکر تھا اور فارغخطی معتمد الدولہ کی موجود تھی اسنے منتظم الدولہ سے تحریرات کے ذریعہ سے
ملاقات بہم پہنچاکر باقساط یہ مضمون کہا کہ معتمد الدولہ کی فارغخطی سے میرے اوپر باقیات کا ٹھہرنا تاجب
بہرحال جان و مال حاضر ہے مگر میری حرمت کا خون ہونا مناسب نہیں۔ اگر میری عزت باقی رکھی جائیگی
تو میں وہ تدبیر کرونگا کہ جس سے آپکے دل سے رزیڈنٹ کی طرف سے فکر دور ہو جائے گی۔ ایک
نامی انگریز گورنر جنرل کے اسٹاف میں موجود ہے وہ میرا بڑا دوست ہے اوس کے ذریعہ سے ایسی کوشش
کی جائے گی کہ گورنر جنرل کے دل میں آپ کی طرف سے جگہ ہو جائے گی اور صاحب رزیڈنٹ کی
طرف سے جو کاوش آپ کے دل کو ہے وہ دور ہو جائے گی۔ یہ بات سنکر منتظم الدولہ کی فکر
دلی کم ہوئی۔ اور تاج الدین حسین خان بھی دل سے مہربان ہوئے اور مطالبہ زر باقی
کی وجہ سے جو سختی اور سنہ تھی اوس عذاب سے نجات دی۔ مگر نظر بندی کا سلسلہ
منقطع نہیں ہوا۔

لارڈ ولیم بن ٹنگ گورنر جنرل کا لکھنؤ میں آنا اور مہدی علیخان کی لیاقت کو پسند کرنا

چونکہ منتظم الدولہ مہدی علی خان کے وزیر اعظم مقرر ہونے مین صاحب رزیڈنٹ کی رائے کو مداخلت نہ تھی اسلئے اونکو وزیر مذکور سے کاوش تھی منتظم الدولہ چاہتے تھے کہ یا صاحب رزیڈنٹ کا دل اونکی طرف سے صورت آئینہ صاف ہو جائے یا گورنر جنرل اس تقرر کو پسند کرکے صاحب رزیڈنٹ کی شکایت اور مخالفت پر توجہ نہ کرین - مہدی قلی خان نام ایک مغل تجارت پیشہ نہایت دانشمند اور آبرودار آدمی تھا اوسنے کپتان جان بین کے ذریعہ سے جو گورنر جنرل کا دوست تھا منتظم الدولہ کی کارگذاریان گورنر جنرل کے گوش گذار کرا دیں - اور تاج الدین حسین خان نے بھی مگ لائن کے ذریعہ سے اس معاملہ مین بیروی کی جب لارڈ ولیم بن ٹنگ صاحب گورنر جنرل سنہ ۱۸۳۱ء مین کانپور مین آئے تو نصیر الدین حیدر اور حکیم مہدی علی خان اور صاحب رزیڈنٹ بڑی شان و عظمت کے ساتھ استقبال کے لئے لکھنؤ سے کانپور کو گئے اور دریائے گنگا کے اس طرف شاہی خیمے برپا ہوئے اور دوسری طرف گورنر جنرل کا لشکر خیمہ زن ہوا اور بادشاہ کی گورنر جنرل سے ملاقاتین ہوئین - بعد اسکے حسب استدعا معتمد الدولہ آغا میر بھی گورنر جنرل سے ملے گورنر جنرل نے لیاقت نائب معزول و نائب موجود کو میزان عقل مین تولکر اپنے جلسے میں یہ بات کہی کہ جان بیلی کی دانشمندی اور غازی الدین حیدر کی عقل و فراست سے کمال تعجب ہے کہ معتمد الدولہ کو کس علم و عقل پر مدار المہام سلطنت بنایا خوبی ظاہری اور حسن باطنی سے محروم اور کوسون دور ہے فقط اپنی قسمت کے زور سے نائب رہا بادشاہ حال کی حسن تدبیر و فراست پر آفرین ہے کہ اونہون نے حکیم مہدی علی خان کو اس کام کے لئے منتخب کیا کہ اونکے تمام لشکر مین بیرانہ سال و تجربہ کار صاحب لیاقت اون سے بہتر دوسرا نظر نہین آتا - اس صورت مین رزیڈنٹ کے پاس خاطر سے بادشاہ کا دل بے وجہ دکہانا مناسب نہین - گورنر جنرل نے اس حکیم دانشمند کی نسبت یہ رائے لکھی کہ وہ ہندوستان کے نہایت لائق آدمیون مین ہے مالگذاری اور زمین کے بندوبست کا کام تو وہ ایسا جانتا ہے کہ کوئی انگریز بھی اوس سے زیادہ نہین جانتا - بعد اسکے گورنر جنرل لکھنؤ مین آئے اور بادشاہ کو پند و نصائح کے بعد کاروبار سلطنت کا مختار کیا اور حکیم مہدی علی خان کی وزارت منظور کی اور صاحب رزیڈنٹ کو بادشاہ کے ساتھ موافقت رکھنے کی تاکید فرمائی - سولہ سترہ دن تک گورنر جنرل لکھنؤ مین رہے

خوب خوب جلسے ہوتے روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی شیر اور ہاتھی اور گینڈے کی لڑائیاں کرائیں
مگر بعد اسکے اسی بادشاہ کے عہد سے گورنر جنرل کے اور نیز دوسرے بڑے بڑے انگریزوں کے ورود
کی تقریب میں انگریزوں کے بڑے کہانے کا طریق اور دستور موقوف ہوگیا تہا۔ غرضکہ گورنر جنرل تو
لکھنؤ سے میرٹھ کی طرف روانہ ہوئے اور حکیم مہدی علیخان کو اطمینان حاصل ہوا۔ تاج الدین حسین خان
عہدۂ سفارت رزیڈنسی پر مقرر ہوئے کرنیل کارنر جو تاج الدین حسین خان کا دوست تہا اور رکاب گنج میں
مع اہل و عیال کے مقیم تہا وہ بہی تاج الدین حسین خان کی وجہ سے عہدۂ سفارت کے کاموں میں
دخیل ہوا۔ اس کرنیل نے ایک ہندوستانی شریف خاندان کی عورت جو نواب مومن خان نصیبدار
بادشاہان دہلی کے خاندان سے تھی اپنے گہر میں ڈال لی تہی کرنیل اپنے جورو بچہ کو لیکر لکھنؤ میں چلا آیا
یہیں رہنے لگا اور عورت شاہ اودہ کے محلات میں آنے جانے لگی اسکی وجہ سے کرنیل کے کام
کو بڑی رونق ہوئی۔

رزیڈنٹ کی تبدیلی خزانہ شاہی میں بائیس لاکھ روپیہ کا تغلب و تصرف۔ بعض محلوں کا انتظام میوہ رام اور فقیر محمد خان رسالہ دار کی برطرفی۔ عشرہ محرم میں بلوا و خانہ جنگیاں۔ تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے سپاہ توپخانہ اور سپاہ کی تخفیف سخت شکستہ مزاجی۔ آغا مرزا

صاحب رزیڈنٹ نے جبکہ یہ دیکھا کہ ہماری شمشیر فکر و تدبیر نے جوہر نہ دکھائے تو لاچار ہوکے چلے جانے کو گورنر
جنرل کے پاس گئے اور پنیاں کی رزیڈنسی پر اپنی تبدیلی کرالی۔ منتظم الدولہ نے رزیڈنٹ کی روانگی کے وقت
بائیس لاکھ ستر ہزار آٹھ سو چوالیس روپئے خزانہ بادشاہی سے لاٹ صاحب لینے کے حیلے سے نکلوا لئے اور
چاہا کہ کچھ بطور نذرانہ رزیڈنٹ کی نذر گذرانیں۔ لیکن اونہوں نے قبول نہ کیا۔ مگر پہر وہ روپیہ اپنے مقام پر نہ پہنچا
خدا جانے کہاں کہاں کار پردازان سلطنت کے صرف میں آیا کرنیل کارنر اور تاج الدین حسین خان

اور ساہو گوبندلال وغیرہ کی جاندی تھی اہالیان سلطنت کو مدت تک دعوے اس زر نقد کا حکیم
مہدی علیخان سے رہا اور تحریرات مین گورنر جنرل تک اس کا ذکر آیا - اب تاج الدین حسین خان نے کرنیل
سکارٹ کے ساتھ یہ تازہ سلوک کیا کہ بخت رام خزانچی کی کوٹھی کے نام سے کرنیل مذکور کو فرضی نام سے
خارق سلون کا چکلہ سرکار شاہی سے دلاکر دو ہزار روپیہ ماہواری اون کے نفع مقرر کرواتے اور چکلہ
مذکور کی نیابت تاج الدین حسین خان کے چھوٹے بھائی نثار علیخان کے نام قرار پائی اور اوسکی
تنخواہ پانسو روپیے ماہوار مقرر ہوئی - لیکن زبردستی علاقے کے اہتمام کی صورت خزانچی مذکور سے
ظہور مین نہ آسکی کرنیل مذکور علاقے سے دست بردار ہوکر کاسگنج کو چلا گیا اور وہین فوت ہوا اور اوسکی
بی بی بھی ایک ہفتے کے اندر غم مفارقت شوہر مین تیر و کمان قضا کا نشانہ ہوئی - لکھنؤ کی رزیڈنسی پر
میجر ریان لو مقرر ہوئے اور سامان استقبال اونکے واسطے شاہ اودھ کے ہان سے کانپور تک پہونچا
جب یہ رزیڈنٹ لکھنؤ مین آئے تو تاج الدین حسین کا بازار ایسا گرم ہوا کہ حکیم مہدی علی خان کے
حال اقبال کی گرما گرمی سرد ہوگئی - اس زمانے مین چکلہ سیوارہ محمد علی خان داماد حکیم مہدی علیخان سے
متعلق تھا اور نثار علیخان اوس کے نائب تھے مگر اونکی نیابت اسقدر تھی کہ محمد علیخان کی خلعت
بالکل جاتی رہی اور مہاراجہ میوہ رام نے ہندو مذہب کو چھوڑکر مذہب اسلام مین قدم رکھا تھا دو تین
لاکھ روپیہ سالانہ عشرہ محرم اور ایام وفات ائمہ اطہار وغیرہ مین خرچ کرتے تھے اور دیوانی کا کام
کرتے تھے اون کا درماہہ سات ہزار روپیہ ماہوار تھا - یہ تنخواہ حاکم صاحب کی نظرون مین خار کی طرح
کھٹکتی تھی - اسکے گھٹانے کے لیے حاکم صاحب نے ایک دن میوہ رام کے ساتھ سخت زبانی کی جس سے
وہ مستعفی ہوکر خانہ نشین ہو رہے - اور انکے چچا راجہ بالکرشن جو صاحب الباقی دیوان تھے اونکی جگہ کام
کرنے لگے - اور اسی طرح فتح محمد خان رسالداری سے موقوف ہوکر مرزا گنج اور ملیح آباد اپنے وطن کو
چلے گئے - گوسائین [illegible] چھاونی دھنی خان سوالی کی تھی وہان ایکبار عشرہ محرم مین تبرا کی وجہ
اہل شہر کے ساتھ دنگا اور فساد ہوا کہ طرفین مین بندوق و تلوار چلی چند آدمی مارے گئے
چنانچہ کوتوال شہر سے انسداد فساد نہو سکا تو مصطفی علی خان ہندو تلنگون کی پلٹن اور توپخانہ لیکر
اوس مرکز مین پہنچے اور سپاہیون کو اسقدر لوٹا کہ تمام مال و اسباب اون کے گھرون کا ہاتھی گھوڑے
سب لٹ گیا - ان دنون اسی طرح کی خانہ جنگیون نے بڑا اختیار کر رکھا تھا - [illegible] مرزا سالار
جنگ کے پوتے ایک خانہ جنگی مین مارے گئے - اور توپخانے کے گولہ اندازون نے [illegible] تنخواہ نہ ملنے کی
وجہ سے بلوا کیا کپتان ہنگس [illegible] کو قید کیا اور ساتھ [illegible] دس [illegible]

ہزار آدمی جو معتمد الدولہ نے نوکر رکھے تھے وہ بھی برطرف ہوئے منتظم الدولہ نے ایسا اچھا انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بڑے راجہ اور تعلقہ دار اس فکر دسکے جو ہمیشہ عاملوں سے بر خاش کرتے تھے وہ اس زمانے میں فرمانبردار ہو کر دولت پیدا کر رہے تھے ۔ چنانچہ بخت سنگھ زمیندار اضلاع خیرآباد کہ بڑا سرکش اور مفسد تھا اور بہت کچھ ثروت و دولت رکھتا تھا اور بہت کم عاملوں سے رجوع کی تھی وہ دیوات عاملوں کی طرح حاضر رہتا تھا اور اکثر اہل شہر نے حکیم مہدی علی خان کی بدولت بڑے بڑے عہدے پائے روشن الدولہ کہ بہت دنوں سے بیکار رہتے تھے پانسو روپیہ ماہوار اونکے مقرر کئے گئے اور مرزا حاجی نے پھر شہر میں آکر طرح اقامت ڈالی تین سو روپئے ماہوار اونکے واسطے مقرر ہوئے ۔ آغا مرزا نصیر الدین حیدر شاہ کو کہ ایسا خودسر اور شراب نوشی میں چور رہتا کہ تمام ارکین سلطنت اوسکی نظروں میں ہیچ تھے ۔ کوتوال تک کو یہ قدرت نہ تھی کہ اوس کے نوکر پر ہاتھ ڈالتا ۔ اور نہ کسی عدالت کی یہ مجال تھی گو اوس نے اس زمانے میں ظلم سے ہاتھ روک لیا تھا لیکن شرارت سے باز نہیں آتا تھا ایک دن نصیر الدین حیدر کی سواری درگاہ حضرت عباس کی طرف جاتی تھی غلام مرتضی محابت کے ساتھ مکان سے نکلکر دروازے پر نہ آسکا برآمدے سے آداب و مجرے کی رسم ادا کی ۔ چونکہ یہ صورت شان و عظمت شاہی کے خلاف تھی اسلئے آغا مرزا کے حکم سے مکان کا وہ حصہ اور برآمدہ منہدم ہو کر خاک میں ملا دیا گیا ۔

بادشاہ کا رزیڈنٹ کے سامنے اپنی زبان سے منا جان کی نسبت اپنا نطفہ ہونے سے انکار کرنا

منا جان کے بادشاہ کا نطفہ ہونے نہ ہونے کے متعلق ابتدا سے تحقیقات مسٹر برٹ کے عہد رزیڈنسی کرنل جان لو تک انقطاع قبول نہ کیا منتظم الدولہ نے ۲ ۔ فروری ۱۸۳۲ء مطابق ۱۰ ۔ شعبان ۱۲۴۷ ہجری کو تاج الدین حسین خان کے سامنے کرنل جان لو سے کہا کہ سابق جو کچھ میں نے کیوان جاہ اور منا جان کے باب میں کہا تھا وہ بادشاہ کی جانب سے تھا اب بادشاہ کی طرف سے خاص اونکی خواہش سے کہتا ہوں کہ بادشاہ نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان لی تھی کہ تمام ملک میں شایع کریں کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت اونکے نطفے سے نہیں ہیں اور یہ بھی عزم مصمم کر لیا تھا کہ ان دونوں کو اپنے محل سے نکلوا دیں اور اونکے رہنے کو دوسری جگہ

مکان مناسب مرحمت کردین رزیڈنٹ نے کہا کہ سابق تو آپ بھی اس باب مین اپنا اشتباہ
ظاہر کرتے تھے اور اب ایسا کہتے ہین منتظم الدولہ نے جواب دیا کہ اوسوقت بھی محل اشتباہ نہ تہا
لیکن چونکہ حضور کی جانب سے اوس کے گذارش کرنے کے لئے مین مامور نہ تہا اسلئے بطریق اشتباہ کے
مینے بیان کیا تہا اور حال یہ ہے کہ ایک روز جناب نصیر الدین حیدر اپنی ولیعہدی کے ایام مین محل کے اندر گئے
تو دیکھا کہ میان افضل علی فریدون بخت کی والدہ کے ساتھ حرکات نامناسب کر رہا ہے جناب موصوف نے
طیش مین آکر چاہا کہ دونون کو قتل کردین کہ میان افضل علی خوف کے مارے وہان سے بھاگ گیا اور بادشاہ
بیگم نے اونکے قتل کے ارادے سے روکدیا آخرکار جناب موصوف برہم ہوکر محل سے اوٹھکر معتمد الدولہ کے
مکان مین چلے گئے اور تین دن وہان رہے مگر بادشاہ کے حکم سے پھر محل مین چلے گئے بعد اس کے پھر محل کو
چھوڑکر چند روز حسن باغ مین مقیم رہے۔ بیگم صاحبہ نے ان دنون بہت کوشش کی کہ نصیر الدین حیدر
فریدون بخت کی ماں کے ساتھ موافقت کرلین اور اوسکو مدت تک حاملہ ظاہر کیا یہانتک کہ افضل علی
کی حرکات نامناسب کو ۲۶ ماہ گذر گئے اور فریدون بخت عرصہ وجود مین نہ آیا اور اس مدت کے اندر
جناب ولیعہد نے کبھی فریدون بخت کی ماں کی صورت نہ دیکھی اور کیوان جاہ کے معاملے مین منتظم الدولہ
نے ظاہر کیا کہ جناب بادشاہ کو اوس کو ولیعہد مقرر کرنے سے بہت شرم آتی ہے اور اب بیگم صاحبہ بادشاہ
سے بسبب اسکے کہ شاہان کو اپنے ہمراہ ضیافت مین کہ سرکار عالی مین ۱۱ جنوری ۱۸۳۲ء مطابق ۷
شعبان ۱۲۴۷ ہجری کو واقع ہوئی تھی نہ لے گئے بہت رنج رکھتے ہین بلکہ اون کا خیال ہے کہ نہ لیجانا بسبب
میرے ہوا ہے اسلئے مجھسے بہت ناراض ہین اور جب بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر خاص میرے حکم سے
ہوا ہے تو اونکو یقین نہ آیا اور بیگم موصوف نے تمام شہر مین مشہور کردیا کہ منتظم الدولہ دو گھڑی سے زیادہ
زندہ نرہسکیگا اور معتمد الدولہ کو خبر بہیجی کہ لکھنو آنے کے تیار رہین۔ چنانچہ اس خبر کو لیجانے والا دریائے گنگا پر گرفتار
ہوا اور ابتک قید ہے اور اس بات کا اپنی زبان سے اقرار کیا ہے اب بادشاہ کو منظور ہے کہ بیگم صاحبہ
لکھنو سے چلی جاوین اور دوسری جگہ سکونت اختیار کرلین۔ بلکہ منظور ہے کہ فیض آباد مین جا کر رہین رزیڈنٹ
نے یہ تمام بیان ۳ - فروری مطابق غرہ رمضان سنہ مذکور کو گورنر جنرل کو لکھ بہیجا - گورنر جنرل نے اس
امر کی مزید تحقیق کے لئے رزیڈنٹ کو حکم دیا کہ تم بادشاہ سے ملکر اونسے زبانی اسکی تصدیق کرو - چنانچہ ۹ -
فروری مطابق ۷ - رمضان سنہ مذکور کو بعد تناول حاضری کے بادشاہ اور رزیڈنٹ اور منتظم الدولہ
خلوت مین گئے اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد بادشاہ نے نہایت حجاب کے ساتھ فرمایا کہ بیس دن کے عرصے
مین رمضان ختم ہو جائیگا اور معمول ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ شان و شوکت کے ساتھ عیدگاہ

کو جاتے ہین اب یہ رسم موقوف کی گئی - رزیڈنٹ نے کہا کہ ہم کو اس سے کیا سروکار ہے حضور کو اختیار
ہے - مگر اس ارادے کا سبب بیان فرمایا جاوے بیان کرنے کے لئے بادشاہ نے منتظم الدولہ کیطرف
اشارہ کیا - رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ اور گورنر جنرل بہادر حضور کے دوست ہین جو کچھ ہو خود اپنی زبان مبارک سے
حضور ارشاد فرماوین - اور منتظم الدولہ نے بھی بہت اصرار کیا اسوقت صاف الفاظ مین بادشاہ نے کہا کہ
ہم آپ کو اپنا دوست سمجھتے ہین - درحقیقت قصہ یہ ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ دونون مین سے
کوئی بھی میرا بیٹا نہین ہے اور مین آپسے یہ حال اسلئے بیان کرتا ہون کہ آپ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین اور جو
شہر مین مشہور ہے کہ دونون میرے بیٹے ہین یہ افواہ محض غلط ہے اور اس شہرت کا سبب رشوت اور
عالی ہمتی ہے ملکہ زمانیہ ایک لاکھ روپیہ میرے خاص خاص آدمیون کو دیتی تھی کہ بادشاہ کو کیوان جاہ کی
فرزندی کے لئے ترغیب دین اسی طرح میر فضل علی اور سکھچین فریدون بخت کے لئے ایسے ایسے کام کرتے تھے
مین خوب جانتا ہون اور والدہ بھی جانتے تھے کہ فریدون بخت میرا بیٹا نہین ہے - اور جو کچھ حال
فریدون بخت کی مان اور میر فضل علی کی بدفعلی کا اور نیز اوس کے ۱۲ ماہ کے بعد فریدون بخت کا پیدا ہونا
منتظم الدولہ نے بیان کیا تھا - بادشاہ نے زبان سے اوسکی تصدیق کی اور کہا کہ سابق مین [illegible] اور [illegible]
ہمکو اپنے والد [illegible] کے رنج کے لئے ہمکو فرزندی کے اقبال کے واسطے تخویف کرتے تھے اسلئے
مجبوراً قبول کر لیا تھا - لیکن اب وقت بہت اچھا ہے اور نائب مخلص ہمارے فائدے [illegible]
[illegible] بدل مستعد ہے اور راستی و درستی کے سوا کوئی امر مطلوب نہین ہے - الغرض بادشاہ نے بادشاہ [illegible]
کے ساتھ [illegible] مین شریک ہوتے تھے بہت خوشی و ندامت ظاہر کی اور فرمایا کہ اب ہمنے دل مین عہد
کر لیا ہے کہ سوا سے راہ راست کے نہین جاوینگے اور صاحب رزیڈنٹ کی بہت سی خوشامد کرکے استدعا کی
کہ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین کہ سابق مین بادشاہ دوسرے کے اختیار مین تھے جسطرح آدمیونکی تخویف و ترغیب
آکر ویسا ظاہر کیا تھا - رزیڈنٹ نے بادشاہ کی بہت کچھ تسلی و تشفی کرکے فرمایا کہ اکثر آدمی ابتدا سے جوانی مین
راہ راست پر نہین چل سکتے ہین - لیکن اب حضور بفضل الہی جوان اور بالغ ہوگئے ہین مناسب ہے کہ خرافات
بیہودگی اور [illegible] چھوڑکر راستی و درستی کے ساتھ انتظام کاروبار ریاست مین مصروف ہو جاوین
ورنہ تمام ریاست کا کام [illegible] ہو جاویگا اور بادشاہ سے ایک مفصل [illegible] کا بیان لکھا رزیڈنٹ
کے پاس بھیجا - چنانچہ رزیڈنٹ نے بادشاہ کی استدعا کے مطابق تمام کیفیت گورنر جنرل کو لکھ بھیجی اور وقت
[illegible] کے سپاہیان انگریزی ہمیشہ [illegible] کو حکم دیا کہ آئندہ سے شاہزادون کو سلامی نہ دیا کرین -
گورنر جنرل نے جواب دیا کہ اس مضمون کو خلق مین مشتہر کر دیا جاوے - چنانچہ فرمان اودھ مین اس مضمون کے

اشتہار جابجا چسپان ہوتے ہے اوس وقت سے ولیعہدی اور شاہزادگی کا لفظ اون کے نام سے
محکوک ہوا۔ لیکن بادشاہ بیگم نے محبت کی وجہ سے اس مضمون کے سد باب مین اکثر نکتہ چینیان
کین اور مناجان کو اپنے پاس سے روانہ کیا۔

اشتہار در باب فریدون بخت عرف مناجان

اشتہار کی عبارت یہ ہی۔ چون جناب والدہ صاحبہ آن طفل معروف بہ مناجان را کہ موسوم بہ محمد مہدی
ولقب بہ فریدون بخت کردہ اند از قریب زمان تولد پروردہ و از بطن یک آسامی مشہور نمودہ اند و را منسوب
بہ فرزندی مادولت ساختہ بودند بارہا گفتہ شد کہ این معنی خلاف ناموس و نام و ننگ این دودمان
رفیع الشان موجب قباحت عظیم است و جناب علیین مآب اعلیحضرت خلد مکان طاب ثراہ و جعل الجنۃ
مثواہ نیز بعد تحقیقات و تفتیش تمام و دریافت حال واقعی ہرگز ثبوت این طفل را نسبت بخود قبول
نفرمودہ چنانچہ بر ہمہ ظاہر است کہ جناب ممدوحہ مشتہر نمودہ اند و ملقب بہ القاب مخصوصہ فرزندان شاہ
و حال آنکہ این طفل مجہول الحال را علاقہ با مادولت نسبت و تحقیق نمے گردد کہ جناب ممدوحہ این طفل را
چگونہ پیدا کردند احتمال قوی این است کہ نسلے کہ این طفل را از بطن ادمی گویند دیگر خواصان
بخانہ فضل علی حرامزادہ چنانچہ ثبت کردہ شد این امر مستورہ بارہا تنفیس غالباً از نطفہ فضل علی یا دیگر
بے قیدی از نطفہ دیگرے بہم رسانیدہ باشد این احتمال در صورتیست کہ این طفل از بطن آن زن
پیدا شدہ باشد الا چنانکہ مشہور است زن مذکور را کہ حاملہ بود در خانہ خود داشتہ بودند و ہرگاہ او وضع
حمل کرد تولد از بطن زن مذکور مشہور دادند بارہا بدولت بخدمت بیگم صاحبہ و ہم بجناب والد
ماجد خلد مکان گفتہ بودیم کہ این طفل اجنبی را با ثبوت عدم علاقہ نسبت بہ اعلیحضرت خلد مکان بہ ازنان
مبتذل نسبت این مجہول النسب بود و زیادہ از ہمہ اینکہ سن حضور در آن وقت کہ تکوین این طفل را بیگم صاحبہ
موصوفہ مشہور کردہ بودند بہ سن بلوغ نرسیدہ بود کہ احتمال ثبوت نسبت بحضور امکانے داشتہ باشد
و قباحت و شناعت این امور نہ چنان است کہ بر احدے مخفی باشد تا آنکہ از انجا بار یکبار اراکین سلطنت
و حشمت اشرف الامرا نواب گورنر جنرل صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ کہ حفظ و حراست این سلطنت حالاً و مآلاً
متعلق بذات بابرکات نواب ممدوح و والیان سرکار کمپنی انگریز بہادر است آگہی دادہ شد و این معنی
از رہ گذر یکتائی و حق پسندی و کفالت و حفاظت این ریاست مطبوع طبع و قیمتی نواب
معظم الیہ افتاد در جواب اطلاع از بطلان نسبت بنوت آن طفل و اذعان این معنی رقمی

فرمودند مگر چون این امر از عمدهٔ امور ریاست و آگاهی خلائق هم از این معنی اشد ضرور
لهذا برای اطلاع خاص و عام اشتهار از پیشگاه جاه و جلال صادر گردید تا جمله منتسبان
این دولت عظمی و عمائد و امرا و جمیع ملازمان سرکار والا و رعایا و برایا این طفل را از این دودمان
عالیشان اجنبی محض و مجهول النسب پندارند و کلمه بجهت نامبرده نسبت بحضور اقدس
واسطه بخاطر راه ندهند. فقط

حکیم مہدی علیخان کی جزرسی سے متوسلان سلطنت بلکہ خود بادشاہ کے دل میں کدورت پیدا ہو جانا

شہر لکھنؤ میں امرا کے ہاں شادیوں میں جو سابق سے رسم رنگین کا ہے مٹھائی اور میوے سے
بھر کر مزدوروں کے سر پر رکھکر دولہا کی طرف سے دولہن کے گھر برات کے وقت جاتے تھے
تو مزدور راستے میں اسقدر دست اندازیاں کرتے تھے کہ میوہ اور مٹھائی بہت سی نکل جاتی تھی
حکیم صاحب کو چونکہ ہر وقت کفایت و جزرسی مدنظر رہتی تھی انہوں نے مرزا حیدر فرزند نواب
محمد تقی خان کے بیاہ میں یہ جدید انتظام کیا کہ مٹھائی اور میوہ وغیرہ وزن ہوا کرے اور ٹوکروں پر
لدوا کر سرکاری متصدی عروس کے مکان تک پہنچائیں اور رکابی کونڈے کے مطلب یہ ان
کو دو نمایش ہوتی ہے مزدوروں کے سر پر حسب دستور جائیں - اور روشنی کے باب میں
تجویز کی کہ تیل مٹی کے برتنوں میں رکھکر جو چراغوں میں بھرتے ہیں روغن کے مٹی کے برتنوں میں جذب ہو کر
نقصان ہوتا ہے اسلئے شہر کے بازاروں سے چھوٹی بڑی لگن طلب کی جائیں - اسیطرح کارخانہ بادشاہی میں
بھی کفایت مدنظر تھی - خاص بادشاہ کے لباس میں گلبدن کا تھان چالیس پچاس روپیہ کی قیمت سے
کم صرف نہوتا تھا حکیم صاحب کی طرف سے دس پندرہ روپیہ کی قیمت سے زیادہ کے تھان کی اجازت
نہ تھی - اور پارچہ جو دلی کے رومال جسکی قیمت دو تین روپے گز سے کم نہوتی تھی موقوف ہو کر چار آنے
کے رومال جو ایک روپیہ کا کئی گز بکتا تھا بادشاہ کے لئے بننے لگے - دستور تھا کہ جو پوشاک
بادشاہ ایک بار پہن لیتے تو وہ بدن سے اوتر کر انعام میں دیدیجاتی تھی - حکیم صاحب نے یہ رسم
ترک کرکے یہ حکم دیا کہ جب تک بادشاہ کی پوشاک دو تین بار دھل کر کام کی نہ رہے توشہ خانہ شاہی
سے جدا ہوا کرے - ایکبار بادشاہ نے حکم دیا کہ پانچ جوڑے طلائی کنگنوں کے فراشی خواصوں کے

لیئے تیار ہون حکیم صاحب نے نقرئی جواکر اونپر طلائی ملمع کراکے اونپر جہوٹے نگینے جڑوا دیے
اور بادشاہ کی محلات کی خواصون اور لونڈیون کے لئے جو دوپٹے بادلے اور تمامی وغیرہ کے قیمتی
تیار ہوتے تھے وہ حکیم صاحب کی تجویز سے جہوٹے گوٹے اور بادلے سے تیار ہونے لگے اور انکے
خرچ مین یہ تخفیف کی کہ اس صرف کی رقم دو ثلث گہٹا دی اور جواہرات اور قیمتی کی خریداری موقوف
کردی حکیم صاحب اکثر علانیہ یہ کہا کرتے تھے کہ بادشاہ سلامت چاہتے ہین کہ گہر اتنا برباد کرین اور مین
یہ چاہتا ہون کہ اسطرح انتظام کرون کہ زر نقد خزانے مین جمع ہو حکیم صاحب کی یہ جزرسیان بادشاہ
کی طبیعت کو ناگوار تہین اور ارباب سلطنت مسرت پسند تھے پس ایسے [illegible]
اور سلطان دربار مین کب ہوسکتا رفتہ رفتہ محلات بادشاہی کی زبان شکایت ہوا ہوئی اور عداوت
کی صورت پیدا ہونے لگی معتمد الدولہ بھی آفت روزگار تہے اونہون نے ایک ایسی تدبیر نکالی
جو اونکے فائدہ سے خالی نہین جانا کہ تمام معاملات ملک کو ستاجری کی صورت پر کردین چنانچہ
یہ بات قرار دی کہ نواب سعادت علیخان کے عہد مین سرکار کمپنی کو ملک کاٹ دینے کے بعد ایک
کروڑ تیس لکہ روپیہ کا ملک سواے سائر اور [illegible] کے باقی تہا یہ جمع اصلی قرار دیکر چون لاکہ
روپیہ سالانہ سپاہ سلطنت اور عاملون اور عملہ محالات کا خرچ مجرا دیکر اکاسی لاکہ روپیہ سالانہ
مصارف محالات اور کارخانہ سلطنت کیلئے مقرر کیا اور دوسرے سال سے اضافہ پانچ لاکہ
روپیہ سال چار سال تک کیلئے قبول کیا اور اس سے آگے کو پانچ برس تک یہی آخر والی جمع یعنی
ایک کروڑ ایک لاکہ سالانہ مقرر کرکے بتولیت مہری اپنے پوتے محمد علی خان کی طرف سے اپنی
ضمانت کے ساتھ دفتر شاہی مین داخل کرکے پٹہ مہری نصیر الدین حیدر کا لکہوا کر صورت ستاجری
تمام ملک اور فوج کی قرار دی۔ مگر اس قسم کی مستاجری کو گورنر جنرل اور اونکی کونسل نے ناپسند کیا
اور یہ حکم دیا کہ ضابطہ قدیم کے خلاف تمام ملک کی ستاجری ایک آدمی پر قرار نہین پا سکتی حکیم
صاحب کا رنگ حکمت نہ جما ہاتھ ملکر رہگئے

حکیم مہدی علیخان کی معزولی ہونا اور اسکی وجوہ و دلائل

ارکان سلطنت و اہل محلات کا حکیم صاحب کے اختلاف و جزرسیون کی وجہ سے ناخوش ہونا

مستفاد از تاریخ [illegible]

دم تھا اونھون سے انکے کامون مین خلل اندازیان شروع کین اور بادشاہ کے کان حکیم صاحب
کیطرف سے ایسے بھرے کہ وہ بیزار ہوگئے اور اونکے عزل کی فکر کرنے لگے تاج الدین حسین
خان بھی حکیم صاحب کی طرف سے مکدر تھے انھون نے اون کا عزل وزارت اپنی سرفرازی
اور ترقی کا باعث سمجھ کر بادشاہ سے عرض کیا کہ جو کچھ حضور کے مزاج مین آئے بلا تامل عمل فرمائیے
مین صاحب رزیڈنٹ سے اوس کا سند و لبستہ کرلونگا اندیشے کا مقام نہین ہے بادشاہ نے
خوش ہوکر بختاور سنگھ کو حکیم مہدی علی خان کے نظربند کرلینے کا حکم دیا ابھی تک منتظم الدولہ
فتح گڑھی کوٹھی مین قیام پذیر تھے ۔ وفعۃً بپھرے جاکر کھڑے ہوگئے اور ۷ ربیع الاول ۱۲۴۸
ہجری مطابق ماہ اگست ۱۸۳۲ء کو معزول ہوئے اب حکیم صاحب کی حکمت ساری ہوگئی ۔
کوئی علاج اس دردکی سے ہوسکا آخر مرزا حیدر کے ذریعے سے جو کہ سمدھیانے کا تانہ رشتہ
قایم ہوا تھا صاحب رزیڈنٹ کو اپنا مددگار بنایا لیکن بادشاہ نے رزیڈنٹ کے سوال کے
جواب مین منتظم الدولہ کی لمبی چوڑی شکایت کی اور کہا کہ منتظم الدولہ ہمارے مقرر کئے ہوئے
تھے نہ آپ کے چنانچہ دوسرے جو اس عہدہ پر مقرر کئے تھے ایک اونکا پہلا وعدہ یہ کیا تھا کہ لاکرون
کی جسقدر تنخواہیں چڑھی ہوئی ہین وہ اپنے پاس سے چکاکر پھر بتدریج خزانہ شاہی سے وصول
کرلونگا مگر اونھون نے برخلاف اپنے وعدے کے جسقدر روپیا روپیہ خزانہ عامرہ سے لیا ۔
اور وہ بھی تمام و کمال تقسیم نہین کیا اور اپنی خوش انتظامی کو سرکاری میں بہت شہرت دی ۔
دوسرے جو روپیہ معتمد الدولہ آغا میر کے ذمے باقی تھا اوس کے وصول کرنے کی ذمہ داری
اپنی ذات پر لی تھی معتمد الدولہ کانپور کو چلے گئے اور وہ روپیہ اونپر باقی رکھا ۔ تیسرے
انکی صفائی کی یہ کیفیت ہے کہ علاوہ اوس مشاہرے کے جو معتمد الدولہ اور اعتماد الدولہ پاتے
تھے ہر سیکڑے پر پانچ روپیہ آمدنی مال لیتے ہے اور اسی قدر تنخواہ ملازمان مین سے جسکا
حساب لاکھون تک پہنچتا ہے رسوم کے نام سے لیتے ہین اور دیانت کا یہ حال ہے کہ خود تو
رشوت لیتے نہین مگر احمد علی خان اور ابو طالب خان و سید محمد خان وغیرہ اپنے لواحقین لواحقین کا
چہرہ دست کردیا ہے کہ اونھون نے لاکھون روپئے رشوت مین اہل شہر سے لئے اور منتظم الدولہ
ہمیشہ دیکھتے اور کچھ نہ کہتے ۔ چوتھے ہمارے مصارف مین اسقدر جزرسی کی کہ ہم سو روپئے کے
کسی کو انعام کے طور پر دینا چاہتے تو پانچ روپئے اوسکو دیکر ہمکو بدنام کرتے ۔ پانچوین ہمارے شہر کو
اپنی جہانبانی سے نامطمئن کیا ۔ اور ہمارے معاملات امور ملکی مین بیجا ترقی کی نگاہ سے

سبکفی تھے اور اونکی آبرو کا پاس نہیں کرتے تھے - پس ذکر بہت سے آفات سے محفوظ ہو سکے
اس مقدمے میں گورنر جنرل کی اطلاع کے بغیر جو زیادہ اصرار نامناسب تھا رزیڈنٹ نے اسی بات پر
کفایت کی کہ ہم کو حکیم صاحب کے عزل و نصب سے کسی طرح سروکار نہیں - مگر اونکی عزت و حرمت کی بابت آپکو
نظر دوراندیشی ملحوظ خاطر عالی رہے - آئندہ جو کچھ تجویز فرماکر تحریر کیا جاوے اوسکے مطابق گورنر جنرل
کو اطلاع دیجاوے - تاج الدین حسین خان اس مقدمہ میں تھے وزارت میں ہاتھ لگنے کی - مگر یہ دولت
روشن الدولہ کو نصیب ہوئی - اور سبحان علی خاں شریک مشورہ قرار دیے گئے اور عہدہ سفارت
رزیڈنسی تاج الدین حسین خان سے متعلق رہا ۱۲۴۸ ہجری میں جو خط حکیم مہدی علی خان کی معزولی
کے باب میں لکھکر گورنر جنرل کے ملاحظہ کیلئے رزیڈنٹ کے پاس بھیجا اوسکا ترجمہ یہ ہے -

ترجمہ خط نصیر الدین حیدر دربار معزولی منتظم الدولہ

آپنے جو کچھ گفتگو منتظم الدولہ کی معزولی کے باب میں مکرر حضور کے ساتھ کی اوس میں شبہہ نہیں کہ اوسکا منشاء
صرف محبت و نیک اندیشی اس سرکار کے حق میں تھی - لیکن آپ کو حقیقت حال سے آگہی نہیں ہے
اور حضور کو ان امور میں سے اکثر کے بیان کرنے سے حجاب آتا ہے اور نہیں چاہتے کہ زبان پر اونکا
ذکر آوے - لیکن اب بضرورت مفصل لکھا جاتا ہے -

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو ہمنے فرخ آباد سے محض اس وجہ سے بلایا تھا کہ اس ریاست کے ساتھ
اوس کے تعلقات قدیم سے چلے آتے ہیں - اور مشار الیہ نے فقط اس سرکار سے ثروت و ترقی پائی ہے
اور ادنی درجہ سے مرتبہ اعلی کو پہنچا ہے - اور قلمرو سرکار کمپنی میں بطور خوش باشوں کے سکونت
اختیار کر لینے کے سوا اور کسی قسم کا اوس سرکار سے توسل اور استحقاق نہیں رکھتا اور یہاں بھی بغیر توسط
مشمول سرکار کمپنی کے آیا ہے - ہمنے اسکی قدامت پر خیال کر کے وزارت کے عہدہ پر سرفراز فرمایا اور ہر طرح کی
مہربانی اوس کے حق میں مرعی رکھی - اور مختار کل کر دیا - جسکا حال تمام خلائق پر ظاہر ہے لیکن بقدر
اسکے فساد و طینت کا حال زبان زد خلائق تھا اور جو کچھ صاحبان رزیڈنٹ سابق مثل کرنل کالنس صاحب
بہادر اور کرنل جان بیلی صاحب بہادر دفتر رزیڈنسی کے جبا میں اسکی نسبت لکھ گئے ہیں اوس کا حال
ابتدا میں حضور کو بالکل معلوم نہ تھا - یہ شخص ابتدا سے ریاست پر تسلط کی فکر میں تھا اور چاہتا تھا کہ
کسی طور سے حضور کو بے اختیار کر دے - چنانچہ اسی خیال سے حضور کی طرف سے ایک عہدنامہ
اٹھارہ جمادی الاول ۱۲۴۳ ہجری کو لکھا کر اوس کے ذریعہ سے گویا کمپنی کی حمایت میں لکھا ہو تاکہ حضور کو

اوسکی معزولی کے باب مین کسی طرحکا اختیار باقی نرہے - لیکن نواب گورنرجنرل بہادر بالقابہ کی شفقت
والطاف کا بیان نہین ہوسکتا کہ اونھون نے اوس کے ارادے کو سمجھ کر اوس کے منصوبے مین اپنے
آپکو شریک نہ فرمایا اور یادداشت شرح ملاقات بیس جنوری ۱۸۳۸ع دستخطی ریزیڈنٹ صاحب بہادر سکتری
خاص مین یہ عبارت مندرج فرمائی لیکن باسوری بہادر موصوف باین عہد والا بفضل ذات سعودۃ الصفات
مقصود ست نہ اینجانب را نوشتے در آن شراکت و مداخلت بود بلکہ ہمہ اوشمول آن کنندہ حق گردیم
ونہ ازخود بعطائے خلعت فاخرہ بہ تقریب سرفرازی اوشان پرداختیم ونہ عطائے آن روپیہ کہ
اینجانب ازان سامی مکان قبول کردیم ہستے - اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ ۲۵ صفر ۱۲۵۴ ہجری کو ایک
خط مین حضور کی طرف سے مسٹر ماک (نگٹن) صاحب بہادر کے نام عبارت ناملایم لکھکر بھیجی جس سے
صاحب موصوف نہایت رنجیدہ خاطر اور غصے ہوئے اور پھر اوس کے لکھنے کی تہمت الٹکر [illegible]
کے سر پر رکھی اور کہا کہ میری اطلاع اور آگاہی کے بغیر انھون نے اپنی طرف سے ایسا لکھدیا ہے
اور تمام گلے کو معطل کردیا - حالانکہ اونکا صرف صاف کرنا تھا اس سے زیادہ اونکو کچھ مداخلت
نہ تھی جو کچھ یہ چاہتا تھا وہ لکھواکر جاری کرادیتا تھا اور آپ کے دلمین یہ بات ہرگز نہین آنا چاہیے
کہ حضور کی طرف سے ایسا اختیار اس شخص کو کیون دیا گیا اسلیئے کہ اولاً یہ امر کچھ حضور ہی پر موقوف
نہین سوائے اون سلاطین کے جو بذات بادشاہ ہوتے ہین ایسے بادشاہ کہ جو باپ دادے سے وراثت
مین سلطنت پاتے ہین اور پوترون کے امیر ہوتے ہین کا موقع تجربہ کمتر ہوتا ہے وہ ہمیشہ
لفظ بلفظ کاغذات کے طومار کو دیکھنا اور اوس کے حسن و قبح کو جانچنا بادشاہان ہندوستان کا کام کب رہا ہے
[illegible] جس کسی کو اپنا محرم حال اور خیرخواہ حضور کے مدار المہام اور معتمد سلطنت کا بنایا
جاتا ہے تو ہمیشہ ضرور اعتماد کرنا پڑتا ہے - اور اوسکی طرف سے یہ اطمینان رہتا ہے کہ وہ دولت خواہی
کے خلاف نہ کریگا - چنانچہ اگلے وقتون مین اکثر سلاطین اولوالعزم معین نا خواندہ گذرے ہین لیکن
وہ کس طرح تحریر کے نیک و بد کا امتحان اپنے ذمے کرسکتے تھے - اور مدار المہام اور دیگر کار گذار پر اعتماد
اور بھروسہ کرنے کے سوا کیا چارہ تھا - خلاصہ یہ ہے کہ اس شخص نے تسلط اور رسوخ سے بیہودہ کام
کیا ہے کہ ابتدائے ابوالبشر آدم سے آجتک کار گذارون مین سے کسی نے ہرگز نہین کیا ہے یعنی
تمام ملک کا اجارہ اپنے نام پر تجویز کرکے بطریقہ اور حیلہ سازی کے اپنی طرف سے ایک عبارت
اختراع کرکے ایک مراسلہ غرہ ربیع الاول ۱۲۵۴ ہجری کو حضور کی جانب سے لکھواکر اوس کی
نقل اوس مراسلے کے ساتھ نواب گورنر جنرل کی اطلاع کے لیئے قائمقام صاحب ریذیڈنٹ کے

پاس بھیجی اور مطابق اوس کے نواب گورنر جنرل کے نام ایک محبت نامہ لکھوا کر اپنے پاس رکھ چھوڑے
تھے جنکا جواب واپس نہین کیا طرفہ کام کئے ہین کہ کسی نے بھی کانون سے نہ سُنے ہونگے **اول**
تمام ملک کی جمع جو قطع نظر حصول خام کے ایک کروڑ پینتیس ۳۵ لاکھ تھی وقت تفویض ملک مفوضہ کے
اس مہاجن کے حصے مین سرکاری کل اکاسی لاکھ روپیہ جمع اصل و اضافہ قرار دی اور آئندہ چار سال تک ہر سال
پانچ پانچ لاکھ روپئے کا اضافہ لکھا پھر اسی پر آگے کو پانچ برس تک جمع مساوی رکھی اور اس طرح دس برس کے
لئے تمام ملک اپنے اجارے مین مقرر کر لیا پس ظاہر ہے کہ ہر سال لاکھون روپئے جمع عین المال سرکار
مین سے اپنے اور لڑکون کے لئے باقی رکھے **دوسرے** نہایت جوش تسلط مین آکر عبارت پٹہ
مین سرکار کی طرف سے یہ اقرار مندرج کیا کہ اگر نائب مذکور مر جاوے تو اوس کا وارث بسبیل اس تحریر کے ملک
کا مالک ہوگا سبحان اللہ کیا دور اندیشیان ہین کہ اپنی موت کے بعد بھی حضور کی بے اختیاری اور
اپنے وارث کا تسلط ملحوظ رہا گویا اس ملک کو اپنی ملکیت موروثی سمجھ لیا تھا **تیسرے**
عجیب جعل و فریب کیا کہ پچاس لاکھ روپئے خزانہ قدیم سے تنخواہداران باقی کو دینے کے نام سے لئے
اور پھر نہایت دروغ اور کذب کی راہ سے یہ لکھوا دیا کہ یہ روپیہ اپنے پاس سے سرانجام کر کے سرکاری جمع مین
لایا ہون۔ اور پھر اسقدر روپیون کو بشرط قبولیت کی تحریر ہی مجرا لیا جس سے ایک طرف تو ملک اوسکی
ملکیت ہو جاتا اور دوسری طرف اتنا بڑا قرض اوسکا بے سبب سرکار کے ذمے ہو جاتا اور آپ اوس بات
کو یقین جانئے کہ حضور کو اوس کے جعل و فریب کی اطلاع ہرگز نہ تھی حضور سے اوس نے یہ کہا تھا کہ نائبان
دولت کمپنی کی صلاح مرضی یہ ہے کہ اس ملک پر اپنا قبضہ کر لین پس یہ تدبیر سوچی ہے کہ اپنی ذمہ داری
دس برس تک کے لئے ظاہر کرو تاکہ ارکان سلطنت کمپنی کو اس عذر کی وجہ سے تصرف اور قبضے کا موقع
نہ ملے۔ اگرچہ اس بات کا حضور کے دل نے باور نہ کیا لیکن چونکہ عنان اختیار اوس کے ہاتھ مین سپرد کی تھی
چپکے سکوت کیا۔ مگر کیا شکر نواب گورنر جنرل کی لطف و عنایت کا ادا کیا جائے کہ جب صاحب قائم
مقام کی تحریر کے ذریعے سے اس امر کی اطلاع ملی تو یکتا دلی اور اتحاد دوستانہ کے پاس لحاظ سے اس بات کو قبول
نہ فرمایا اور ۱۰ جون ۱۸۳۲ع کو جیسا کہ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کے خط مورخہ ۱۵ محرم ۱۲۴۸ ہجری
سے مستفاد ہوتا ہے اس ٹھیکہ کی نامنظوری کا ایک مراسلہ ساتھ تحریر فرمائی جس کے بعض فقرات یہ ہین
کہ القاب حضور کہ شاہ زادہ مقبول شدہ تا وقتیکہ با این خطاب مخاطب شوند خود را از وجوہات و مستلزمات
آن بری نتوانند کرد معلوم باید کہ بجانب اطلاع ساز زر کہ سرکار کمپنی انگریز بہادر گاہے پٹہ اجارہ و قبولیت دیگر
[illegible] شدہ است منظور و مقبول نخواہد فرمود پس گویا از سر نو اونھون نے یہ لکھا

حضور کو دیا ورنہ اگر یہ امر قبول فرما لیتے تو چونکہ تحریر حضور کی مہری تھی حضور کو انکار کی کیا گنجایش
ہوتی اور درحقیقت سلطنت اسقدر مدت کے لیے ہاتھ سے نکل جاتی۔ خلاصہ کلام یہ ہے
کہ یا فعل جو حضور کو اوسکی طرف سے تنفر اور رنجیدگی پیدا ہو کر اوس کے عزل پر نوبت پہونچی اوسکے
یہی باعث ہیں (۱) ہمیشہ نئے قصے کو تازہ کر کے حضور سے از سر نو درخواست کی کہ اوسی تنخواہ اور اوسی [illegible]
ہر چند تاک ایک مجھکو نہ دیا جاویگا مجھ سے ملک کا انتظام نہیں ہو سکیگا۔ اور اپنی اس درخواست
کی قبولیت پر حضور کو آمادہ ہونے کے لیے مجبور کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اب اہالیان سرکار کمپنی سے اجازت
نہ مانگی جاویگی اور جب اس بارہ میں حضور کی طرف سے دیر ہوتی تھی اوتنا ہی زیادہ اصرار کرتا
اور پریشان بناتا تھا اور منع کرنے پر بھی نہیں مانتا تھا اور کوئی دن ایسا خالی نہیں جاتا کہ اس امر کا
ذکر نہ ہو اور اس گفتگو سے روح کو صدمہ نہ پہنچتا ہو آپ غور فرماویں کہ اگر فقط یہی امر ہوتا اور دوسرے
تقصیرات اوس سے سرزد نہوتے تو کیا یہ قصور اوسکو معزول کرنے کے لیے کافی نہ تھا اور اوسکی معزولی
کے بغیر کیا کیا جاتا (۲) ایک عجیب و غریب مسودہ اسنے رسوم کی بابت نامبردہ نے وزارت میں
پیش کر کے حضور سے لکھوا لیا جسکی نقل اسکے ساتھ ہے کسی عہدے کے رسوم کو کسی شخص نے
کبھی عالم میں نسلاً بعد نسل نہیں سنا ہے۔ پھر اس پر بھی یہ تسلط اور اقتدار کا ارادہ کونسا ہوگا اور یہ ذکر کیونکر کہ
مداخل و مخارج ملک پر کمیشن دس روپیہ فیصدی ہوتا ہے اس ملک کی آمدنی سے حق وزارت قرار دیا
اس معاملے میں بھی نواب گورنر جنرل کا احسان کہانتک بیان کیا جاوے کہ خارج سے منکر اس معاملے کی
نسبت اپنی کراہت تحریر کی جیسا کہ خط قائم مقام رزیڈنٹ بہادر سے جو ۲۳ محرم ۱۲۷۴ ہجری کا
لکھا ہوا تھا حضور کو واضح ہوا۔ اس شخص نے اس باب میں حیلے سے تامل کر کے صاحب قائم مقام
رزیڈنٹ بہادر کے سامنے اپنے لینے سے انکار کر دیا حالانکہ ہرگز دست بردار نہیں ہوا۔ اور اس میں
عجیب کام کیا ہے کہ تحریر رسوم میں بلفظ سوا مال سرکار لکھا ہوا ہے حالانکہ جو کچھ ممالک سے
وصول ہوتا ہے درحقیقت وہ مال سرکار ہے نہ آسمان سے برستا ہے اور نہ زمین سے اگتا ہے
ایسا ہی [illegible] کہتا تھا کہ رقم جدید باندھتا تھا۔ جن حالات میں کہ اس روپیہ کے وصول ہونے کی گنجایش
نہ دیکھی اوسنے علاقے کی جمع معین میں سے فیصدی پانچ روپیہ کے حساب سے مہیا کر کے اپنا رسوم قائم کیا
اور یہ جو ظاہر کیا ہے کہ میں نے سرکار کا فائدہ کیا ہے محض فریب ہے کہ آمدنی کا زر کثیر اوس کے تصرف میں ہے
اور جو کچھ خزانہ سرکار میں جمع ہوا وہ تمام اپنے نام پر جمع کیا۔ اور اوسکے بیان کا جھوٹ ثابت ہونے
کے لیے اس رسوم کی زبان کی عبارت جسکی نقل اسکے ساتھ بھیجی جاتی ہے کافی ہے۔ آخر [illegible]

کے نام پر جمع کرتا تو اس تحریر مین اپنا نام کیون لکھوادیا ہے اور اب تک سند اوسکی کس لیئے حرز جان سمجھ کر اپنے پاس رکھ چھوڑی ہی - اور یہ مختصر سی ریاست اسقدر گنجایش نہین رکھتی کہ کم و بیش پندرہ لاکھ روپیہ سالیانہ مداخل مخارج کے رسوم کی بابت علاوہ اوسکے اقربا اور عزیزون کے دریا ہے کے جو ایک لاکھ روپیئے سے متجاوز ہے اس شخص کو دیکر مدار المہامی پر بحال رکھی (۳) ایک ایسا غبن فاحش اور خیانت صریح کی ہے جو آجتک کسی اہلکار سابق و حال نے نہ کیا ہوگا اور وہ یہ ہی کہ بائیس لاکھ سترہ ہزار ۸ سو چونسٹھ روپئے نقد خزانے سے قرضہ کر کے علانیہ اپنے مکان کو بھیجے اور سرکاری دفتر مین نوٹ کی خریداری کے نام پر لکھوا دیا اور عند التحقیق معلوم ہوا کہ نوٹ ہرگز سرکار مین نہ پہنچا - اور اوس جواب سے کہ ان دنون استفسار کے وقت دیا ہے معلوم ہوا کہ خاص اوس کا تصرف ہے اور جبکہ مدار المہام سرکار ظاہر مین دیانت اور استغنا اور بے لوثی کا دعوے کرے اور حقیقت مین ایسا تغلب بے اندازہ کرتا ہو تو اوس کے باقی رکھنے مین بقاے خزانہ ناممکن ہے (۴) عوض مین اون تفضلات کے جو اوسپر ہماری طرف سے کیئے گئے کلمات سخت اور سست اس خاندان رفیع الشان کے اکثر منتسبین کے حق مین غائبانہ اور سرکار کے ملازمون کے روبرو کہے اور جن لوگون کے سامنے کہے تھے اونکی زبانی بتواتر ثبوت کو پہنچے جن لوگون نے وہ الفاظ سنے ہین وہ حلف کے ساتھ گواہی دینے کو موجود ہین - یہ بھی ایکبار نامبردہ حیا و شرم کا پردہ اوٹھا کر بالمشافہ حضور کو بے محابا ایسے کلمات کہتا ہے کہ اون مین سے بہت ہی کم آپ سے خلوت مین کہے گئے تھے - اور ظاہر ہے کہ ایسے کلمات محتاج اور غریب آدمی کی بھی غیرت اپنے ہمسر سے سننا گوارا نہین کر سکتی نہ کہ ولی نعمت بلکہ والی ملک اور فرمانروا اونکی برداشت کرے اگر اوسکی پیرانہ سالی اور اس سرکار مین عزت پائی ہوئی اور حضور کی مروت جبلی مانع نہوتی تو جیسے ہی کہ اسطرح کے کلمات اوسکے منہ سے نکلے تھے اوسکو سزا دیجاتی - لیکن اوسوقت سے پھر کبھی اس شخص کی صورت کا دیکھنا حضور کو گوارا نہین ہوا ہے چہ جائیکہ اوسکی حکمرانی تمام برا اور حضور کے ساتھ شریک صحبت رہنا اور مجالست گوارا ہو اور اگر آپ کو اس سے تعجب پیدا ہو کہ اس شخص نے کسطرح ایسے خطرناک اور ناسستحق کام کا اقدام کیا ہوگا - تو جو کچھ اوس نے بعض خطوط کے ذریعہ سے حضرت خلد مکان (شاہ زمن) کے حق مین طعن و تشنیع کے الفاظ لکھے تھے یعنی وہ اس جرم کے صدور پر دلیل کافی ہین اپنے دفتر سے نکلوا کر دیکھ لین - پھر اوسکی اس عبارت کی نسبت تعجب نہ ہوگا (۵) اس قدر مسلم ہے کہ جو کوئی کسی ریاست کا مدار المہام ہوتا ہے وہ اپنے متوسلین کو عہدے

اور خدمات دیتا ہے اور اونکی پرورش کرتا ہے لیکن چونکہ رؤسا کی سرکار عموماً خلق کی پرورش کے لئے ہوتی ہے اسلئے دوسرے آدمیونکو بالکل محروم نہین کیا جاتا۔ مگر اس شخص نے ہر اوسلے واسطے خدمت پر صرف اپنے متوسلین کو مقرر کیا تھا لیکن کہ اس بات کا بھی روادار نہوا کہ قدیمی نائی بھی اپنی خدمت پر بحال رہین اونکو بڑے اصرار کے ساتھ حضور کی خدمت سے موقوف کرا کے اپنے حجام کو مقرر کیا۔ اور ظاہر ہے کہ اسطرح جو کوئی کسی پر احاطہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ ایک قسم کی قید معنوی ہے۔ (۶) جو امر کہ موجب کمال نفرت حضور کا مشار الیہ سے ہوا ہے وہ یہ ہے کہ گو کار گذار مختار ہوتا ہے۔ مگر حدود اور قصاص اور تعزیر کو قدیم الایام سے آج کے دن تک کسی اہلکار نے بغیر حکم والی ملک کے کبھی جاری نہین کیا ہے ایسے امور کے لئے اول شرع کا حکم چاہئے۔ بعدہ والی ملک سے اجازت لینا چاہئے اور یہ بھی ظاہر کہ کسی کو تشہیر کرنا اور کسی کا منہ کالا کرنا اور گدہے پر چڑھانا خاصکر کسی شریف آدمی کے ساتھ ایسا کرنا قتل کرنے سے بڑھکر ہے اس شخص کی مدارالمہامی کے عہد مین کہ بالطبع ظالم ہے یہ سزائین ایسی سہل ہوگئین کہ نقد آدمیون کو خفیف سے قصور پر تشہیر کرتا اونکا منہ کالا کرتا گدہے پر چڑھاتا حضور کی طرف سے ایسی سزاون کی اجازت ملنا اک طرف حضور پر اوس کا واقع ہونا نہایت شاق تھا کئی بار اوسکو منع کیا گیا یہی جواب دیتا تھا کہ اگر یہ سے ناتہ سے کام لینا منظور ہے تو حضور ذرا بھی مداخلت نکرین کمال ناگواری کے ساتھ سکوت کیا جاتا تھا۔ چنانچہ گنگا دینا سقمدی کہ صرف اس قصور پر کہ اوس نے بطرف سرکار سے کو بحال آدمیونکی فہرست مین لکھوایا تھا جسکو ہرگز جعل نہین قرار دیا جاسکتا منہ کالا کرا کے گدہے پر چڑھوایا اور تمام شہر مین تشہیر کرایا چنانچہ کسی شخص نے آپ سے بھی اسبات کی شکایت کی تھی اور آپ نے ہمسے بھی استفسار کیا تھا۔ افسوس اوسکی بھیجی ہوئی روبکاری کو بغور نہین دیکھا جس سے ثابت ہو جاتا کہ اس شخص نے ایک بے گناہ آدمی پر ایسا سخت جبر و ظلم کیا اور جس ظلم کا اوس نے عدل نام رکھا تھا اگر اوس کا برتاؤ تمام آدمیون کے ساتھ یکسان روا رکھتا۔ حالانکہ اپنے متوسلین کے بڑے بڑے قصورات پر درگذر کرجاتا تھا۔ دیانند جو اوس کا نوکر رکھا ہوا تھا اور اوسکو تحصیل گری کا کلیۃً مالک کر دیا تھا اور اوس نے ایسا کام کیا تھا کہ ابتدا سے عالم کسی نے ایسا کام نہ کیا ہوگا یعنی قریب چار ہزار کے پیادہ و سوار غیر ملازم کی تنخواہ تغلب کے ساتھ سرکار سے دلوایا کرتا تھا۔ اوسکو ایک دن بھی اپنے سامنے بلا کر ایک بات بھی

تھی - اور اوس نے ایسی بڑی خیانت کی بازپرس نہ کی بلکہ دیانہ ہان کے اقربا بدستور بخشی گری پر
ملازم ہیں اور اوس کا داماد آجتک داروغہ اخبار کے عہدے پر مقرر و بحال ہے - اسی طرح سابق کے
عاملوں میں سے جو کوئی اوس سے توسل رکھتا تھا جیسے برہم ہن خیرآباد کا عامل معزول کہ
کے لاکھوں روپیہ کا باقیدار ہی اوسکو اپنا مقرب و مصاحب بنا یا تھا اور جن کے ساتھ اوسکو
عناد تھا اونکو بے جرم جیتک کے برسوں تک تنگ نہ کیا (۷) اوس سے بھی زیادہ مکروہ یہ ہے کہ منا لال
ایک لائق اور ذی عزت آدمی بعض گجراتی کا سپردار تھا اور یہ شخص عن طبیعت سے بھی کسیقدر مناسبت
رکھتا تھا اسنے ایک چوڑی فروش کے اس گمان سے کہ چوری کا مال اوس کے گہر میں ہے اور چوری میں
شریک ہے چند کوڑے لگوائے تھے مشار الیہ نے اوس چوڑی فروش کی شکایت پر منا لال کو اول
ننگا اور سر برہنہ کرا کے اوس چوڑی فروش کے ہاتھ سے اوسکی کمر اور پیٹھ پر کوڑے لگوائے کہ کئی
چوٹیں ادھڑ گئے اور پھر اس پر بھی اکتفا نہ کر کے اوس کو اسطرح تشہیر کرایا کہ اس شہر عظیم کے
ہر چبوترے کے سامنے لیجا کر کوڑے مارتے تھے تعجب اس بات کا ہے کہ وہ مر نہ گیا - غور کا مقام ہے
کہ اگر منا لال کے ہاتھ سے چوڑی فروش پر ظلم ہی ہو گیا تھا تب بھی ایسے افسر کی سزا صاحبان انگریز
بہادر کی عدالت میں بھی جو انصاف و عدالت کے لئے ضرب المثل ہے ایک بازاری شخص کے مقابلہ میں
بجز جرمانہ یا قید چند روزہ کے نہوتی - پس اگر ایسے ظالم کو خلق اللہ کے سر پر سالار کہا جاتا تو احکم
الحاکمین کے دربار میں محکمہ جزا میں کیا جواب دیا جاتا (۸) یہ شخص بالطبع جعل کے ساتھ رغبت رکھتا
چنانچہ اوس کے بعض کاموں سے اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر پر مخفی نہوگا - منجملہ انکے ایک یہ ہے
کہ شمس الدولہ بہادر مغفور کی طرف سے ایک وصیت نامہ بنا کر بذریعہ پیام محررہ ۲۶ ربیع الاول ۱۲۶۳
ہجری کے ساتھ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کو بھیجا اور آخر کار جناب صاحب رزیڈنٹ بہادر موصوف
کے جواب سے جو آپکے بذریعہ پیام مرقومہ ۶ جمادی الاخری ۱۲۶۳ ہجری کے ذریعے آیا عاجز ہو گیا
اور اصلا جواب اوس کا سرانجام نہو سکا - اور جبکہ مدار المہام نہایت جعلساز ہو اور ایسے کام میں
اوسکی ذات کے لئے کچھ بھی فائدہ نہیں جعل کیا کہ کوئی کام اس سے زیادہ ضیع ناپسندیدہ نہیں
اپنی ذات کے لیے ضرورت واقع ہو تو خدا جانے جعل کر کے رئیس اور ریاست کو کیا کچھ مضرت پہنچا
پس ایسے مدار المہام سے محفوظ رہنا کیونکر ہو سکتا ہے (۹) ایک ایسا امر ہے کہ اوسکے تصور سے
بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ ایسے کام کا عمل کرنا اسی شخص کا کام ہے دوسرے
کا کام نہیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ معظم الیہ حضور سے درخواست کرتا تھا کہ مجھکو ناظم الملک سپہدار

جنگ خطاب دینا چاہیے اوس کو جواب دیا گیا کہ ناظم الملک عبدالمجید کا خطاب ہی اور تم کو اونہیں نے
ادنے مرتبے سے اسقدر مرتبے کو پہنچایا ہے بس یہ بے ادبی ہی یہ خطاب ہمکو دینا اور تمکو اوس کا لینا
زیبا نہیں کیونکہ خلق مین تمہاری رسوائی کا موجب ہوگا اور سپہدار جنگ آجکل عمومی نصیر الدولہ بہادر کا
خطاب ہے اور ابتدای عالم سے کبھی ایسا نہین ہوا کہ ایک سرکار سے دو آدمی اپنی زندگی مین ایک خطاب
کے ساتھ مخاطب کیئے گئے ہون چونکہ اوسکی عادت یہ ہے کہ جب کوئی بات کہتا اوس سے پھیر
پھرتا نہین ہمارا عذر نہ سنا۔ اور اپنی مہر نئی اس خطاب کے ساتھ کہدوائی اور سبب اس خطاب
کے طلب کرنے کا دوسرا تھا جو بیان آئندہ سے واضح ہوگا جو کہ حضور کو اس خطاب سے خلجان
عظیم تھا تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ شخص جب اس قلمرو سے فرخ آباد کو چلا گیا تھا تو شرم وحیا کا پردہ
اوٹھا کر محمد اکبر بادشاہ دہلی سے یہ دو لفظ اپنے خطاب مین لیکر مہرت سے مہر کہدوالی تھی یہان پہنچکر اس
کے اخفا کے لیے کہ حضرت آرامگاہ (نواب سعادت علیخان) کا خطاب منتقل ہوا ہے۔ یہ کیا
کہ اوس زمانے مین مارکوئس آف ہسٹنگز صاحب بہادر بالقابہ راہ مین تھے اور الہ آباد تک پہنچ گئے تھے
موصی الیہ نے درخواست کی کہ حضرت خلد مکان (غازی الدین حیدر) کی طرف سے ایک خط گورنر
جنرل کے نام اوس کے بھیجنے کی بابت اوس کے حوالے کیا جاوے۔ مگر کرنیل جان بیلی صاحب بہادر
اوسکے فساد پر متوہم تھے اوس کا جانا موقوف کرادیا۔ اور جو خط اوس کے حوالے کیا گیا تھا وہ سترد ہوگیا
مگر اوس کے دماغ مین جو ہوا بھری ہوئی تھی اپنی شہرت دہندگی کے لیے اوسی مضمون کا ایک جعلی خط
لکھوایا۔ اور اوس مین اپنی مدح اور بلند رتبگی کے الفاظ درج کرائے۔ اور حضرت خلد مکان کی جعلی
مہر بھی لگانے پر جرأت کی۔ اور اوس خط کو اکثر صاحبان انگریز بہادر کو دکہایا کرتا تھا۔ اور اسی پر اکتفا نکرکے
شہر فرخ آباد کی رجسٹری مین بھی اوسکی نقل داخل کرادی۔ اور مصداق اس قول کے کہ دروغ گو
را حافظہ نباشد یہانتک اپنے فخر و مباہات مین آیا کہ جہان اوسکا نام درج تھا لفظ ناظم الملک
سپہدار جنگ لکھوا دیا تھا اور یہ نہ سمجھا کہ اس سے زیادہ کونسا صریح جعل ہوگا۔ کیونکہ یہ ممکن
تھا کہ حضرت جنت مکان اپنا خطاب اپنی زندگی مین اوسکو دیدیتے اور نہ حضرت خلد مکان
اپنے باپ کے خطاب کو جن کو رحلت فرمائے ابھی کم و بیش دو ماہ کا عرصہ گذرا تھا اوسکو مرحمت
فرماسکتے تھے اور صدہا عرضیات اوسکی اس سرکار کے دفتر مین موجود ہین۔ اور رزیڈنسی کے دفتر مین
بھی قطعات کثیر ہین۔ بلکہ دار الحکومت کلکتہ کے دفتر انشا مین بھی ہونگے۔ یہی شمس الدولہ مہدی علیخان
بہادر اوسکی مہر مین کندہ ہے۔ علاوہ اسکے اگر پہلے سے یہ خطاب اوسکو حاصل ہوتا تو بعینہ

اسی خطاب کو اب حضور سے لینے کی کیا حاجت تھی پس صاف و صریح ثابت ہی کہ وہ خط جعلی ہے
اور اوس نے حضرت والد ماجد خلد مکان اور مارکوئس صاحب بہادر کو کاتب و مکتوب الیہ
قرار دیکر ایسے عظیم الشان فرمانروا اوپر جعل باندھا ہے - چنانچہ اتفاق سے خط مذکور کی نقل جو اوسکی
رسوائی اور تفضیح کا وثیقہ ہے صاحب رجسٹرار فرخ آباد کی دستخطی حضور میں پہنچی ہے جو لفافہ
ملفوف ہے پس اگر حضور کی جانب سے یہ دعوے کیا جاے تو اہالی سرکار کمپنی کو اس جعلساز کے
لئے سزا تجویز کرنا ہو ورنہ کم سے کم ایسے جعلساز آدمی سے حذر و پرہیز کرنا واجب ہوگا (۱۰) عمر رسیدہ
آدمی کی حرکات طفلانہ کے ذکر سے شرم آتی ہے - یہ شخص چار برس کی عمر کے ایک لڑکے کو
جو اسکے پوتے کا بیٹا ہے حضور میں لایا کرتا تھا اور ہم اوس پر مہربانی کرتے تھے یہانتک کہ اصرار
کے ساتھ کہنا شروع کیا کہ اس کو حضور اپنی فرزندی میں قبول فرمالیں تاکہ برکت کا موجب ہو -
اور ہمیشہ حضور کے پاس رہے - گو کہ یہ خواہش اوسکی بے معنی تھی - مگر اوسکی عرض کو قبول کیا -
اور اوس لڑکے کا رات دن حضور میں رہنا مقرر ہوا - اور اس شخص نے اوس لڑکے کے لئے سامان درست
کیا - اور ایک دن کہنے لگا کہ جبکہ یہ فرزندی کے نام کے ساتھ سرفراز ہوگیا ہے تو اس کے لئے
شاہزادگی کے مراسم مقرر ہو جانے چاہئیں - اس خیال کی بات کے سننے سے تنفر اور تردد پیدا ہوا اور محقق
ہوگیا کہ بے شبہ اس شخص نے اسطرح ریاست اپنے اور اپنی اولاد کے لئے حاصل کرنے کو بساط
بچھائی تھی اسلئے چند روز کے عرصے میں اوس لڑکے کا رہنا اور اوسکی طرف التفات بھی موقوف کردیا
لہٰذا یہ خیال آپ نے بھی سنا ہوگا اور آپ پر مخفی نہوگا کہ جو کچھ لکھا گیا ہے تو یہ مشار الیہ کی ایذا رسانی
کے لئے دے نہیں لکھا گیا ہے - بلکہ ہر ایک بات واقعی ہے اور اکثر باتوں کے
گواہ دونوں سرکاروں کے دفتر ہیں اور ان امورات کی سند کے لئے دفتروں کا غذات موجود ہیں
جن میں ہرگز اشتباہ کا محل نہیں ہی - اور ان تحریرات میں سے علیحدہ علیحدہ ہر ایک قصور مشار الیہ
کے عزل کے لئے کافی ہوا چاہتا ہے کہ یہ جملہ قصور جمع ہوا اور معہذا مومی الیہ کے قصورات
کا حصر اسی قدر میں نہیں ہی - بلکہ کلیات امور البتہ لکھے گئے ہیں اور جزئیات کو بیان نہیں کیا گیا -
لازما استدعا یہ ہی کہ نقل اس خط کی مع ترجمہ لفظاً بالفظ کے اطلاع کے لئے نواب گورنر جنرل کی
خدمت کثیر الافادت میں روانہ کریں - ۱۲ - ربیع الاول سنہ ۱۲۴۸ ہجری
جسوقت لارڈ بینٹنگ گورنر جنرل بہادر نے لوٹ کر اکبر آباد اور گوالیار میں داخل ہوے یہ خط رزیڈنٹ
نے اپنے ساتھ لیجا کر اونکو ملاحظہ کرایا اونہوں نے منظور فرما کر جو جواب تحریر کیا وہ سننے کے قابل ہے -

جواب خط از طرف گورنر جنرل بنام نصیر الدین حیدر بادشاہ اودہ

محبت نامہ الفت طراز معزولی مدار المہام سلطنت یعنی منتظم الدولہ بہادر کے باب مین وجوہ قویہ اور دلائل ساطعہ کے ساتھ موصول ہوکر مسرتون کا باعث ہوا اور اوس کے تمام مدارج کو نظر غور کے ساتھ دیکھا گیا۔ واقعی رائے صائب اوس عالی قدر کی نواب موصوف کے معزول کرنے کے باب مین بلحاظ ایسی حرکات ناملایم کے نہایت اچھی معلوم ہوئی دوستدار کو اس باب مین بسبب اتحاد قدیمی کے کوئی جائے گفتگو نہین۔ اپنی قلمرو مین جو کچھ بہتر جانین عمل مین لاوین مختار ہین۔ لیکن اوس سرکار کے کام مین تلون اور بے ثباتی ہونے کے خیال سے البتہ تاسف اور تحیر ہے۔ اور بعض وجوہ مندرجہ محبت نامہ پر حیرت ہے۔ وہ عالی قدر باوصف اسباب کے کہ ایسے آدمیونکی بدوضعی اور نمک حرامی کو چند آدمی اس مختاری کے عہد سے گذرے ہین جانتے ہین اور پھر بھی اونکو سلطنت کے کامون مین اقتدار کلی دیدیتے ہین اور منصوبے کے وقت ایسی مدح اور وصف جو اونکی شان کے لائق نہو لکھکر اصرار سے اجازت لیتے ہین اور پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد اوس شخص مختار کو کہ جس وصف کے ساتھ وہ متصف تھا اوس کے برعکس شمار کرکے اوسکی خرابی و بربادی مین کوشش کرتے ہین حالانکہ یہ باب داب سلطانی کے خلاف ہے بلکہ ایسی باتون سے بے انتظامی پیدا ہوتی ہے یہان سے تصور فرمانا چاہیے کہ اوس عالی قدر کے تخت سلطنت پر جلوس کرنیکے وقت سے نواب سعید الدولہ مرحوم اور میر افضل علی مرحوم تھے (جو باوجودیکہ ایسی نمک حرامی اور جعل سازیون سے بخلاف نواب معزول کے بری تھے) کیا کم رنج و ذلت اوٹھائی اور آخر کار اسی مخمصے مین فلک سے مل گئے اسیطرح منتظم الدولہ بہادر کا حال ایسا تھا کہ اس عالی قدر سے مخفی ہوکہ اب اوس سے لاعلمی بیان کرتے ہین اسلئے کہ قطع نظر اون تصورات کی ناواقفگی سے جو محبت نامے مین درج کئے ہین اخراج اوس کا اوس سرکار سے اوسکی بے اعتباری پر عین دلیل ہے پس اوسکی بے اعتمادی کے ثابت ہونے کی حالت مین اوسکو ملک پر مسلط کرنا اور اسقدر اختیار و اقتدار دینا خلاف عقل ہے اور جو اختیار کہ اوسکو حاصل تھا وہ محبت نامہ کے مضامین سے بخوبی ظاہر ہے کہ اوس نے شریف آدمیونکو تھوڑے سے قصور پر باوجود اوس عالی قدر کے منع کرنے اور معتمد الدولہ شرعی کے خلاف ہونے کے سزائے تشہیر و تشدید کے باب مین کیا کیا نہ کیا

اور اوس مشفق کا کہنا نہ مانا اور اسی طرح اوس سرکار کے دوسرے کاموں میں جو کچھہ چاہا کیا پس
اگر اوس عالی قدر کو اوس جعلی کے کاموں کی طرف سے لاعلمی تھی تو اوس کا اسقدر قصور کیا کم تھا
کہ اوس مشفق کے حکم کو خیال میں نہ لایا بلکہ تمام تصورات سے بڑھکر اپنے والی کی نافرمانی ہے ایسی
حالت میں کیوں اوسکو معزول نہ فرمایا ۔ اگر اوسیوقت اوسکو معزول کر دیا جاتا تو یہ نوبت کبھی جمع ملک
اور خزانے کے تلف ہو جانے اور دوسری خرابیوں کی نہ پہنچتی تحقیق یہ بات اوس والا قدر کی
کم توجہی سے ہے ۔ ورنہ تابعدار آدمی کی کیا مجال ہو کہ اپنے والی کی راے کے خلاف کرسکے ۔
بہر صورت وہ سردار کی خوشنودی اس میں ہے کہ اپنے کام کو اپنے اختیار میں رکھہ کر دوسرے کو جزوی
وکلی کاموں میں دست انداز نہونے دیں ۔

منتظم الدولہ کا انجام

کاربردازان سلطنت کو یہ بات دل سے منظور تھی کہ حکیم مہدی علی کو پورے طور پر دقت میں الجھن
اور اونکا دامن محاسبے کے کانٹوں میں اولجہائیں اسواسطے لشکر سوار بھیجے کہ [illegible] خان کو بلایا ۔ لیکن
صاحب رزیڈنٹ نے مداخلت کی کہ حساب فہمی مستعدی کا کام ہے مرد سپاہی پیشہ کو اس سے کیا واسطہ
حکیم مہدی علیخان مرزا اکلو کی معرفت اس مرض مہلک کے چارہ جو ہوے اور نواب قدسیہ محل سے
جنکے ساختہ و پرداختہ تھے مدد چاہی اور دو لاکھہ روپیے کا نوٹ روشن الدولہ کو دیکر دست محاسبہ
اپنا گریبان چھوڑایا ۔ اور فرخ آباد کی راہ لی اور مرزا حیدر کو یہاں اپنی طرف سے جواب دہی کے لئے
چھوڑا جب گنگا کے کنارے آبرو کے ساتھہ پہونچگئے یہاں سے بادشاہ کو ایک عرضی کے ذریعے سے
اون دو لاکھہ روپیونکے نوٹ کی کیفیت سے مطلع کر دیا ۔ وہ نوٹ بادشاہ نے روشن الدولہ سے لیکر
اپنے خزانے میں روپیہ داخل کیا ۔ شیخ ناسخ نے پھر حکیم مہدی علی کے زوال کی تاریخ کہی تیا اندانیرہ
افتاد حکیم از مراتب ؛ تاریخ بطرز نو رقم کن ؛ از جاے حکیم ہفت برگیر ؛ سر مرتبہ نفف [illegible] کن
۱۲۴۰ھ) جبکہ حکیم صاحب انگریزی عملداری میں چلے گئے تو جو کچھہ روپیہ اونکے پاس تھا اوسکو
نہایت بھلے کاموں میں خرچ کرنا شروع کیا کوئی سائل اونکے دروازے سے محروم نہ جاتا تھا ۔ اونکی بخشش
وعطا میں کسی کے لئے تخصیص نہ تھی ۔ کشمیر میں ایک قصبہ زلزلہ سے برباد ہوگیا تھا اوس کے آباد کرنے
کے واسطے روپیہ دیدیا ۔ اب وہ سرکار کمپنی سے باربار متقاضی ہوتے تھے کہ موافق عہدنامہ لارڈ ولزلی
کے سرکار اودہ میں مداخلت کرے ۔ مگر لارڈ ہیٹنگ کے مکارم اخلاق ایسے نہ تھے کہ وہ یہ کام کرتے

تاج الدین حسین خان کا اخراج

تاج الدین حسین خان قدسیہ محل سے زیادہ ہم پہنچ چکے تھے اسلئے روشن الدولہ کو اونکی
اخراج کی فکر پیدا ہوئی مگر اسوقت یہ بھی فکر دامنگیر ہوئی کہ کہین عہدۂ سفارت رزیڈنسی نجم
الدولہ کو نہ مل جائے اسلئے تاج الدین حسین خان پر سازش کا الزام لگا کر اول اونپر بادشاہ
کا عتاب نازل کیا اور اسوجہ سے وہ خانہ نشین ہو گئے۔ اور منتظم الدولہ کے عہد وزارت مین
جو کاغذات بھی اسیطرح نجم الدولہ کی نسبت فقیر محمد خان نے پیش کئے تھے اور اوسوقت نجم الدولہ
محاسبے سے بچ رہے تھے اسوقت مین بھی کاغذات مزاج بادشاہ کے تکدر کا موجب ہوئے
لیکن اس خیال سے کہ ابھی حکیم صاحب کے معاملے کا زخم ہرا ہے کہین ایسا نہو نجم الدولہ کا عزل
لازم زرنگاری کا کام کرے یعنی ایسا دایہ کام رزیڈنٹ کی رائے کے خلاف واقع ہو اسلئے
اون محاسبے کی کشمکش مین نجم الدولہ کو مبتلا کرنے سے تامل فرمایا لیکن تاج الدین حسین خان
اسوقت مین بادشاہ کی نظرون سے بالکل گر گئے۔ اور اونہون نے یہ سمجھ لیا کہ سبحان علیخان بر سر
عناد مین کہین ایسا نہو کہ آبرو خاک کردین اسلئے اونہون نے یہ درخواست کی کہ اگر تنخواہ سلطانپور
کے متعلق پچھلے زمانہ کی فارغخطی اور صفائی نامہ عطا ہو جائے تو مین بڑی خوشی سے شہر لکھنؤ
کا چھوڑنا منظور کرتا ہون لیکن روشن الدولہ کو اس امر مین پس و پیش تھا ناچار نواب قدسیہ محل کے
ذریعہ سے اپنا دامن چھوڑانا چاہا اور جواہر خواجہ سرا کو بیس ہزار روپیہ دینا کہکر اپنا معاون
بنایا اب اودہر روشن الدولہ اپنے احسان کا بار تاج الدین خان کے سر رکھتے تھے کہ مین تمکو
فارغخطی دلاتا ہون اور اودہر جواہر خواجہ سرا زر موعود کا طلبگار رہتا۔ آخرکار یہ معاملہ بادشاہ کے
گوشگذار ہوا۔ اونہون نے خواجہ سرا کو اجازت دی کہ جسوقت تاج الدین حسین خان یہان آئین
اونکی کمر مین ہاتھ ڈالکر زر موعود وصول کرلے۔ چنانچہ یہی صورت پیش ہوئی تین چار پہر کامل
جواہر نے تاج الدین حسین خان کو ایک جگہ سے ہلنے نہ دیا۔ روشن الدولہ نے اس بیس ہزار
روپئے کا ذمہ دار ہو کر تاج الدین حسین خان کو چھوڑایا وہ آبرو کے ساتھ اپنے گھر پہنچے۔
فارغخطی مل چکی تھی۔ عیال و اطفال اور اسباب و اموال اپنا لیکر سکندر کی طرف قدم اوٹھایا۔
اور جہادی کے انگریزون سے اتحاد کی وہ راہ و رسم پیدا کی کہ جو کچھ کونسل کلکتہ کی تجویز نصیر الدین
حیدر بادشاہ کے حق مین قرار پائی تھی اوس سے مطلع ہو گئے تھے اور اس مضمون کو خفیہ بیلی سے

بذریعہ عرضداشت براتی خانم وغیرہ عورات محل کے توسط سے بادشاہ تک پہنچا سکتے تھے جنکی روک تھام میں روشن الدولہ کی عقل چکراتی تھی۔

بادشاہ کی بیگمات کا بیان

براتی خانم

یہ عورت زمینداران مضافات لکھنؤ کی اولاد سے تھی مرزا محمد مہدی عرف فریدون بخت بہادر مشہور مناجان کی ماں یہی بادشاہ بیگم نے جو نصیر الدین حیدر کی سوتیلی ماں ہیں اس عورت کو حسن میں یوسف ثانی دیکھکر زر کثیر صرف کرکے ڈولے کے طریق بہم پہنچایا تھا اور نصیر الدین حیدر کی شاہزادگی اور عروج شباب کی حالت میں وہ ڈولا انکو بخشا تھا۔ چنانچہ مناجان اس سے پیدا ہوا۔ اور یہ عورت عین جوانی میں دنیا سے گذری۔ افضل محل اس کا خطاب تھا۔
طلسم ہند سے اسیطرح مستفاد ہوتا ہے۔ مگر وقائع دلپذیر سے ثابت ہوتا ہے کہ مناجان کی ماں ایک کنیز تھی اور سکھ چین اسکو کہتے تھے۔

ملکہ زمانیہ اور کیوان جاہ

اسکا نام حسینی خانم تھا ایک پٹھان کے نکاح میں تھی جو بنارس کا رہنے والا تھا حسینی خانم اور اوس کے دو بھائی وارث علی خان اور مصطفی خان دہلی کے باشندے تھے بنارس میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ مرزا جوان بخت کے اوشاد شاہ عالم بادشاہ کے عہد کے منصبداروں میں سے تھے۔ حسینی خانم نے انکے گھر میں روئی کپڑے پر ایک مدت گذارا تا بسر کی جب یہ شخص بھی حادثات سے معاشی میں مبتلا ہوا تو حسینی تباہی کی حالت میں لکھنؤ کو چلی گئی۔ اور ایک فیلبان کے گھر میں جو اوس سے محبت رکھتا تھا رہنے لگی۔ اس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی فیلبان کے نطفے سے پیدا ہوئی۔ خدا کی شان دیکھئے کہ اسی زمانے میں افضل محل کے بطن سے نصیر الدین حیدر کے میاں مناجان پیدا ہوئے حسینی اونکے دودھ پلانے کے لئے بادشاہ بیگم کے محل میں نوکر ہوئی۔ غازی الدین حیدر سنتے تھے حسینی اداسے دلکش رکھتی تھی۔ نصیر الدین حیدر اوسوقت جوانی پر چڑھے ہوئے تھے

اونکی منظورِ نظر ہوئی[۵۵] پہلو گرم کیا۔ اب محل سے نکلنا محال تھا دو بیٹیاں ایک بیٹا ساتھ تھے
نصیر الدین حیدر سے محبت بڑھی معتمد الدولہ نے حسینی خانم کو اور خواصوں سمیت نصیر الدین حیدر کے
ساتھ کو ابھی شاہزادگی کی حالت میں تھے حسن باغ میں بھیجا۔ یہاں صحبت کا رنگ خوب جما تھوڑا بہت
زیور و لباس عطا ہوا جب نصیر الدین حیدر نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تو بی حسینی کو ملکہ
زمانی خطاب دیا اور بیٹیاں سے جو اونسے سابقہ کا تھا اوسکو کیوان جاہ خطاب بخشا اور چھ لاکھ
روپئے کی جاگیر ملکہ زمانی کو دیگئی اور وہ خزانہ جو فیض آباد سے بہو بیگم والدہ آصف الدولہ
کی ضبطی ہو کر آیا تھا اور تیس لاکھ روپیہ سکہ بنگالہ سے زیادہ تھا اور اتیک علیحدہ کوٹھے میں
رکھا ہوا تھا یہ تمام خزانہ بی حسینی کی تحویل میں داخل ہوا۔ اسکے سوا وہ کئی لاکھ روپیہ بھی بی حسینی
ملکہ زمانی کو مرحمت ہوا جو تاج الدین حسین خان نے اپنے عہد نظامت میں غلام حسین چکلہ دار
سلطانپور کے متروکہ میں سے ضبط کرکے غازی الدین حیدر کے عہد میں بھیجا تھا۔ ملکہ
زمانی کا زمانہ عروج پر تھا ابھی تک بادشاہ کے بیٹے دوسرا محل مقرر نہیں ہوا تھا بادشاہ نے
کیوان جاہ کو سپاہ کا جرنیل بنایا اقبال الدولہ اوسکی نیابت پر مامور ہوتے۔ اب ملکہ زمانی کا
بازار تحفی گرم ہوا انکے روز کشتیاں مالا مال مروارید اور ظروف طلائی جواہرات بیش بہا سے لبریز
اور اشرفیوں کی تھیلیاں ہاتھیوں پر لدی ہوئی اون کی تحویل میں داخل ہوتی تھیں۔ وارث علی خان
اور فتح علی خان شریک دولت تھے بھائی مشہور ہوتے اونکو بادشاہ نے خلعت دیکر ملکہ زمانی
کی جاگیر کی نیابت پر مقرر کیا۔ وہاں جاکر ان دونوں شخصوں نے امیرانہ ٹھاٹ جمایا۔ ہاتھی
پالکیوں نکالے بزم عشرت کو اسقدر رونق دی کہ سوسو طائفے کسبیوں کے رات دن ہر وقت
حاضر رہتے تھے اور شراب کے ساغر اوڑنے لگے ان کا دسترخوان بادشاہ کے دسترخوان کی
طرح چنا جاتا تھا۔ دو شالہ پوش رفقا کیا کیا نہیں جمع ہوتے تھے۔ اور جسوقت وہ ہوا دار میں
سوار ہوتے تھے تو رفقا ہمراہ چرخ پر ستاروں کی طرح آس پاس جمع ہوتی تھیں۔ اور معشوقوں کا
جمگھٹ پہلو بہ پہلو ہوتا تھا۔ یہ سامان عشرت دیکھکر ناظرین قدرت خدا یاد کرتے تھے۔ اور
بادشاہ کی نظر شفقت صاحبان کی طرف سے پھر گئی اور اب کیوان جاہ کے مراتب ترقی پر تھے
ملکہ زمانی کی سواری کا یہ ٹھاٹھ ہوتا تھا کہ دو دو سر ہاتھی نقرئی اور طلائی ہودوں اور کارچوبی

[۵۵] دیکھو محتشم خانی ۱۲ -

جھولوں سے آراستہ ساتھ ہوتے تھے اور بہت سی دو پرچی رتھوں میں مغلانیاں اور خواصیں
ہمراہ ہوتی تھیں طلائی مرصع کار پنکھے جن میں بادلے کے حلقے ہوتے تھے اور سونے کی
اور جواہر نگار چھتری اور پالکی نالکی سیم وزر میں غرق جلو میں چلتے تھے اور نقرئی طلا کار
سکھپال میں جو بالکل زربفت سے مزین ہوتا اوس میں ملکہ زمانیہ بیٹھی ہوتی تھی خواجہ سراؤں
اور شاگرد پیشوں کے ہجوم سے سواری کے آس پاس راستہ نہیں ملتا تھا۔ سلطنت کا جو کچھ
لوازمہ ہے وہ سب ملکہ زمانی کے محل میں مہیا تھا۔ باوجود اس رتبے کے حکیم مہدی بادشاہ
سے عرض کیا کرتے تھے کہ حضور کو ایک رذیل عورت کے ساتھ یہ گرمجوشیاں اور اوس کو اس
مرتبے پہنچانا زیبا نہیں غرض حکیم صاحب کی شعلہ زبانی نے ملکہ زمانیہ کی آتش محبت کو
بادشاہ کے دل سے سرد کر دیا اور اس سے ملکہ زمانیہ کا گو وقار کم ہو گیا مگر وہ خزانہ جو خزانہ قاءن پر
بھاری تھا ہاتھ سے نہیں گیا فقط جاگیر ضبط ہو کر چودہ ہزار روپیہ مہینہ مقرر ہوا جس میں دس ہزار
ملکہ زمانیہ کی ذات کا تھا اور چودہ ہزار اوسکی ایک بیٹی کا تھا جو نواب ممتاز الدولہ مرزا حسین
علیخان نبیرہ نصیر الدولہ مرزا محمد علیخان ابن نواب سعادت علیخان کے ساتھ بیاہی گئی تھی۔
یہ بیاہ نصیر الدین حیدر نے کیا تھا۔ اور یہی درماہہ وثیقہ قرار پایا اور کئی برس کے بعد
کیوان جاہ وبا سے سفینہ میں مر گیا۔ کربلائے تال کٹورہ میں جو امام باڑہ اس کے نام سے
مشہور ہے دفن ہوا۔

مخدرہ علیا ولایتی محل

مسٹر والٹر نام انگریز تاجر کے گھر میں ایک ہندوستانی عورت قوم اعلا منسے تھی مسٹر والٹر کے نطفے
سے اس عورت کے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جب وہ بالغ ہو گئیں تو والٹر انکو غازی الدین حیدر
بادشاہ اودہ کے پیشکش کے لئے لایا نصیر الدین حیدر کو ایام شاہزادگی سے انہیں میں ایک
لڑکی منظور نظر تھی لیکن غازی الدین حیدر کے خوف سے وصل کی صورت نہ ہوتی تھی۔ اسکی
صورت بہت معمولی تھی۔ مگر وہاں کی مستورات اسے خوبصورت تصور کرتی تھیں۔ یہ لڑکی
تعلیم یافتہ بھی تھی زبان انگریزی کے علاوہ اردو فارسی بھی اچھی طرح لکھ پڑھ لیتی تھی یہ
دونوں ہمشیرہ مع اپنی ماں کے پاس رہتی تھیں تو اپنے گذارے کے لئے دو پٹہ شرفا کے
زرباف کا کام کیا کرتی تھیں شکل و صورت دونوں کی واجبی تھی۔ اس سے آپکی تصویر نصیر الدین

حیدر کو بھیجی تھی جو فریفتہ ہو گئے اور تخت نشینی کے بعد اوسکو ماں سمیت طلب کیا اور نقد
پچاس ہزار روپیہ اور لاکھوں روپیہ کا سامان دیکر مخدرہ علیا خطاب دیا۔ تاج محل سے
شادی ہونے سے پیشتر بادشاہ بہت چاہتے تھے۔ تاج محل کے آنے بعد بادشاہ کی طبیعت
اسکی طرف سے پھر گئی اوسکی ماں پہلے کانپور میں علی بخش میراثی سے تعلق رکھتی تھی جب
اوسکی بیٹی بادشاہ کے محل میں داخل ہوئی تو اب یہ علی بخش ولایتی محل کا باپ مشہور ہوا
اور بہتیہ میاں گنج وغیرہ ولایتی محل کی جاگیر پر مسلط ہو گیا اور اسقدر صاحب امارت و ثروت
ہوا کہ اوسکی تعزیہ داری کا شہرہ لکھنؤ میں مشہور عام ہو گیا۔ اور نواب میرزا اوسکی اولاد
سے تھے جنہوں نے عالم پیری میں حسن جوانی دکھایا۔ جانکی طوائف جو لکھنؤ کی ایک کسبی تھی
اوسکے گیسوئے شبرنگ میں طائر دل پھنسا امیر مرزا اوسپر فریفتہ ہوئے اوس سے
نکاح کیا مالزادی تھی خوب مال مارے۔ لاکھوں روپیوں کا جواہرات اور نقد اوس نازنی
محبت میں نواب نے بار دیا۔ امیرانہ عظمت و شان کے ساتھ باپ کا نام روشن کیا۔
ولایتی محل کے لئے چھ ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ قرار پایا تھا۔

نواب تاج محل

بیجو نام طوائف ساکن حسینو بند جو الوش وضع عورت تھی۔ وہ تین شخصوں سے زیادہ
ملاقات رکھتی تھی پہلے مرزا آغا باقر اور مرزا مہدی علی خان چکلہ دار کے ساتھ آشنائی تھی
وفور سے تیوہاری سالہ اور تحفے تحائف سے محبت پیدا کی انکے علاوہ اور اکثر شہوت
پرست لوگ اوس سے راہ و رسم رکھتے تھے۔ میر غلام حسین چکلہ دار سلطانپور بھی اوس کی
ملاقات کی آرزو رکھتا تھا اور لاکھوں روپیوں کا اوس سے وعدہ کرتا تھا لیکن اوس کی اس شخص سے
کسی طرح کی آخر نسبت نکالی گئی اس طوائف کے ایک لڑکی نہایت حسین تھی اوس کا نام حسینی تھا اور
تعلیم یافتہ تھی جوانی پر چڑھی ہوئی تھی شادی کی محفلوں میں اکثر ناچنے کو جایا کرتی تھی ایک عالم اوس کے
جمال کا شیفتہ و شیدا تھا نصیر الدین حیدر کو بھی خبر پہنچی۔ بادشاہ نے اوس سے نکاح کر لیا اور
خورشید محل خطاب دیا۔ پھر ایک دن اپنا تاج شاہی اوس کے سر پر رکھ دیا اور تاج محل خطاب
عطا کیا ملکہ زمانی کی کرتی بازاری کی تکرار گری صحبت اپنے سر کی بادشاہ کے مزاج میں بڑا
دخل پایا اگرچہ حیثیت شاہانہ کو ساتھ میں کی ۱۸۴۲ء میں تخت نشینی کی سالگرہ سے

جشن کی تقریب کے موقع پر ایک عالی خاندان انگریزی خاتون نے اس بیگم کو دیکھا تھا۔
اون کا بیان ہے کہ نواب تاج محل اتنی خوبصورت تھی کہ میں نے کبھی یا ہندوستان کیا انگلستان میں کبھی اس سے
زیادہ خوبصورت عورت نہیں دیکھی اُس کا سن قریب پندرہ برس کے ہوگا۔ ہاتھ پاؤں بہت چھوٹے
نازک ہیں اعضا کے تناسب کے علاوہ نقشہ ایسا دلکش ہے کہ جس کے دیکھنے سے دل کو زیادہ ولولہ پیدا ہو۔ کسی چہرے میں نہیں
دیکھا اُسکی حرکات اور طرز نشست سے غایت درجہ کی سنجیدگی حیا پیدا تھی اور حجاب مترشح تھا پوشاک سرخ
مخمل کی تھی اور بال بال میں موتی پروے تھے۔ زلفیں نہایت خوبصورت بکھری ہوئی تھیں اور پیشانی پر
ایک چھوٹا سا جھومر آویزاں تھا جس میں بڑے بڑے موتی اور زمرد جڑے ہوئے تھے کانوں میں بیشمار
بالیاں تھیں جن میں بیشمار زمرد لعل اور موتی پڑے ہوئے تھے گلے میں متعدد موتیوں کی مالا کے علاوہ ہار
اور کنٹھے تھے جو اوسکی حسن کو دوبالا کرتے تھے۔ نتھ میں دو بڑے بڑے موتی اور اوسکے بیچ میں ایک بیش قیمت
زمرد آویزاں تھا پشواز اسقدر بھاری تھی کہ اوسکے کئی حصے کنیزیں سنبھالے ہوئے تھیں اس میں
شک نہیں کہ خود نورجہاں بھی اس سے زیادہ حسین اور جمیل نہ ہوگی۔ اس بیگم کا تعلق ناجائز میر کلب حسین
بن سید علی کے ساتھ ہوگیا تھا جو مجتہد العصر کے خاندان سے تھا اور اس معاملہ کا شور و غل شہر کے کل حصہ
میں پھیل گیا اور میر کلب حسین گرفتار ہوکر نواب ناظر محلات شاہی کے حکم سے کسیقدر سزا یاب بھی ہوا
مگر دونوں کی الفت پکی تھی باہم مواصلات کی وہ سبیل نکالی کہ کسی کا خوف باقی نہ رہا دونوں کربلا کو بھاگ
گئے اور وہاں باہم نکاح کرلیا اور مزے سے وصل کے اوڑانے لگے۔ تاج محل نے کربلا ہی میں بعد
چند سال کے جمادی الاول سنہ ۱۳۰۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۸۶ء میں انتقال کیا۔

پھول محل

بیتی رام ساہوکار لکھنؤ کی ساکن محلہ [illegible] سے رسم آشنائی پیدا کر گھر میں رکھا ہو تو اس سے
ایک بیٹی اور ایک بیٹا پیدا ہوئے بیتی رام کے انتقال کے بعد اوسکے بیٹے رام دیال نے جو [illegible] دولت
تھا جو اسپر فریفتہ تھی کی بدولت نصیر الدین حیدر کے دربار تک رسائی پیدا کی اور اپنی اوس خیالی بہن کو محل
سلطانی میں داخل کرادیا۔ بادشاہ نے پھول محل اوسکو خطاب دیا [illegible] نہایت خوبصورت
صورت دار تھی بادشاہ نے اوسکو بیگم بنا کر سلطان محل خطاب دیا تھا۔

۱؎ منقول از اردو اخبار مورخہ ۲ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء۔ شبیر

بادشاہ محل ۔ اور اس کا اولاد ہونے کے لیے فقرای اسلام و ہنود سے دعائیں لینا صنوعی حمل کا نقش جمانا

یہ عورت بھی ایک کسبی تھی اور اس کا اصلی حسینی نام تھا ۔ اکثر ناچنے کے لیے بادشاہ کی حضور میں حاضر ہوا کرتی تھی
اور اسکی ماں آغا محمد نام ایک ایرانی مغل سے بغل گرم رکھتی تھی حسینی کا ظہور اسی ایرانی کے نطفے سے تھا
اس زمانے میں بادشاہ کو یہ آرزو ہوئی کہ کوئی وارث تاج و تخت کسی عورت سے پیدا ہو جائے ۔ کیونکہ وہ
مناجان کی نسبت اپنے نطفے سے ہونے کا انکار کر چکے تھے فقیروں سے مرادیں اور سادات نامی سے دعائیں
خواستگار ہوئے ۔ چنانچہ بعض باطنین خاص اس کام کے لیے فقرائے اہل اسلام کے تکیے اور فقرائے
ہنود کی دھونیاں جمی ہوئی تھیں اور باطنین ان لوگوں کی برکت سے رات دن فقیروں کا جشن
آب رواں کی صورت جاری تھا نعمت دنیاوی اور غذائیں خوشگوار مونہن بھوگ اور شیرینی چڑھاوا
فریقین کے لیے مہیا تھے کسی نے طلسمی رنگ سحر و افسون کا جمایا ۔ اور کسی نے محراب فلک کی
طرف دعا کا ہاتھ اٹھایا کہ آب نیسان بادشاہی کسی صدف میں پڑکر گوہر شاہوار کی صورت دکھائے
حسینی جو بادشاہ کی منظور نظر تھی اسنے آغا محمد کی وساطت سے حمل کا مصنوعی نقش جمایا ۔ سوء اتفاق
بادشاہی ہوئی اور اس کے لیے جداگانہ محل آراستہ ہوا ۔ بادشاہ محل خطاب پایا ۔ مگر چند دنوں کے بعد
یہ مصنوعی قلعی کھل گئی اور محل کی عورتوں نے وہ جادوگری کی کہ اوسکے موہوم بچے کو پیٹ
ہی میں غائب کر دیا ۔ غرض یہ بادشاہ محل بھی تین ہزار روپیہ ماہوار کی وثیقہ دار تھی ۔

سلطان بیگم مخاطب بہ [illegible] محل

یہ عورت قوم ترک خاندان کو [illegible] بیگ کی اور [illegible] خان کی تھی جسکے باپ کا نام قربان
خان تھا اور ان کا کنبہ مشہور تھا یہ شہرت سنکر محل میں بادشاہ بیگم کی نوکری کے لیے آئی ۔
صورت اسکی بہت اچھی دلاویز نہ تھی مگر دلال بانکے تھے ۔ بادشاہ کی آنکھ نے تاک لیا اور سر چڑھی
اوسکی ناز و ادا فریب تھی حضرت عشق نے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا ۔ حکیم مہدی علی خان کے
اس عورت کا اس ڈھنگ سے ساتھ کیا اور یہ بھی محل [illegible] اوسکو خلاف
دی ۔ بادشاہ نے اوس سے نکاح کر لیا ۔ اور یہ [illegible] معلوم [illegible] ایک

دستار بند کی تھی حسن و جمال میں بے نظیر تھی بادشاہ کے عقد میں آئی۔ اور خطاب مخدرہ
مہد علیا تھی لیکن وہاں ملکہ آفاق قدسیہ سلطان مریم بانو بیگم صاحبہ ہو۔ مگر شہرت قدسیہ محل کے ساتھ
ہوئی ابتدا میں تو اس عورت سے اور بادشاہ بیگم سے خوب میل رہا اور آخر کار نزاع اور خرخشہ
پیدا ہو گیا اور باہم نہایت تضحیک آمیز باتیں ایک دوسرے کو کہنے لگی۔ بادشاہ اس عورت نہایت
معشوق اور فریفتہ تھے۔ یہ عورت نہایت طبیعت اور سخی تھی اور سب سے اول تو جس نے بیٹے
قادر علیخان کو اس کار خیر پر مقرر کر دیا تھا کہ پانچ ہزار روپیہ روز ہر صبح کو حسب غربا و مومنین کو تقسیم
ہوجاتا تھا۔ ب کہانے کی طرف ہاتھ بڑہاتے تھے اوسکی فیاضی سے غریبوں کی ہزاروں ناکتخدا
لڑکیاں بیاہی گئیں۔ اور جس شخص کی نسبت اوسکی سمجھ میں کا لفظ مستحق تھا وہ دولت و ثروت
کو پہنچ گیا۔ اون میں سے ایک مظفر الدولہ حسین بیگ تھے کہ جن سے روشن الدولہ ہمیشہ
اور خود بادشاہ سے ہمکلامی کے آرزومند تھے۔ دو سو برس کا حساب و شمار کیا اور جملہ محلات شاہی
سوائے ملکہ زمانیہ اور مخدرہ علیا کے قدسیہ محل کو نذریں گذرانیں۔ مگر ملکہ زمانی اور مخدرہ علیا
رضامند نہوئیں۔ ایکدن قدسیہ محل نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میں نے پشمینہ خانہ نہیں دیکھا
حضرت نے حکم دیا کارپردازوں نے ایک خالی مکان زمین سے چھت تک سامان پشمینہ از قسم
فرش مسند تکیہ لحاف توشک وغیرہ قیمتی ستر لاکھ روپیہ سے بھر دیا۔ قدسیہ محل نے ایک لمحے میں
وہ تمام پشمینہ اپنے نوکروں کو بخشدیا تین برس کے اندر تین کروڑ روپئے بقدر صرف کئے۔ قدسیہ
محل سے بڑھکر لکھنؤ میں کوئی بیگم سخاوت میں نام آور نہیں ہوئی۔

قدسیہ محل کا اپنے اگلے شوہر سے نطفہ بادشاہ کے نام سے بہم پہونچانا۔ اس حمل کے ساقط کر دینے کے اہتمام میں ایک محلدارنی کا بادشاہ کے ہاتھ سے مقتول ہونا اس حمل حرام کا بھانڈا پھوٹنا قدسیہ محل کا خودکشی کرنا بادشاہ کا اوسکے ماتم میں لذت دنیا ہاتھ اوٹھانا

توشہ خانہ میں موجود تھیں اپنے بیٹے کو جو شہزادوں سی تھا بلاکر چار ہزار روپے دیکر کمال محبت کے
ساتھ سینے سے لگایا اور پیار کرکے روئی اور کچھ زر نقد اپنے نوکروں کو دیا اور یاس و حسرت
کی باتیں کہیں خواصوں نے بہت فہمایش کی لیکن اہل واشگیر تھی وہ پیا ہوا زہر (نورتی) خانم کے
ہاتھ سے لیکر کھا لیا ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۵۰ ہجری مطابق ۲۱ اگست ۱۸۳۴ء کو یہ واقعہ ظہور میں
آیا جب یہ جانکاہ معاملہ محل میں گذرا اور استفراغ شروع ہوا بادشاہ کو کیفیت اسکی کہلی میرزا علی وغیرہ
طبیبوں اور روشن الدولہ کو طلب فرمایا لیکن قدسیہ محل نے جو جان بر کسل ہو چکی تھی معالجہ قبول نہ کیا۔
غرض اس کشمکش میں ان کا کام تمام ہو گیا۔ اور لاش کمال عزت کے ساتھ کربلائے نوتعمیر
واقع مکارم نگر میں دفن ہوئی۔ بادشاہ نے اس غم میں لباس ماتمی سیاہ رنگ کا پہنا اور سلطنت و دنیا کی
کنارہ کیا ایک مدت تک آنکھ شیشہ و ساغر سے نہ ملائی بلکہ فرط رنج و الم میں یہ کلمات زبان سے
سرزد ہوتے تھے کہ مجھکو کسی کی صحبت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ غرض زندگی بھر اس غم کے ہاتھوں سے
نجات نہ پائی۔

تاریخ وفات قدسیہ محل

حضرت قدسیہ بانو بیگم عالی صفات — شد بدار جنان سوئے جنان ناگاہ رفت
تیرہ و تار از پئے تاریخ شد عالم — گوئیا بیرون ز برج گردون ماہ رفت
سال تاریخ وفاتش زد رقم کلک قبول — حیف بلقیس ز پہلوئے سلیمان جاہ رفت

عباسی محل

سید مظفر حسین خاں جو کچھ دنوں مختار الدولہ کی نیابت میں ممتاز رہے انکے فرزند شمس الدین خاں نے
ایک کسبی گھر میں ڈال لی تھی۔ اس کے بطن سے کئی لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ انہیں سے ایک
نہایت حسین تھی وہ بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوکر منظور نظر ہوئی زیادہ تحسین کرنا اسکی قسمت میں
تھا مرض عرق النسا اور دق میں مبتلا ہوکر مر گئی عباسی محل خطاب تھا۔

عورات شمس محل جنکی تعداد سیکڑوں تک پہنچی تھی اور اسماء بھی لفظ کے ساتھ مشہور و معروف تھیں

بادشاہ نے ایک عیش محل مقرر کیا تھا جسمیں سیکڑون عورتیں جمع ہوگئی تہین ان مین ہی ایک کھٹکن
بھی تھی جسکا خطاب **صاحبہ محل** تہا ایک کلاونت کی دو بیٹیان تہین انمین سے
ایک کا خطاب **مہتاب محل** دوسری کا **آفتاب محل** تہا۔ اراذل قوم کی اور
بہت سی عورتین اس محل مین داخل اور صاحب خطابات ہوئین۔ جب یہ بات شہر اور علاقے مین شائع
ہوئی کہ بادشاہ کا مزاج نسوان پسند ہے کسی پر بند نہین تو جس شخص آبرو کی بہن یا بیٹی خوبصورت
ہوتی وہ اپنی ترقی کی آرزو مین خوشی خوشی لاکر حاضر کرنا فخر سمجھتا۔ اور اکثر تیکھی چلبلی اور بدچلن عورتین
دولت و حشمت کی تمنا مین ہزار زبان و دل سے مشتاق تہین کہ بادشاہ کے محل تک کسی طرح رسائی
ہو۔ اور بہت عورتون نے بادشاہ کے محل مین نوکر ہونے کی آرزو پر شوہرون کو جواب دیا بادشاہی
خواجہ سرا اور کہاریان ہوا کے گھوڑون پر سوار کوچہ بکوچہ پھرتی تھین۔ اور خوبصورت عورتون کو زر و زیور
کی طمع دیکر عیش محل مین پہنچاتی تہین۔ اگر ان کا کوئی وارث انکار کرتا تو گوشمالی کی نوبت آتی تھی
چھوٹی قوم والون کا تو یہ حال تھا اور اب ارباب عزت کی آبرو پر آ بنی تھی اور الامان کا لفظ زبانون پر
جاری تھا۔ بہتون نے جلاے وطن اختیار کیا۔ شہر پر آفت طاری۔ اور یہ قاعدہ جاری تہا کہ جو عورت
عیش محل مین داخل ہونے کی امید پر دردولت تک پہنچتی تو وہ عہدہ دار پہرہ والون اور دربانون کے
کمرے مین قیام پذیر ہو کر راجہ دوشن سنگھ کے حکم کی منتظر رہتی تھی۔ پہلے راجہ کا نائب اوس کے دیدار
سے دل خوش کرتا پھر اپنے کسی عہدہ دار کو سونپتا۔ اسی طرح زینہ بزینہ درجات طے کرتی ہوئی محل تک رسائی
کی صورت ظہور مین آتی تھی اور اکثر تو ہمت بے نیل مرام مفت بدنام ہو کر جاتی تہین اور بعض بدوضع
خراب حال دربانون ہی او لجھ کر رہ جاتی تہین۔ بہت کم عورتین خلوت خانہ شاہی تک پہنچکر آرزو سے
دلی سے کامیاب ہوتی تھین۔ اس پر بھی سیکڑون عورتین عیش محل مین داخل ہوئین انمین سے اکثر عورتین
نہایت طرحدار تھین جنکے دیکھنے سے زن مرید کی بھوک و پیاس دور ہو۔ بادشاہ کی اس زن پرستی
نے وہ حشر برپا کیا کہ العظمة لله۔ اور اس بدنامی نے یہانتک طول کھینچا کہ یہ خبرین صاحب رزیڈنٹ
تک پہنچین اور ادہر سے تاکید و ممانعت شروع ہوئی۔

کنگال محل

قدسیہ محل کے انتقال کی وجہ سے بادشاہ کے دل کو ہجوم غم و الم نے وہ پریشان کیا کہ کسی طرح اونکو
عورات عیش محل کی طرف رغبت نہ تھی۔ اور رزیڈنٹ کے کلام نصیحت آمیز بھی کارگر ہوتے تھے

اور یہانتک وحشت بڑھی کہ اکثر اوقات جنگل مین سیر و شکار کے بہانے بسر کرتے تھے اور
کبھی فرح بخش وغیرہ سلطانی مکانون مین رہتے تھے اسطرح غم غلط ہوتا تھا کہ قدسیہ محل کی یاد مین
کتاب وحشت کا سبق پڑھتے تھے - اور کبھی بی بی پور اور کوٹھی دلکشا مین وہ خفقان جو گریبان گیر
تھا لئے پھرتا تھا عجب قلق اور بے کلی مین صبح سے شام ہوتی تھی سلطنت کے کامون کیطرف
ذرا میلان نہ تھا - روشن الدولہ وغیرہ دریائے فکر و انتشار مین ڈوبے ہوئے تھے اور منصوبے
باندھتے تھے کہ بادشاہ کو کسی گلبدن سرو قامت کے ساتھ معتقد کرین تاکہ یہ کاوشین اون کے
دل سے دور ہون اسلئے پہلے قدسیہ محل کی بہن کو جو صاحب شوہر تھی تجویز کیا - جب یہ کلام زبان پر آیا
اوسنے کنارہ کیا - اور بادشاہ کی طبیعت بھی اوسکی طرف رجوع ہوئی - اسلئے اوسکی شرطین نا منظور
کین روشن الدولہ نے اپنی دوسری تدبیر کی ایک ناکتخدا لڑکی کو جو باقر علیخان ابن بیگ علی خان
سابق چکلہ دار روہیلکھنڈ کے لطف سے تھی اپنی بیٹی قرار دیکر بڑے طمطراق کے ساتھ جشن شادی
کی آرایش کی جہیز کے سرانجام مین چودہ لاکھ روپیہ صرف ہوتے - دولہن کا خطاب نواب ممتاز الزمانی شاہجہان
بیگم مقرر ہوا - اور اس تقریب کی بدولت باقر علیخان کے بازار نے رونق پائی اور اوس ڈیوڑھی کے
سار خانے پر عادی ہوئے - اور باقر علیخان کے بیٹے نے جو روشن الدولہ کا داماد تھا اور اس نازنین محل کا
بھائی تھا سراج الدولہ خطاب پایا - اور علاقہ محل کی تحصیلداری ہاتھ آئی اور سلیم قرار تنخواہین دونون
باپ بیٹون کی سرکار شاہی سے قرار پائین انجام مین رشتہ اس محل کا اسقدر ترقی پر تھا کہ کوٹھی فرح بخش
سے آصف الدولہ کے محل تک ایک گھوڑے کی بچ گاڑی پر بادشاہ کے پہلو سوار ہوتی - اوسکی
ماں گنائی خانم مرزا مہدی علی خان کی بیٹی تھی محل جو بچی بیٹی کے ساتھ رہتی تھی اس کے سرانجام و
بیکاری کے ایام کی محنت نہین نکلی تھی - اسوجہ سے کفایت شعاری کی فکر مین بہت مصروف تھی
اور جو رسم پر نظر تھی - چنانچہ دو ہزار روپیہ شیرینی کے واسطے تقسیم انعام کے لئے مرحمت ہوا تھا -
وہ صرف نہ کیا اور بادشاہ سے جو بندشیان آتی تھین بچی ہوئی رکابیون کو وہ بچا بچا کر
جمع رکھتی تھی - ایکدن بادشاہ نے شیرینی کی فرمایش کی گنائی خانم نے بازار سے دو روپیہ کی
مٹھائی منگا دی - جو بادشاہ نے چکھی بھی نہین - یہ خبر بیان بادشاہ کے تندی مزاج کا باعث
ہوتی آخر آشفتہ ہوتے کچھ دنون کے بعد اوس سے نفرت ہو گئی - اور ایکدن خلوت مین بادشاہ
نے سبب ارشاد کرکے بلایا تو اونہون نے دو ترکہ حال دریافت کیا - فرمایا کہ یہ عورت میر آغا کی گھوڑی
تھی - یہ بیٹا مہری کا اسوجہ سے کمشکانی مین پڑی - اور کہارون نے اوس بیگم کو خلوت سے

کشان کشان نکالکر باہر بھیجا اور تب ہی سے یہ حیف بادشاہ کی اوس بحران نصیب کو نصیب ہوئی
اور کشتاں محل نام قرار پایا۔

بادشاہ کا اپنی بیاہتا بی بی مریم بیگم المخاطب بہ سلطان بہو کی زندگی پر اوسکی حقیقی بہن کے حسن و جمال پر جو شوہر دار تھی فریفتہ ہوکر اوس سے نکاح چاہنا اور عفیفہ کے باپ مرزا سلیمان شکوہ کا اس امر کو نا منظور کرنا اسلیے اونکا لکھنؤ سے خارج ہونا

شاہزادہ سلیمان شکوہ جو شاہ عالم ثانی کے بیٹے اور محمد اکبر ثانی کے بھائی تھے اونکی ایک بیٹی مریم بیگم نام نصیر الدین حیدر سے منسوب تھی اور ابھی اوس سے صورت مواصلت ظہور میں نہ آئی تھی کہ اوسکی بہن ملکہ بیگم وارد لکھنؤ ہوئی۔ یہ بیگم مرزا سلیم بخت سے بیاہی تھی مگر بہ تخالف مذہب شیعہ سنی کے زن و شوہر میں ناموافقت پیدا ہوکر علیحدگی ہوگئی تھی کیونکہ سلیمان شکوہ نے لکھنؤ کی بودوباش کی وجہ سے طریقہ اثنا عشری اختیار کیا تھا۔ اور اوس میں بہت غلو تھا اور اونکے تمام بیٹے اور بیٹیاں اسی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور مرزا سلیمان بخت خلاف اونکے میر محمدی خلیفہ مولوی فخر الدین چشتی سے بیعت رکھتے تھے۔ ہرچند اونہوں نے اپنا رنگ جمانا اور بیاہتا پر صحبت کا اپنی رنگ چڑھانا چاہا مگر اوس کوشش میں نا کامیاب ہوئے۔ آخرکار زن و شوہر میں نفاق پیدا ہوا۔ یہانتک کہ مرزا سلیم نے ملکہ بیگم کو اپنے پاس سے علیحدہ کرکے جانب لکھنؤ رخصت کیا۔ شہرہ حسن و جمال اوس بیگم کا عالمگیر تھا ملکہ بیگم ایک دن اپنے باپ کے گھر سے نصیر الدین حیدر کی دولت سرا کو اپنی بہن کی ملاقات کے قصد سے گئی۔ اتفاقاً حسن اوسکا بادشاہ کے منظور نظر ہوا۔ اور خواستگار عقد ہوے

چونکہ یہ امر مرزا سلیمان شکوہ کے حالت شان تھا انکار کیا۔ اور ریذیڈنٹ کے ذریعہ سے یہ بات چاہی کہ ملکہ بیگم بادشاہی محلسرا سے چلی آئے۔ مگر یہ عقدہ حل نہوا۔ ریذیڈنٹ نے کہا کہ تمکو بادشاہ کی محلسرا کا دستور معلوم ہے آپ سے جو کچھ ممکن ہو تدبیر کیجیے۔ سلیمان شکوہ نے کپتان پاٹن کو جو اونکا سپاہی تھا کانپور سے عجلت کے ساتھ بلایا۔ اور اوس معاملہ میں مدد چاہی۔ اوس نے لکھنؤ میں بادشاہ سے ملاقات کرکے محلسرا سے ملکہ بیگم کا رخصت ہونا چاہا۔ جہاں پناہ نے دیکھا کہ اب اسکا

استغاثہ کلکتے مین گورنر جنرل کی کونسل تک پہونچیگا مجبور ہو کر اجازت دی - کرنیل ڈیوڑہی پر جا کر ملکہ
بیگم کو برضا خواہ بے رضا سوار کروا لایا اب آتش قہر سلطانی مشتعل ہوئی - اور سلیمان شکوہ کے شہر سے
نکل جانے کا حکم صادر ہوا - یہ ہزارون روپیو نکے قرضدار تھے - قدم نکالنا شہر سے سخت دشوار تہا
اور قرضخواہون کو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ زر قرضا اپنا جسطرح چاہو لیلو اور شاہزادے کو حکم تہا کہ رعایا
لکہنؤ کا زر قرض جس صورت سے ہو سکے ادا کرو - اور وہ سات ہزار روپیہ مہینہ جو سعادت الدولہ کی بدولت
مقرر ہوا تہا موقوف ہوا - ناچار کرنیل کالنٹ نے اپنی پاسداری حق کے لحاظ سے چالیس ہزار روپے نقد
اپنے پاس سے دیکر زر قرضہ ادا کیا اور تمسک اپنے نام کا لکھا لیا فقط ساہ بہاری لال کا روپیہ جو نامزد رقم
تھی باقی رہا اور مرزا سلیمان شکوہ

فضل حسین کی زوجہ کا بادشاہ کے محل مین جانے کی خواہش کرنا اور شوہر کی بڑی کوشش سے میرمنشی رزیڈنٹی کی بدولت اس بلا کا اوسکے سر سے ٹلنا

جب شمس الدولہ نے بنارس مین قضا کی اونکی زوجہ حضرت بیگم بنت مرزا اپنا شوہر کے مال و اسباب
پر قابض ہوئی جب شمس الدولہ کی اولاد عمر تمیز کو پہنچی بڑے بیٹے اقبال الدولہ لئیق اور صاحب علم تہے
وزارت لکہنؤ کی تمنا مین اونکے ہمراہ کلکتے اور لندن تک پہونچے اور دوسرے بیٹے ذی جاہ مزاج
لاابالی تہا تہوڑے دنون مین بہت سا روپیہ خرچ کیا - آخر کار دونون بہائیون مین آتش نزاع بھڑکی -
بنارس سے لکہنؤ مین آئے - فضل حسین علی ایک نہایت دانشمند آدمی بنارس کا رہنے والا
اون کا رفیق تہا - مگر یہ شخص تماشبین تہا اسکی زوجہ نے کسی تقریب سے محل بادشاہی مین جانا چاہا
اور رسم پیام جاری کی - نصیر الدین حیدر جو ہزار دل سے اسطرح کے پیام و سلام کے مشتاق تہے
اوس کے طلبگار ہوئے - فضل حسین نے التفات حسین خان میرمنشی رزیڈنٹی کی وساطت سے بہزار
خرابی اس رسوائی کو رفع کیا - رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

بادشاہ کی انا کے بیٹے آغا میر کی کیفیت

اور یہ بھی تواضع اور محبت کے ساتھ ہر ایک سے پیش آتا تھا دلی میں لاکھ روپیون کا آدمی
مشہور تھا تمام امور شاہی کا حل و عقد اس سے متعلق تھا جس وقت راجہ لال جی انگریزی نوکری
چھوڑ کر لکھنؤ میں آیا تو اوس نے بخشی گری کے لیے درخواست کی اور یہ بات لوگون کے سامنے
بیان کی کہ اگر یہ صورت ظہور میں نہ آئی تو روشن الدولہ کا منصب وزارت پر رہنا سخت دشوار ہے
ایسا کلام اوسکی زبان سے آتوجی کی پشت گرمی سے نکلا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ لال جی راجہ
جھاؤلال کے خاندان میں سے تھا اور آتوجی کی آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی - آتوجی کے
خواص اور رفقا سر رشتہ دار مرتبہ بلند رکھتے تھے کہ عمائد شہر انکی توجہ کے آرزو مند تھے -

براقی خانم - جگنا خانم - نوروزی خانم کا سوانح

براقی خانم قوم مغل سے ایک عورت تھی بادشاہ اسکو اپنی زبان سے ددا (یعنی پرورش کرنیوالی)
کہا کرتے تھے - باورچی خانہ خاص سلطانی اس عورت سے متعلق تھا - جگنا خانم - اور نوروزی خانم
براقی خانم کی پیشدستی میں تھیں انکی دولتمندی اور عزت بھی شایان خدمت لائق تھی - براقی خانم کی
دو بیٹیاں تھیں - ایک کی شادی مرزا ذاکر علی بیگ مغل کے ساتھ ہوئی تھی - اس تقریب شادی میں
بادشاہ آپ شریک ہوئے اور لاکھون روپیہ کے سامانات جہیز میں دیا - اور دوسری بیٹی شیخ
علیخان سے بیاہی تھی جو ملا تفضل حسین خان کے خاندان میں سے ایک بڑا آدمی تھا - براقی
خانم کی یہ آبرو تھی کہ اکثر روشن الدولہ بھی وزارت کی اصلاح کے لیے در پردہ اوس کے پاس جاتا
تھا - ساٹھ ہزار روپیہ ماہانہ مصارف خاصہ بادشاہی (خاص بادشاہ کا کھانا) براقی خانم کے
ہاتھ سے صرف ہوتا تھا - اور بادشاہ کے دل میں اوس کا اسقدر اعتماد تھا کہ خاصے پر اوسکی
مہر لگتی تھی - براقی خانم کے دونون داماد اور تیسرا بیٹا شیخ علیخان یہ تینون شخص سفلہ پرست
اور لاابالی مشرب تھے - انھون نے بھی بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں - جگنا خانم اور نوروزی
خانم کے شوہر و اقربا بھی امیر کبیر تھے اور آنکھون میں شراب نخوت کا نشہ چھا رہتا تھا - یہ لوگ
علاوہ نمائشی اشیاء کے عشرہ محرم میں تعزیہ داری بھی دھوم دھام سے کرتے تھے -

ککوری والی - آغا صاحب والی - ملازمان مغلانیان - خواصین اور اونکے تنخواہ کے مصارف

بادشاہ کی محلوں والی اور آب خاصہ والی بھی ہر ایک صاحب مرتبہ اور دولتمند تھی کہ اس رنگ دھنگ میں اکثر ارباب خاص چلتے تھے انکے سوا دو تین فرقے اور تھے ایک فرقہ حلب الیوں کا تھا کہ دو دو سو تین تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ تھی۔ کم سے کم پچاس روپیہ ماہوار سے کوئی کم تنخواہ دار نہ تھی اور فتوحات انعام وغیرہ کی انتہا نہیں انکا پر تکلف لباس نہایت بیش قیمت ہوتا تھا کہ ایک ایک دوپٹہ چار چار ہزار روپیے میں تیار ہوتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ کہ جس تکلف کی پوشاک اور نفاست کا زیور نصیر الدین حیدر کے محلات میں عورتوں کے پاس تھا شاید نورجہاں و زیب النسا کو بھی وہ نصیب ہوا ہو ان حلب الیوں کی تعداد پچاس تھی اور ہر ایک نوبت بنوبت رات کو جوکی جوکی صحبت بادشاہ میں فیضیاب اور ہم پیالہ و ہم نوالہ رہتی تھی ان بیگموں کا شہر میں وہ رنگ جما تھا کہ بڑے بڑے گھروں کی عورتیں محل کی نوکری کی آرزو میں ہزاروں روپیے قرض لیکر نذرانے دیکر نوکری حاصل کرتی تھیں۔ تیاران اسی وقت سے عبارت ہے۔ اور سوا حلب والیوں کے دو فرقے عورتوں کے اور تھے۔ ایک فرقہ سلانیوں کا اور دوسرا خواصوں کا۔

گنگا ملاح اور دلجیت حجرہ کا کرنے والے اور شیو دین بھاٹ کی دولتمندیاں اور عروج

گنگا نامی ملاح راجہ درشن سنگھ کی نیابت کے مرتبے کو پہونچ گیا تھا۔ اس شخص کو کارخانہ وزارت میں بڑی دخل حاصل ہو گئی تھی۔ بادشاہ کی خبریں روشن الدولہ کو پہنچاتا تھا۔ دو تین لاکھ روپیوں سے زیادہ اسکی دولت کا شمار تھا۔ اور اسکے علاوہ ہزاروں روپیہ کی عمارت تیار کرائی تھی۔ تین سو گھوڑے والے سرکار شاہی میں اسکے ساتھ کے نوکر تھے کہ مسکینوں پر حجرہ کا کرتے ہیں آلہ دھول خواہ ہے۔ ان میں سے دلجیت نام ایک نائک نے ترقی کرکے وہ آبرو حاصل کی کہ نصیر الدین حیدر کے عہد میں دو سو ملاح اور لوبیان لباس شاہی کی، دو سو دو سو والی تیار کرا جنکے ساز مرصع اور پیچے و ذاب طلائی و نقرئی تھے۔ اور کئی لاکھ روپیے اوسکے مکان سے ضبط ہو کر سرکار شاہی میں داخل ہوئے۔ شیو دین عرف عجلی توہم بھاٹ ایک گاؤں کا رہنے والا بادشاہ کے حضور میں ترقی پاکر خطاب ... کا پایا اور اوس کو یہ عروج حاصل ہوا کہ تیس تیس چالیس چالیس لاکھ روپیے کے ملک کے ناظم اور چکلہ دار اسکی حمایت کے تعداد میں رہتے تھے

راجہ درشن سنگھ کوری کا زور و شور

راجہ درشن سنگھہ غالب جنگ قوم کا کورمی تھا نواب سعادت علی خان کی اردلی مین رہتا تھا ۔ حکیم مہدی علی خان کی وزارت
کے زمانے مین اوس کا وہ رنگ جما کہ بادشاہ کے مزاج مین خوب جگہہ پالی ۔ ڈیوڑہیون کا انتظام اور چوکی پہرہ خاص
کی نگرانی اوس سے متعلق تھی ۔ خائن اور دزدی پیشہ آدمیون کا بندوبست بھی اوس کے سپرد تھا ۔ بہت سے زمیندارون
سے گنجایشی علاقے متاجری مین اپنے متعلقین کو دلاتے ۔ عالی شان ناظمون کی یہ قدرت نہ تھی کہ اون کے
دیہات متعلقہ مین دست اندازی کرتے اور اہل دفتر کو مقدور نہ تھا کہ سرکاری جمع طلب کرتے ۔ گویا وہ تمام
دیہات زرخیز اوس کی جاگیر مین تھے ۔ جو کچہہ دل مین آیا دست برداشتہ دیدیا ۔ روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے زمانے مین
اوس کے ہاتھ سے ایک دم آرام نہین پایا ۔ شرارۂ غضب سلطانی مشہور تھا اوس کا حلیہ یہ تھا ۔ سیہ فام ۔ بلند قامت
زشت صورت ۔ غیور طبع ۔ بیمروت ۔ لیکن باوجود اس کے اپنے کار مرجوعہ مین عدالت اور انتظام جاری رکھنے مین
اوروں سے بہتر تھا ۔ خدمات شاہی مین اتنی جفاکشی کرتا تھا کہ رات بھر مین دو چار گھڑی سے زیادہ نہ سوتا تھا ۔
ہر وقت کمر بندھی رہتی تھی ۔ اتنی مہلت نہ تھی کہ ایک گھڑی کمر کھولتا ۔ سالہا سال اوسی بیدار مغزی اور جفاکشی مین
گذرے کہ اس رتبہ امارت کو پہنچا اوس سے بہتر لطف حکمرانی دوسرے کو نصیب ہوا ۔

دھنیا کہاری کو فضل النسا خطاب اور چودہ پارچہ کا خلعت مع سپر و شمشیر ملنا ۔ بادشاہ کی کئی چھڑیان قیمتی ٹوٹی ہونا ہر ایک چھڑی کا دھنیا کے بدن پر چھوانا ۔ اون کا بادشاہ کے ہاتھ سے لیکے بھاگنا اور اسطرح سب چھڑیان کو لیجانا ۔ دلوی کہاری کے عروج کا یہانتک ترقی کرنا کہ روشن الدولہ کا اپنی وزارت کے استحکام کے لئے اوس سے آشنائی کر لینا ۔ چار پانسو پری پیکر عورتوں کے غول کا بادشاہ کی سواری کے جلو مین چلا کرنا دھنیا کی وجہہ سے فقیر محمد خان اور درشن سنگھہ کا ذلت اوٹھانا

دھنیا مہری اور دلوی مہری ۔ یہ دو کہاریان چھوٹی بڑی مشہور تہین ۔ دھنیا کہاری دو سو کہاریون کی افسر تھی ۔
بادشاہی ڈیوڑہی کی حفاظت اور [illegible] کو سزا دینا اہل محل کو ہدایت کرنا اوس سے متعلق تھا ۔ اور

محلات اوس کے سپرد تھے - افضل النسا خانم خطاب تھا - اور چودہ پارچہ کا خلعت مع سپر و شمشیر بادشاہ نے
اوس کو دیا تھا - جب اس کو پورا عروج حاصل ہوگیا تو عالی شان عمارات اور مساجد اور امام باڑے کی تیاری
شروع کی - اور ایک قطعہ زمین فقیر محمد خان سے اپنے واسطے طلب کیا - اونہوں نے ٹکا سا جواب انکار کے
ساتھ دیا - دھنیا نے بادشاہ تک اس معاملے کو پہنچایا - بادشاہ نے ترش ہو کر فرمایا کہ فقیر محمد خان کس کا نوکر ہے
اوس کو شہر سے نکالو - مگر روشن الدولہ نے جو دیکھا کہ دھنیا چاہتی ہے کہ فقیر محمد خان کی کمائی میں ڈالکر چشمی کرے
اونکو لاکھوں روپیوں کا مستاجر قرار دیکر حکم اخراج منسوخ کیا - آخر اس تقریب میں کچھ دنوں کے بعد مجبور ہو کر مرزا گنج
کی طرف رخصت کیا - یہ قدر و منزلت ایک ذلیل کہاری کی روشن الدولہ اور فقیر محمد خان کے مقابلے میں تصور کرنا چاہئے
خان مذکور بھی اسقدر افسردہ دل اور شکستہ خاطر لکھنؤ سے گئے کہ کارخانے میں جسقدر مرغ وغیرہ اور سیکڑوں
روپئے کا غلہ تھا بدکشتی کی رقت کی وجہ سے محتاجوں کو دیا - جب سبحان علی خان نے دیکھا کہ دھنیا کا رنگ بخوبی جما
تو اوس کے ہاتھوں سے راجہ درشن سنگھ کو پامال کرنے کی فکر کی - اور اوس کے کان بھر کر آمادہ کیا ایک دن دھنیا
نے کچھ کھانا نذر آئمہ کا بادشاہی محلات میں بھیجا - درشن سنگھ نے ممانعت کی - دھنیا نے آشفتہ ہو کر بہت لعنت
ملامت کی اور بادشاہ نے بھی دھنیا کی طرفداری کی - راجہ درشن سنگھ سبحان علی خان کی عزت کا دشمن جانی بنگیا -
دھنیا مہری بادشاہ کے انعام و اکرام سے اسقدر مالا مال ہوئی کہ بیان سے باہر ہے - اوس داد و دہش کا ایک نمونہ
یہ ہے کہ ایکدن بادشاہ نے ایک چوبی چھڑی سے عالم نشاط میں آہستہ آہستہ دھنیا کو مارا اوس شوخ چالاک نے وضع
عرض کیا کہ اگر یہ چھڑی موتیوں کی ہوتی تو آبرو کا باعث تھی - بادشاہ نے حکم دیا کہ اسقدر چھڑیاں آبدار موتیوں کی تیار ہوں
چنانچہ کئی چھڑیاں بنیں - ہر ایک چھڑی کا طول میں گز بھر سے زیادہ اور دور میں دو انگشت سے کم نہ تھی - اور بڑے بڑے
آبدار موتیوں کی لڑیاں گندھ کر ہر ایک چھڑی ان سے بنی تھی - دس بیس مثقال سے کوئی موتی وزن میں کم نہ تھا
جو چھڑی بادشاہ اوس مہری کے چھواتے وہ چالاکی کے ساتھ شوخی حسن و ادا دکھا کر بادشاہ کے ہاتھ میں سے
لیجاتی تھی - چنانچہ اسطرح کئی جواہر نگار چھڑیاں اوس کے ہاتھ آئیں - اور دولوی کہاری پر بھی بادشاہ کی ایسی منظر
مہربانی تھی کہ روشن الدولہ نے اپنے ابا کے منصب و آبرو وغیرہ کے لئے اوس سے آشنائی کرلی - چار پانسو عورتیں
پری پیکر خوبصورت ملازم سلطانی ان مہریوں کی ہمراہی میں تھیں - ایک سے ایک حسن و جمال میں غیرت قمر و آفتاب تھی
سن و سال میں کوئی پری رخسار بیس پچیس برس سے زیادہ نہ تھی - یہ عورتیں پر تکلف پوشاکوں اور زیور سے آراستہ رہتی تھیں
ہر وقت عطر سے معطر ہوتی تھیں اکثر امراء تماشبین ان دلفریبوں سے شب کو بازار گرم کرتے تھے - اور لکھنؤ کے
نوجوان طرحداران پر مرتے تھے - شہر کی طرحدار رنڈیوں کا بازار ٹھنڈا ہوگیا تھا - یہ سب عورتیں بادشاہ کی سواری کے
ساتھ رہتی تھیں - جسوقت اس حسن و تجمل کے ساتھ سلیمان جاہ کی سواری ہوا در تخت سلیمان کی طرح دوش بدوش

جاتی تھی ۔ اوس حلبہ کے دیکھنے والوں کو عالم قاف نظر آتا تھا ۔

مکّا درزی

مکّا نام ایک درزی خیر آباد کا رہنے والا بادشاہی لباس سیا کرتا تھا اور محلات شاہی کی فرمائشات بھی اوس سے متعلق تھی تین لاکھ روپئے سالانہ سے زیادہ اس کارخانے کا صرف تھا ۔ ملک میں سے اسقدر آمدنی کی جائداد اوس کو دیدیجاتی تھی ۔ اور کبھی خزانے سے زرنقد اوس کو ملتا تھا ۔ نہایت سخی آدمی تھا ۔ گومتی کے پار تالکٹورا کے قریب عمارات عالی تیار کرائیں ۔ اور کٹرہ تعمیر کیا ۔ اور مکّا گنج جو اوس زمانے میں نہایت آباد تھا ۔ بنا یا مسجد اور سرائے بھی بنوائی مسافروں کو خواہ ہندو ہوں یا مسلمان اس سرائے میں کھانا تقسیم ہوتا ۔ اکثر دیہاتی طوائفوں کے ڈیرے اس سرائے میں پڑے رہتے تھے ۔ لاکھوں روپیوں کا آدمی تھا اوس کے نوکر چاکر فرش زر و مخمل بچھاتے تھے ۔

نواب سعادت علیخان کے جمع کئے ہوئے خزانے کا نصیر الدین حیدر کی بے پروائی سے برباد ہوجانا

نواب سعادت علیخان نے نقد چودہ کروڑ روپئے سے زیادہ جمع کئے تھے اور کہا کرتے تھے کہ چودہ کروڑیاں روز ہیں سیاہ کے ایک دن کے خرچ کیلئے جمع کی ہیں ۔ یہ تمام روپیہ رائیگان خرچوں میں صرف ہوا کہ نہ متاع آخرت ہاتھ آئی اور نہ دنیا کا کام بنا ۔ نواب سعادت علی خان نے ایک کروڑ روپئے جلال الدولہ کی ماں خاص محل کے پاس کسی مصلحت سے رکھ دئے تھے ۔ اور ایک کروڑ روپئے شمس الدولہ کے سپرد کئے تھے اور چوراسی لاکھ روپئے نواب نصیر الدولہ کے تفویض کئے تھے ۔ اور دو کروڑ روپئے خزانہ سیاہ میں جمع رکھے تھے اور آٹھ کروڑ روپئے خزانہ عامرہ میں رکھے تھے جسکے کوٹھے بر مہر لگی ہوئی تھی غازی الدین حیدر کے وقت میں انمیں سے بہت سا روپیہ صرف ہوکر تخمیناً ساڑھے چھ کروڑ روپئے خزانے میں باقی تھے ۔ وہ نصیر الدین حیدر کے ہاتھوں سے اسطرح خرچ ہوئے کہ ابتدائے جلوس میں دو کروڑ روپئے کے قریب خرچ میں آئے انمیں سے نقد باون لاکھ روپئے تو معتمد الدولہ آغا میر کو اور تین لاکھ روپئے سبحان علی خان کو عطا کئے تھے اور منیر الدولہ علی خان اعتماد الدولہ کی معرفت زمانی محل کے وثیقے کے لئے کروڑ روپئے اور خود اعتماد الدولہ کے وثیقے کے واسطے چوبیس لاکھ روپئے بہیجے گئے تھے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپئے نذر نیابت وغیرہ کے

وثائق کی بابت دیے گئے تھے اور یہ وثائق کے روپئے اعتماد الدولہ کے عہد وزارت مین رکیٹ صاحب رزیڈنٹ کے ذریعہ سے سرکار کمپنی مین داخل ہوئے تھے۔ اور منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان نے اپنی وزارت کے زمانے مین ایکبار بائیس لاکھ ستر ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپیہ کا نوٹ کی خریداری کے نام سے نکلوائے اور ایکبار پچاس لاکھ روپئے سپاہ کی تنخواہ بے باق کرنے کے واسطے خزانے مین سے لئے ایکہ باقی ارباب نشاط پر صرف ہوئے۔

نواب روشن الدولہ وزیر اعظم کے انتظامات

۱۴ جمادی الآخر سنہ ۱۲۴۸ ہجری مطابق ماہ نومبر سنہ ۱۸۳۲ء کو روشن الدولہ وزیر ہوئے۔ ان کا نام محمد حسین خان اور عرف مرزا تھو اور خطاب روشن الدولہ منیر الملک محمد حسین خان بہادر قایم جنگ ہے۔ اور اشرف علیخان ابن بندہ علیخان ثانی کے بیٹے ہین نسب ان کا مادری اور پدری دونون واسطونسے علی مردان خان فیروز جنگ تک پہنچتا ہے۔ جنکو شاہجہان کے عہد مین امیر الامرائی کا منصب حاصل تھا ابتدا مین وہ شاہ عباس ماضی کے سردار تھے اور شاہ کی طرف سے قندہار کے گورنر تھے شاہ صفی سے نمکحرامی کر کے قلعہ شاہ جہان شاہنشاہ ہندوستان کے نوکرون کے سپرد کر کے شاہ جہان کے پاس چلے آئے۔ ہشت ہزاری منصب پایا گو ایران مین خاندان صفویہ کے ساتھ نمک حرامی کی۔ مگر ہندوستان مین اپنی دانائی اور وفاداری اور انتظامی لیاقت کی وجہہ سے تمام امرا پر فوقیت لیگئے تھے یہانتک کہ بادشاہ اونکو مخاطبات مین یار وفادار فرماتے تھے سنہ ۱۰۶۷ ہجری مین انتقال کی۔ روشن الدولہ سعد الدولہ آغا میر کے سمدھی تھے غازی الدین حیدر کے عہد مین جنگلہ بسواڑہ کے ناظم تھے۔ جب منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان کو نصیر الدین حیدر نے معزول و مستعفی کیا تو روشن الدولہ نے خلعت و قلمدان وزارت پایا ابتدا سے عہد وزارت مین روشن الدولہ کی طبیعت احتیاط پسند تھی اور صاحب رزیڈنٹ اور صاحبان کونسل کلکتہ کی رضا جوئی مد نظر رہتی تھی۔ روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے استحکام کے لئے اور گورنر جنرل کے یہان ناموری حاصل کرنے کی غرض سے یہ تدبیر کی کہ مولوی اکرام حسین کو جوان دنون رخصت لیکر اپنے وطن مین آئے ہوئے تھے اونکے بیٹے میرن کی معرفت بلایا اور کلکتے کی سفارت کا عہدہ اونکے سپرد کیا۔ یہ مولوی صاحب کپتان بنسن کے بڑے دوست تھے اور کپتان صاحب کو گورنر جنرل کی خدمت مین بہت تقرب حاصل تھا۔ جب مولوی اکرام حسین کلکتے مین پہنچے تو گورنر جنرل نے سفارت مذکور کی تعین کی وجہہ سے بنظر مصلحت منظور فرمائی۔ مولوی صاحب نے کپتان کی معرفت گورنر جنرل کے کان مین بادشاہ اور وزیر کے محامد ڈالکر دو تین چٹھیان روشن الدولہ کے انتظام کی تعریف مین حاصل کر کے لکھنو کو بھیجین

منشی التفات حسین میر منشی رزیڈنسی کو چونکہ رزیڈنٹ کے مزاج میں زیادہ مداخلت تھی روشن الدولہ نے میر منشی
کی رضا جوئی کی غرض سے رسول آباد کے علاقے کی اصلی جمع میں سے ستر اسی ہزار روپیے کی کاغذوں میں
کمی کر کے دلاور حسین خان برادر منشی مذکور کی مستاجری میں دیدیا یہ علاقہ روشن الدولہ کے آخر عہد تک انھیں کے پاس رہا
اور مولوی غلام نبی کشمیری کو جو سابق میں مرزا جنگلی صاحب فرزند نواب شجاع الدولہ کی طرف سے کچہری رزیڈنسی
میں دکانوں اور عمارات کے مقدمات میں پیروی کے لئے آمد و رفت رکھتا تھا روشن الدولہ نے منشی التفات
حسین خان اور مسٹر ماش صاحب اسسٹنٹ رزیڈنٹ کی سفارش کی وجہ سے پہلے عمارت کوٹھی رزیڈنسی
کی داروغگی پر مقرر کیا اور دو سو روپیے ماہوار تنخواہ کر دی - پھر پانسو روپیے مقرر کر دیے اور عہدہ سفارت
رزیڈنسی کا خلعت ملا یا خان مذکور نے عہدہ سفارت کو جو تنزل پذیر تھا خوب مستحکم کر دیا جب روشن الدولہ
کی وزارت کو کچھ بھی استقلال حاصل ہوگیا تو جرنیلی کا خلعت اپنے بڑے بیٹے مرزا محمد حسن کو دیا - اور وزارت کی
نیابت پر راجہ لال جی آنوجی کی سفارش سے مقرر ہوا اور سبحان علی خان کے ہاتھ میں وزارت کے تمام کاموں کا
حل و عقد تھا - مرزا محمد حسن جرنیل کی ماں کو بادشاہ نے خلعت اور سکھپال دیا - مرزا حاجی صاحب وزارت
کے لئے خیالی پلاؤ پکا رہے تھے جس وقت روشن الدولہ کو یہ امر تحقیق ہوا کہ محلات کے ذریعہ سے ......
نیابت کا سوال و جواب ہو رہا ہے تو روشن الدولہ نے بنظر حفظ ما تقدم مرزا حاجی صاحب کو حکم دیا کہ محمد
کے ساتھ کانپور کو چلے جائیں یعنی اب دوسرے یاروں کا اخراج شہر سے ہوا - اور جو لوگ روشن الدولہ کے
رفیق قدیم تھے انکو بڑے بڑے کام ملے چنانچہ منشی جھنگا نام ایک قصباتی آدمی کو جو سابق میں سرکاری
مال کے غبن کرنے کی علت میں ملزم ہوا تھا خانساماں بنایا - اور شیخ ہدایت علی اور جعفر علی کو دیوان خانے
کا داروغہ کیا اور میر حیدر علی کو جو ایک مسخرہ آدمی تھا اور دوسرے ذاکر علی قد رعایت بخری بڑی
تنخواہ ہونے کے ساتھ کارخانوں پر مامور کیا اور روشن الدولہ کے بھائیوں کا دو دو تین تین سو روپیہ روزینہ
مقرر ہوا اور روشن الدولہ نے امیر مرزا اپنے قریبی رشتہ دار کو نواب گنج کا علاقہ تفویض کیا اور شیخ امجد علی
اور مولوی کرامت علی اور منشی ظہیر الدین اور شاہ قطب اعظم اور حکیم میر اکو وغیرہ بھی عمدہ عمدہ مشاہروں سے
فیضیاب ہوئے اسوقت امور سلطنت کے انتظام میں تنزل اور وزارت کے معاملات میں ترقی بہ نسبت
عہد معتمد الدولہ کے تھی اور عدالت العالیہ کا کام مشرف علی خان رفیق مسٹر لوسیم پر جو سبحان علی خان سے
اتحاد رکھتا تھا بحسب دستور بحال رہا اور شہر کی کوتوالی مستقیم بیگ کے مرنے کے بعد علی رضا بیگ کے نام قرار پائی
اور روزنامچہ کی تحویل جو خزانہ سلطانی سے پالک سے آتی تھی اور انگریزی نوٹوں کی خرید و فروخت اور
نیلام خانہ اور مطالبات سرکاری کی تحویل مظفر حسین خان بن سبحان علی خان سے ہوا اور علاقہ

اور تھا نجات محالات کی خدمت سبحان علی خان کے پاس خاطرت نورالدین حسین خان ابن تاج الدین
حسین خان سے جو اپنے باپ سے آزردہ ہو کر چلے آئے تھے متعلق ہوئی اور پانسو روپیہ تنخواہ مقرر ہوئی
اور حکیلہ سلطانپور راجہ تیجا ورسنگھہ المخاطب راجہ بہادر کے پاس رہا اور کچھہ دنون ہیبت خان سے ابتدا
سے اس علاقے مین خاک ویرانی اور ابتدا مین امانی کا طریق جاری تھا مید اس کے اس نظامت
پر احسان حسین خان وکلہ سبحان علی خان مقرر ہوئے اور روشن الدولہ کے آخر عہد وزارت تک انکی
تبدیلی ظہور مین نہ آئی احسان حسین خان کی نیابت مین کبھی خادم حسین خان امور ہے اور کبھی
قطب الدین حسین خان - گو احسان حسین خان کی خصوصیت روشن الدولہ کے ساتھ اسیا تہ کی سقیفتی
نہ تھی کہ اس نظامت سے وہ جدا ہون مگر ایک عجیب سانحہ رونکار ہوا کہ احسان حسین خان اور راجہ بلیدری
کے درمیان جنگ ہوئی - زمیندار مذکور شکست پاکر انگریزی حکومت کی سرحد مین چلا آیا فوج شاہی نے
اوس کا تعاقب کیا پہوڑا اتفاق وقت سے بعض انگریزی رعایا اس سپاہ کے ہاتھون پائمال ہوئی اس
مواخذے مین اوس علاقے کی حکومت دوسرے کے نام پر تبدیل ہوئی - مگر روشن الدولہ کی خدمت مین
اون کا اقتدار ترقی پکڑ رہا تھا نتیجہ علاقونکی مستاجری اور امانی پر احسان حسین خان کی تجویز سے عامل
مقرر ہونے لگے - عزل ونصب بالکل اونکے قابو مین تھا -

روشن الدولہ وزیر اعظم اور اونکے صلاح کارونکی وجہہ سے سلطنت کے سر کام مین تباہی پڑنا خزانے مین ملک کی آمدنی جمع نہوتا بلکہ خزانے سے روپیہ نکلتے نکلتے اوسکا خالی ہوجانا تحصیل زر کے لئے دولتمندونکو عہد دینا

آمدنی ملک کا خزانے مین داخل ہونا موقوف ہوا معتمد الدولہ آغا میر کے عہد کا نقشہ پھر قائم ہو گیا -
کبھی ظفر الدولہ بادشاہ کے کان کھولدیتے تھے - وہ ایک روز ناکیدنا باقی اور تشویش ظاہری صورت
ظہور مین آتی تھی - باقی تبیین - آخرکار خزانہ عامرہ زر نقد سے خالی ہوا - بادشاہ کے مصارف کی
کثرت نے روشن الدولہ کو تنگ پکڑا اور روشن الدولہ کے اقبال اپنی جگہ سے ہوتے تھے - ملک آمدنی
کفایت کرتی - آخرکار خرابی کی صورتین [illegible] نے نکلیں معقول اور دولتمند لوگون کے لئے عہدہ

خدمتین اور معقول عہدے تجویز ہونے لگے تاکہ ان سے نذرانہ یا پیش کش کے طور پر روپیہ ہاتھ لگے یا کچھ ترقی کی راہ کہلے۔ اس تقریب مین کئی شخص دربار مین حاضر ہوئے چنانچہ سکھ چند کاغذ والہ بلا یا گیا۔ یہ شخص دلی کا رہنے والا تھا۔ اس سے قبل شاہ دلی کا خزانچی تھا۔ اسکو ظاہر مین سونے کی چڑیا سمجھ کر دو ایک نظامتون کی پوتہ داری کا خلعت دیا وہان تھیلیون مین روپیہ نہ تھا۔ تیر تدبیر نشانے پر نہ پہنچا اسلئے کچھ دنون کے بعد معزول ہو کر دلی کو چلا گیا۔ اسیطرح کئی صورتین بنا کر بگاڑ گئین اور زر نقد ہاتھ نہ لگا۔ مگر درمیانی آدمیونکے پوبارے تھے۔ اونکے کچھ نہ کچھ ہاتھ لگ ہی جاتا تھا۔

راجہ درشن سنگھہ اور مہاراجہ میوہ رام کا ملک کی واصلباقی کا کاغذ بنا کر بادشاہ کو دکہانا اور ملک کی ویرانی وخستہ حالی اونکے ذہن نشین کرنا بادشاہ کا روشن الدولہ کی گرفتاری کا منصوبہ باندہنا اونکو خبر ہو جانا۔ بادشاہ سے عفو قصور کرانا درشن سنگھہ اور اوس کے عملے پر افشاے راز کیوجہ سے بادشاہی عتاب نازل ہونا

روشن الدولہ کے عہد وزارت اور سبحان علی خان کے بیٹون کی ترقی کے زمانے مین دفتر مال کا نقشہ بالکل ماند ہو گیا۔ اوسوقت مین اس سررشتہ کا نام سررشتہ دیوانی تھا۔ مہاراجہ میوہ رام نے حکیم مہدی علیخان منتظم الدولہ کے عہد وزارت مین عہدہ دیوانی سے استعفا دیدیا تھا۔ اور اونکی جگہہ راجہ بالکرشن کام کرتے تھے اب روشن الدولہ کے عہد مین میوہ رام دوبارہ کام کرنے لگے۔ اور احسان حسین خان نے یہ کیا کہ حساب مرتبات ملک کے واسطے جو شرطین ناظمون سے ٹہرتی تہین اونکے مخفی رکہنے کی غرض سے متصدیان دفتر دیوانی کو بالکل بیکار سا کر رکھا تھا۔ بقدر ضرورت اطلاع کرتے تھے اور باقی خفیہ ہی اپنا حق مقرر کیا تھا اگر مہاراجہ میوہ رام کبھی واصلباقی کا کاغذ بادشاہ کو دکھاتے تھے تو روشن الدولہ کی رائے کے خلاف ہوتا تھا۔ اور ظفر الدولہ بادشاہ کے کانون مین باتین ڈالتے تھے۔ مگر اونکی طرف توجہ نہوتی تھی۔ راجہ درشن سنگھہ غالب جنگ کا بادشاہ کے ساتھ بازار صحبت گرم تھا۔ اور رات دن کی حاضر باشی

بیرونی سرکشوں کا تدارک اور باقی داروں کی تنبیہ اور متاجروں کا قید کرنا اوس سے متعلق تھا پھر شخص نوبت
اور منع پاکر جو کچھ دل میں آتا تھا بے تکلف بادشاہ کے گوش گذار کرتا تھا اس وجہ روشن الدولہ کی
آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا تھا - اوس کی بیخ کنی کی فکر میں ہمیشہ لگے رہتے تھے - مگر کوئی تدبیر کارگر
ہوتی تھی - مہاراجہ سیوہ رام بھی اس فکر میں تھے کہ بادشاہ کو سلطنت کے کاموں کی طرف متوجہ کریں چنانچہ
سیوہ رام اور غالب جنگ نے ملک کی واصلباقی کا کاغذ تیار کیا - اس سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ
عاملوں کی خود سری اور سبحان علی خان کے بیٹوں کو صاحب اختیار ہونے سے ملک کی آمدنی بالکل
خرابی میں آگئی تھی - اور روشن الدولہ کے کثرت مصارف سے مال سرکار میں خرابیاں پیدا ہوئیں -
یہ کاغذ بادشاہ کو دکھایا وہ بے انتہا غصے ہوئے اور روشن الدولہ کی ناکردہ کاری اور کمبخت کی سازش
سے سرکاری مال کا منتشر کرنا اون پر ثابت ہو گیا - غالب جنگ کو حکم دیا کہ تلنگوں کے چند پہرے تیار رکھو
جو کچھ ہمارا حکم نافذ ہو گا تعمیل کرو - غالب جنگ نے اپنے نائب بھوراج کے ذریعے تلنگوں کے افسر
کو بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا - بھوراج نے اپنے کارندے بھوانی داروغہ کو تعمیل کے لئے حکم دیا - یہ
بھوانی روشن الدولہ سے میل رکھتا تھا - اس نے مخفی جا کر اوس کے کان کھولے اور اوس راز نہانی سے
مطلع کیا - روشن الدولہ کو سبحان علی خان سے یہ بات بخوبی ذہن نشین ہوئی اور یقین کامل ہوا کہ یہ تمام
انتظام اوس شخص کی گرفتاری کا ہے - روشن الدولہ نے اوسی وقت یہ تدبیر کی کہ بادشاہ کے پاس گئے
اور سر سے شملہ اوتار کر بادشاہ کے قدموں پر رکھ دیا - اور عرض کی کہ خانہ زاد معتمد الدولہ اور منتظم الدولہ
کی طرح نہیں ہے کہ انگریزوں سے میل ملاپ رکھے - بہرحال حضرت کا ازلی وابستہ ہوں نظربندی
کے لئے پہروں کی احتیاج نہیں - اگر حکم ہو تو اپنے ہاتھوں سے پاؤں میں زنجیر پہن کر در دولت پر
مقید رہوں - جان و عزت دونوں حضور پر نثار ہیں - بادشاہ نے فرمایا کہ تم کو اس معاملہ سے کیونکر
خبر ہوئی روشن الدولہ نے حال سلسلہ وار جس طرح گذشتہ رو ہوا تھا بیان کیا - مادہ فساد انقلاب کس کا تھا
اور کس کے سر جاتی ہے - بادشاہ کو یقین کامل ہو گیا کہ غالب جنگ نے ہمارا راز افشا کر دیا پھر
حکم دیا کہ بھوانی اور گنگا منہ سے ابھی کھلوا دئے جاتی - اور غالب جنگ کو طوق و زنجیر پہنا کر قید کر دیا تھا
اور اوس کا تمام اثاثہ البیت ضبط ہو - چنانچہ یہ سب امور بظہور میں آئیں - غالب جنگ ذلت کے
ساتھ راجہ بختاور سنگھ کے سپرد ہو کر گرفتار بلا ہوا - اب مہاراجہ سیوہ رام نے دیکھا کہ غالب جنگ نے
اپنے ہاتھوں سے کس کی کھائی ابھی حفظ آبرو کے لئے نا قابل اکہ دن بہ روز بہتر آتا ہے - اناجی
کی معرفت زیارت کربلا سے معلی کے لئے ضامنت رخصت بادشاہ سے لیکر منزل مقصود کی طرف

آمدنی ملک سے ادا کرو دیگی بادشاہ نے ستر لاکھ روپے ظفر الدولہ سے طلب کیے اونہون نے چند روز
کی مہلت لیکر خزانے کا جائزہ لیا اور کاغذات درست کر کے خالی صندوق جو سربمہر تھے دکھائے - اور ایک
حوض جس مین روپیہ بھرا رہنے کے پندرہ سولہ لاکھ روپے کے حساب جمع خرچ بن باقی تھے اوس کا کاغذ ملاحظہ مین گذرانا
اور عرض کیا کہ نواب سعادت علی خان کا جمع کیا ہوا تمام خزانہ معتمد الدولہ آغا میر کی نیابت کے زمانے سے اس
شہر دولت تک خرچ ہوگیا اور آمدنی ملک مین کی ایک حبہ خزانے مین داخل نہوا اب خالی صندوقون اور تھیلیون کی
حفاظت سے کیا فائدہ جس شخص کے لیے حکم عالی ہو اوس کے سپرد کردون - بادشاہ نے یہ مضمون روشن
الدولہ سے بیان کیا - اونہون نے جواب دیا کہ یہ بیان ظفر الدولہ کا صحیح نہین - آخر کار بھوانی مہرا کو جو خزانے کا
طلبدار تھا بلا کر دریافت کیا اوس نے روشن الدولہ کے اشارے سے عرض کیا کہ خزانہ نذر کو خزانے
کی حفاظت معلوم نہین کہ کس قدر روپیہ تھا اور کدھر کہان گیا لیکن اسقدر جانتا ہون کہ بے حکم سرکار ایک
حبہ صرف نہین ہوا - اس بات سے بادشاہ ظفر الدولہ پر اور بہت خفا ہوئے اور قطعی حکم گوشہ نشینی
کا نافذ ہوا - جب ظفر الدولہ کی آمد و رفت دربار مین بند ہوئی تو روشن الدولہ نے چاہا کہ بادشاہ کی مہر
بھی انسے لے لی جائے - یہ عرض نامقبول ہوئی حکم ہوا کہ ضروری کاغذات اون کے پاس بھیجے
جایا کرین کہ وہ حسب ضابطہ مہر لگا کر بھیجدیا کرین -

سبحان علی خان کنبوہ اور اونکے متوسلون کا عروج دولت - بادشاہ کی آزاد مزاجی اور بادشاہ کا روشن الدولہ کے بیٹے کے ساتھ وہ تمسخر کرنا جس سے روشن الدولہ کا بے انتہا شرمساری اوٹھانا - اور روشن الدولہ کی تضحیک مین بادشاہ کا دوسرے طور پر بھی کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنا

سبحان علیخان اور اون کے متوسلون کو وہ عروج حاصل ہوا کہ احسان حسین خان بیٹا سبحان علیخان
دیتے جلسے مین علانیہ یہ بات کہا کرتا تھا کہ بڑے بڑے مشکل کام ہم باتون مین حل کرسکتے ہین روشن الدولہ
مین اتنی قابلیت نہ تھی کہ وہ سلطنت کے کامون کا بوجھ سنبھال سکتے - اسلئے کل بڑے بڑے کام ہین

نصیحت نہیں سنتے اسلئے میں چاہتا ہون کہ بادشاہ کو متاجری کے حیلے سے راہ پر لاؤن تاکہ سپاہ کی کمی
کی صورت ظہور میں آنے سے پہر ملک کا بندوبست امانی کے طریق پر عمل میں آوے جس سے رعیت کی پریشانی
رفع ہو آخر جمع مقبولہ حکیم مہدیعلیخان پر دو لاکھ روپیہ اضافہ کرکے تراسی لاکھ روپیہ جمع قرار دیکر بادشاہ
عرض کیا کہ حکیم مہدیعلیخان نے پچاس لاکھ روپیہ حضور کو دینا کہا تھا میں سلطنت کا دولت خواہ ہون ساٹھ لاکھ
روپیہ حضور کے مصارف کے لئے حاضر کیا کرونگا - لیکن عزل و نصب عاملون کا اور سپاہ کی کمی بیشی میرے
اختیار میں رہے - بادشاہ نے جواب دیا کہ سرکار کمپنی اس بات کو منظور نہین کرتی اور ریذیڈنٹ نے بھی معتمد
الدولہ کی اس رائے کو ناپسند کیا اور یہ جواب دیا کہ اگر متاجری اس ملک کی کیفیت مناسب ہوتی تو سرکار کمپنی
کسواسطے اس ملک کو اجارہ نہ دیلیتی - اگر روشن الدولہ اس سے بہتر کوئی اور تدبیر نکالیں تو انکے واسطے
وثیقہ مقرر کیا جاوے - اور جس شخص کو شہ چاہیں وہ بھی وثیقہ دار ہوسکتا ہے - جب یہ خیال خواب روشن الدولہ
کا باطل ہوا تو مجبور ہوکر فوج کی کمی کا حکم دیا - جب ان کی شان سے دیکھا کہ خلق اللہ کی گردن پر ظلم کی چھری
پھیرنا بدنامی کا باعث ہوگا - اپنے آپکو [illegible] روالے ہوا اور روشن الدولہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ علاوہ خلعات
انگریزی جو بادشاہ کے نوکر ہیں اونکو حکم ہو کہ کوئی ملکنات جاگیر وغیرہ کا جو اپنے اپنے علاقہ میں اونکی نظر درپیش
ناموزون نظر آئے اوس کو موقوف کرین - ان افسران سپاہ نے اکثر جب سپاہ کی تنخواہ [illegible] میں دیکھی اور
خوب سے قابل کئے تھے - یہ حکم ہر طرف کا شکر بھیجا گیا اور مجبور ہوکر ان انگریزون کے علاوہ کی تنخواہ
دیکر یہ صورت نکلوائی کہ یہاں کی سپاہ کی کمی مناسب نہیں چکلہ دارون کو حکم ہو کہ اپنی سپاہ متعینہ میں سے
چہارم سپاہ برطرف کرین - چنانچہ فرمان شاہی چکلہ دارون کے نام جاری ہوئے اور صدہا سپاہی واسطے
بدعملی ہر طرف مل گئی - آخر روشن الدولہ صاحب ریذیڈنٹ کو کہا کہ کوئی انگریزی کمپنی سے جو کمی فوج کا
انتظام کرنے سے طلب کیجئے - اور یہان کی سپاہ میں تخفیف کرنا ملک میں بدنظمی کا باعث ہے - اس عرصے میں
چکلہ دارون کی عرضیان بھی بادشاہ کی خدمت میں آئیں کہ سپاہ کی کمی سے ملک میں بدامنی پھیلی

عہدۂ سفارت کلکتہ کی موقوفی نصیر الدین حیدر کا جارج چہارم بادشاہ انگلستان کے پاس تحائف بھیجنا نصیر الدین حیدر کے ایک سفیر کا بوجہ بدچلنی کے لندن سے نکالا جانا

مولوی اکرام حسین بادشاہ کی طرف سے کلکتے مین سفارت پر مقرر تھے جب اونکے مربی کپتان پیٹن
ولایت کو چلے گئے نواب صاحب رزیڈنٹ کی تحریک سے گورنر جنرل نے لکھنؤ کے سفیر کا اپنے
پاس رہنا موقوف کیا۔ سبحان علی خان نے دیکھا کہ اس سفارت کے سلسلے کا منقطع ہونا اچھا نہین تو
اونھون نے کرنیل ڈلوا صاحب فرانسیس کو بادشاہ کا سفیر بناکر لندن کو بھیجنا تجویز کیا۔ اور مولوی اسمٰعیل
کو جنکے گھر مین ایک عیسائی عورت تھی اور اس سبب سے انگریزی زبان خوب جانتے تھے اس سفیر کی
ہمراہی مین مقرر کیا۔ اور دو تین لاکھ روپیہ کی قیمت کے تحائف جن مین خراسانی تلوار مع ساز و سامان
مرصع کے اور پلنگ مرصع کی پالکی اور گھوڑے وغیرہ تھے بادشاہ لندن کے لئے اون سفیرونکو دیے
لیکن صاحب رزیڈنٹ نے ڈلوا صاحب کا سفیر بنانا نامنظور کیا اس وجہ سے ایک اور انگریز اس سفارت پر
مع اون تحائف کے اور جو ایسے سفرون مین دیے جاتے ہین بھیجے گئے۔ ان سب تحفون مین سے صرف
حیوانات قبول ہوئے باقی واپس ہوئے۔ وہ انگریز وہین رہا اور مولوی اسمٰعیل اس وجہ سے لندن سے
نکالے گئے کہ ایک دن نشہ شراب مین ایک مس پر دست درازی کی تھی۔ مولوی اسماعیل حیدرآباد
مین پہنچکر مر گئے۔

رزیڈنٹ کا اودہ کی بدانتظامی کی شکایات گورنر جنرل کو لکھنا وہلنے بادشاہ کو انتظام ملکی کی طرف متوجہ ہونے کے لئے تاکید ہونا بہت سی عورتون کا محلات سلطانی سے مخبری کے شبہ مین خارج ہونا

اودہ مین بدنظمی کا وہی حال چلا جاتا تھا جو پہلے تھا اسلئے رزیڈنٹ نے متواتر یہان کی بدانتظامیونکی شکایات
گورنر جنرل کو لکھی۔ وہان سے کئی خط بادشاہ کے پاس آئے۔ اور گورنر جنرل بہادر بادشاہ کو سمجھاتے
سمجھاتے تھک گئے کہ ملک کا انتظام کرو۔ مگر وہان طبلہ سارنگی کی سریلی آوازون سے ان نغمون کا
اثر ہونے نہ دیا۔ گورنر جنرل اپنی ہی گاتے گئے۔ ولیم بنٹنگ صاحب کے زمانے مین یہ نوبت پہونچی کہ کورٹ
آف ڈائرکٹرز نے بھی اپنے اس اصول پر دیوانی تھی کہ ہندوستانی ریاستون کے معاملات مین دخل نہ دیجئے
گا بلکہ گورنر جنرل کو لکھا کہ اودہ کی سلطنت کا اختیار کچھ دنون کے لئے گورنمنٹ خود لے لے

جس سے وہاں کی بیچاری خلقت امن و عافیت پائے۔ لارڈ بنٹنگ نے اس سبب سے کہ جانے
والے تھے یہ کام کرنا اپنی معتدل فطرتی اور صاف نیتی کے سبب سے پسند نہیں کیا بادشاہ کو لکھ بھیجا
کہ تمہارے ملک کا نہایت ابتر اور بدتر حال ہے ہوش سے کام کرو نہیں تو سرکار پر عہدنامے کی مطابق
فرض ہوگا کہ تمہارا ملک لے لے اور نواب کرناٹک و پیشوا کی طرح پنشن مقرر کردے سلطنت کے کاموں کی
خرابیوں نے حد سے زیادہ اشتہار پایا۔ تاج الدین حسین خان نے اپنے قاعدے کے موافق عرضداشت
عدالت محل کی صورت بھیجی۔ اور نوروزی خانم نے خاصہ کھلانے کے وقت بادشاہ کے ملاحظے میں گذرانی
بادشاہ نے پڑھکر روشن الدولہ کو اوسکے تمام مضمون سے مطلع کیا۔ اور نوروزی خانم کو خارج سے ساز و باز
رکھنے کی علت میں محلات سے نکالدیا۔ صاحب ریذیڈنٹ نے بھی روشن الدولہ کے تمام عملے کی شکایت بادشاہ
تک پہنچائی۔ بادشاہ نے سارے حال سے روشن الدولہ کو آگاہ کردیا۔ اونہوں نے یہ نیا فریب کا جال
بچھایا عرض کیا کہ اس تمام شکایات کا باعث حکیم مہدی علی خان اور تاج الدین حسین خان ہیں جو سلطانی محل
والیوں سے ساز رکھ کے یہاں کی پوشیدہ خبریں حاصل کرکے نکلنے کو بھیجتی ہیں اسلئے ان آسامیوں
کو حضور محل سے نکلوا دیں۔ اس تقریب میں سو پچاس آسامیاں محل سے نکالی گئیں۔ گویا دس پانچ ہزار روپیہ
ماہواری کی سوائے انعامات کی صورت تخفیف اس شکل سے ظہور میں آئی۔ مسٹر ونسنٹ نامی ایک انگریز
کی روانگی سفارت کے طور پر کلکتے کو قرار پائی۔ اور اس کو سفارت کے مقاصد کی درستی کے لئے تین لاکھ روپیہ
کے قریب خزانہ شاہی سے عنایت ہوئے۔ جب وہ روانہ ہوا اس کا بھائی یہاں رہتا تھا اس کی طرف سے
بادشاہ کا مزاج شراب خواری کے وقت کچھ مکدر ہوا۔ اسلئے سفارت کا معاملہ بھی درہم برہم ہوگیا درستی
کی صورت ظہور میں نہ آئی ۔۔

بادشاہ کا روشن الدولہ کے مکان پر اکثر مہمان جانا۔ اور اونکی بی بی کا اپنی دلکش باتوں سے بادشاہ کے دل کو لبھائے رکھنا

اس زمانے میں حد سے زیادہ نصیر الدین حیدر کی مہربانی روشن الدولہ پر مبذول تھی اونکی حویلی پر اکثر
اور قاعدہ بادشاہ جاتے تھے۔ ایک بار شراب کے نشے میں کچھ دیر سوار رہے بیٹھے کی راہ کہ بھیجو تم کو تم

روشن الدولہ اس روش سے کمال سنشد تھے کہ ایسا نہو کہ فتنہ برپا ہو یا کوئی حادثہ ظہور مین
آئے باہر کوٹھی مین بادشاہ کی نشست اونکے مزاج کے خلاف سمجھ کر نکلنے مین اونکو بہلاتے تھے
وہان ارباب نشاط کی صحبت گرم رہتی تھی حسینی طوائف جسکو روشن الدولہ نے اپنے گھر مین ڈال لیا تھا
اور میرزا محمد حسن نام روشن الدولہ کا بیٹا اوسکے بطن سے تھا جسکو روشن الدولہ نے لشکر سلطانی کا جرنیل
بنایا تھا اور جرنیل کی مان کو بادشاہ نے سرفراز محل کا خطاب دیا تھا۔ یہ طوائف بادشاہ کی خدمت مین
حاضر رہکر ایسی رنگین باتون مین بادشاہ کے مزاج کو لبھاتے رکھتی تھی۔

دولتمندون کے روپیہ لینے کے لئے نئی عدالتین قایم ہونا روشن الدولہ اور اونکے رفیقون کا اپنا اپنا روپیہ شہر سے باہر پہنچانے کی کوشش کرنا اور وزارت وحکومت کی بدنامی کے کامون سے صحیح وسلامت نکل جانے کی فکرون مین مصروف ہونا

بادشاہ کی آنکھون پر غفلت کے پردے پڑے ہوتے تھے کہ سر سواری بے اوا فقیر آزاد اونکا کلام جو بادشاہ
کی غفلت پر دلالت کرتا تھا بے تکلف زبان پر لاتے تھے۔ اس مواخذے مین شہر سے اونکے اخراج
کا حکم نازل ہوا اکثر بیچارے شہر سے نکالے گئے۔ اور بہتون نے لباس آزادی ترک کرکے دنیا داری صورت
بنکے شہر مین اپنا قیام غنیمت سمجھا۔ جب یہ امور ظہور مین آئے تو صاحب رزیڈنٹ نے روشن الدولہ سے
کہا کہ اگر تم سے انتظام ملک کی کوئی تدبیر نہین ہوسکتی ہے تو ہم یہان کا انتظام اپنے ہاتھ مین لیتے ہین۔ اب
روشن الدولہ اور اونکے خاص مشیرون مین یہ رائے قرار پائی کہ انجام کار کی فکر مناسب ہے جسطرح بنے روپیہ وصول
کرنا چاہیے۔ اسلئے سولہ سترہ عدالتین تازہ مقرر کین کوتوالی اور عدالت سابقہ کے عملے کو بالکل بیدخل کردیا
تہوڑے سے زمانے مین شہر کے ساہوکارون اور اہل دولت مین سے مشتبہون اور اہل معاملہ کی تلاش شروع
ہوئی اور اگلے پچھلے حقیقے نکالنے کے واسطے اونکی تجویزین شروع کین۔ دایہ بچے اونکے اور سرکار
اور داروغہ وغیرہ عملے کے قدر مقدور زرگیری مین مصروف تھے۔ اور روشن الدولہ نے تقدم بالحفظ

کرتے اور ایک پرستار اوس مصنوعی بچے کو ہاتھون مین لیکر ایک کونے مین کہڑی ہوتی اور دوسری عورتین
پانی کے چند سبوچے وہان بہارتین اور اس کو بچے کا غسل قرار دیا جاتا رات کے وقت بادشاہ
زنانہ آرایش و پیرایش کے ساتھ بچے کو گود مین لیکر لنگراتے ہوئے زچہ عورتون کی طرح صحن مکان مین
نکلتے تاکہ آسمان کے تارونکو دیکہین اسطرح چہٹی ہوتی پہر اوس بچے کو ایک سنہری مسہری مین لٹاکر
دست بستہ آداب بجا لاکر نذر دیکہاتے - پہر ہزارون خوان کہانے کے جنمین نمکین اور میٹھے ہر قسم کے کہانے
بڑے تکلف کے ہوتے اور اقسام طرح کے میوے بھی رکہے ہوتے وہان لاکر اونپر فاتحہ پڑہی جاتی
اور خاص خاص جگہون مین حصے بہیجے جاتے اور جو عورتین محلات مین نوکری پر رہتی ہین اونکو بھی
دئے جاتے اور اثنا عشری ہین - ہم ایک امام کی زوجہ کو طلائی صورت بچے کی دی گئی تہی -
اور دوسرے ائمہ کی زوجات کو نقرئی صورت دیگئی تہی اور جبکہ سوائے ائمہ احد عشر کے دوسرے
کسی امام کی ولادت کا دن آیا تو اوسکی زوجہ خود اطہر معمولی زچہ خانے مین جاتی اور وہی مراسم ادا
کیے جاتے جو بادشاہ کے ساتھ کیئے جاتے تھے اور اصطلاح مین اس رسم کو اچہوتہ کہتے تھے جب
اچہوتے سے فراغت حاصل ہوتی تو بادشاہ لباس زنانہ زیب قامت فرماکر جواہر نگار محافہ (سیانہ)
مین سوار ہوتے اور میوون اور حلوون کے خوان ہمراہ لیتے اور پیادہ و سوار کی فوج بھی ساتھ ہوتی -
اور کمال جلوا ور جاہ و جلال کے ساتھ سواری شہر مین گشت کرتی - اور بعد اس کے دولت خانے
مین واپس داخل ہوتی اور اچہوتے کے لیے کوئی خاص میعاد مقرر نہتی کبھی ہفتہ کبھی عشرہ کبھی اس سے
بھی زیادہ اوس مین بسر ہوتے - عبد الاحد بن مولوی محمد فائق جنہنے مناجان کے حالات مین
فارسی زبان مین ایک کتاب موسوم بہ وقایع دلپذیر لکھی ہے اور ہم یہ سمجہتے ہین یہ حالات اخذ کئے ہین
وہ کہتا ہی کہ اس زمانہ سلطنت مین اس رسم نے ایسی اشاعت پائی ہی کہ اکثر شہر کی عورتین اچہوتی
کے لقب سے ملقب ہین بلکہ اسی علامت سے پہچانی جاتی ہین - اور اون کے خاندان کے مردون نے تقاضا
کی راہ سے رجولیت کو انوثت سے بدل ڈالا ہی - اور عورتون کی طرح بات چیت کرتے ہین اور ویسی ہی
اطوار مین رہتے ہین اور عددی ائمہ کی تاریخین کتب تواریخ سے نکالکر بادشاہ اون دنون مین رسوم ساچق
اور حنابندی ادا کرتے - چنانچہ بادشاہ کی ایک خاص خادمہ عورت عبد الاحد سے بیان کرتی تہی کہ یکم محرم کو
کہ دن نکاح سیدۃ النساء کا ہے مسہری زرنگار پر زیور طلا اور جواہر بیش بہا سے دو پتلے تیار کرائے
جاتے کہ دیکہتے ہی یہ گمان ہوتا تہا کہ یہ دو انسان لیٹے ہوئے ہین اون مین سے ایک کو جناب امیر المومنین
علی اور دوسرے کو بی بی فاطمہ قرار دیتے اور اونکا نکاح پڑہایا جاتا - اور بادشاہ اونکو خندہ وکہا - تے

اور تھوڑی دیر سامنے دست بستہ کھڑے رہتے - پھر میوون اور حلوون اور عمدہ عمدہ کھانون کے خوان سامنے آتے تھے اور اونپر فاتحہ پڑھا کر تمام محل کے آدمیون کو تقسیم کرائے جاتے تھے - بادشاہ بیگم نے نصیر الدین حیدر کی پہلے سال مسند نشینی مین حکم دیا کہ تمام ساکنان سلطنت سیہ پوشی اور عزاداری کی رسم عمل مین لایا کرین اور چہلم تک بیاہ و نکاح اور دیگر لوازم شادی کو ترک کر دیا کرین ورنہ سزا ہوگی - چونکہ یہ رسم تکلیف سے خالی نہ تھی اسلئے رزیڈنٹ کی طرف سے اس حکم کے نفاذ کی مخالفت آئی مگر بادشاہ بیگم نے نہ مانا اور کہا کہ بیٹے اپنی قیمت کے ایام مین اس امر کی نذر مانی تھی کسطرح اوسکے خلاف عمل مین لاؤن آخر الامر بہزار جرح و قدح بادشاہ نے خود بدولت یہ قرار دیا کہ مین عقائد نذر کے لئے خود چہلم تک عزاداری کرتا رہونگا اور دوسرے بندگان خدا کو اختیار ہے ہماری طرف سے کسی پر جبر و تحکم نہین ہے - خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ بیگم کی تعلیم سے بادشاہ عمر بھر اپنے رسوم کے ادا کرنے مین اتنے منہمک رہے کہ انتظام مالی و ملکی کی طرف ذرا توجہ نہ دلسکے بادشاہ نے ایک عالیشان مکان تعمیر کرایا جسمین بارہ برج نہایت شاندار اور دلچسپ رکھے گئے اور اس مکان کا نام **درگاہ دوازدہ امام** مشہور تھا جسکی شامیانے زربفت کے پر تکلف جن مین آبدار موتیون کی جھالرین - کلابتون اور بادلے سے لگی ہوئی تھین چاندی کے ستونون پر جنپر طلائی کام بہت استادہ تھے - اور جہاڑ جسمین چالیس کنول شمعدار روشن ہوتے تھے سونے کے کام کے نہایت خوشنما دیوارگیر لگائے گئے اور نفیس فرش اور قد آدم آئینے نصب کئے گئے اور ہر جگہ ضریح سونے چاندی کی کھڑی کی گئی اور ہر امام کی ولادت کی تاریخ پر اوس امام کے نام پر تمام مکانون مین خوشی کا جلسہ ہوتا تھا اسیطرح ہر امام کی شہادت اور وفات کی تاریخون مین حسب قاعدہ عزا کی مجلس برپا ہوتی تھی اور ایک بارگاہ پھولون کی نہایت خوشنما تیار ہوتی تھی باغات سلطانی مین جتنے خوشبودار پھول پیدا ہوتے تھے وہ اور اونکے سوا بازارون کے پانچ ہزار روپے روز کے پھول عشرہ محرم تک مول آتے تھے اور تمام خوشبودار پھول جو آدمیونکو بھی مشکل سے ملتے تھے اس بارگاہ کا طول سو قدم سے کم نہین ہوتا تھا اور عرض پندرہ بیس قدم سے زیادہ ہوتا تھا - اور کبھی طلائی و نقرئی مقیش اور ستارون اور بادلے کی جھالرین پھولونکی جگہہ کام مین لائی جاتی تہین عطریات سے وہ مکان بسایا جاتا تھا - غرض ہر امام کی ولادت کی تقریب مین پہلے دن سے چہ دن تک برابر اور ہر امام کی وفات کے دنون مین کسی روز تک اور سید الشہداء کی شہادت کے زمانہ مین چہلم تک بادشاہ نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا تھا کہ بنفس نفیس مالکی خدمت ہزار جان و دل سے فرماتے تھے - خواجہ سرا اور خواصین وغیرہ اکثر عورتین ان تقریبون کی مجلسون مین شریک ہوتی تھین - علاوہ ازان بیرونی کی رسائی وہان تک بہت کم تھی

زنچہ خانون مین نفیس اور خوشگوار کہانے اور شیرینیان اور عمدہ میوے اور پر تکلف پوشاکین صرف ہوتی تہین
اور وفات وشہادت کے دنون مین مرثیہ خوانی ہوتی اور شربت اور مٹہائی اور میوہ صرف ہوتا ان مصارف
مین چار پانچ لاکہہ روپیون سے کم خرچ نہوتے تھے بلکہ زیادہ تصور کرنا چاہیے اور بیگمات بھی ان تقریبون مین
آتی تہین - بادشاہ کا اعتقاد ان کامون مین ایسے غلو کے ساتہہ تہا کہ محرم کی پہلی تاریخ کو سو چاپ تعزیے
دردولت سے مقام مقصود تک اپنے سر پر رکہہ کر پہنچاتے تھے ہر مرتبہ کی آمد ورفت مین کئی کوس مین
پیادہ پا چلے ہوتی تھی - علاوہ یہ آنا جانا کنکریون کی زمین پر بہت پا برہنہ ہوتا تہا یہانتک کہ تلوون مین وہ کنکریان
کانٹون کی طرح کہٹکتی تہین - اور اس برہنہ پائی کی وجہ زبان مبارک سے یون ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت
امام سجاد سے کربلا اور کوفہ سے شام تک ننگے پاؤن زمین پر سفر کی تہی جنگلی کانٹے انکی نازک تلوون مین
چبہتے تھے - چونکہ مین بہی محب ان کا اور شیعہ مذہب ہون - کیونکر تکلیف گوارا کرون اور جملہ [illegible] فرش
زمین پر سوتے تھے - بادشاہ بیگم اور قدسیہ محل اور ملکہ زمانی وغیرہ جملہ بیگمات طلائی اور نقرئی طوق اور
زنجیرین بادشاہ کی گردن اور کمر اور پاؤن مین پہناتی تہین - جو [illegible] مین کسی سر [illegible] ہو جاتا تھا -
اور ایام معہودہ کے بعد یہ سب چاندی سونا انعام مین دیدیا جاتا تھا - اور محرم کے دنون مین تمام راتین بیداری
مین کاٹتے تھے - شام سے صبح تک محل مین اکثر خود بدولت اور کبہی خواجہ سرا مرثیہ خوانی وروضہ خوانی
کرتے رہتے تھے - غرض چالیس دن بادشاہ کو روتے گذرتے تھے گو دختر زینب ہزار جان ودل سے شیدا تھی
لیکن [illegible] تک صبر نہوتے تھے - بہرحال آدہا سال رونے پیٹنے مین عزاداری کے ساتہہ گذرتا تہا اور کسی [illegible]
فرشتے کی بہی مجال نہ تہی کہ وہ کسی دنیا کے کام کا ذکر بادشاہ کے سامنے کرسکتا - وزیر و مشیر کی طاقت
نہ تہی کہ مقدمات سلطنت مین لب ہلا سکین - اگر کوئی سخت کام پیش آتا تہا تو بادشاہ ان [illegible] مین
جہان اچہوتیان بیٹہی تہین گوشہ نشین ہوتے تھے اور اہل شہر کہتے تھے کہ حضرت اچہوتے مین [illegible]
مین اور دریا قطعاً بند رہتا تہا - مگر کوئی ہمیشہ ایسا ہوتا تہا کہ نصف ان معاملون مین بسر نہین ہوتا تہا.
آخر سید محمد صاحب مجتہد العصر مولوی دلدار علی صاحب نے فتوے لکہہ بہیجا کہ اگر اس تقریب کا ثواب مقصود ہے
تو بہر کیف حاصل ہے اب مناسب ہے کہ ان لڑکیون کا نکاح مومنین کے ساتہہ کر دیا جائے یہ نیکی بہی [illegible]
خدا بہشت مین داخل کر دیگا -

متفرق واقعات کا بیان

(۱) بادشاہ نے سنہ ۱۲۳۳ھ مین گورنمنٹ انگریزی کو تین لاکہہ روپیہ اس وعدہ سے قرض دیا کہ

کہ اس کا سود فیصدی چار روپے کے حساب سے یکم مئی ۱۸۳۲ء سے مساکین شہر لکھنؤ میں تقسیم ہوا کرے
کل زر سود بارہ ہزار روپیہ سالانہ قرار پایا اور تقسیم اوس کی باقساط ایک ہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوئی اس روپیہ کی
نسبت عہدنامے میں یہ لکھا گیا کہ زمانہ آیندہ میں کسی حاکم اودھ کے اختیار میں نہ ہوگا کہ روپیہ واپس کرے
یا کسی اور مطلب میں صرف کرے - بلکہ ہمیشہ یہ روپیہ شاہ حال کی یادگار میں تقسیم ہوا کرے - اور اس کا نام
سخاوت نصیر الدین حیدر شاہ رکھا گیا -

(۳) لارڈ پادری بشپ نے لکھنؤ میں آکر یہ تجویز کیا کہ جنرل مارٹین کے پسماندہ روپیوں سے جسکی سود کی
بابت ماہ بماہ سرکار کمپنی کو وثیقہ دینا پڑتا ہے اس شہر میں مدرسہ تیار ہو اور وہ روپیہ طالب علموں اور
ہندوستانی مولویوں اور انگریزی پادریوں پر صرف کیا جائے - چنانچہ یہ مدرسہ جنرل مذکور کی کوٹھی اور عمارات
لواحق دلکشا میں مقرر ہوا - یہ جنرل انگریزی تاجروں میں ایک نامی گرامی اور متمول آدمی تھا - نواب آصف
الدولہ کے عہد میں تھا اس نے لکھنؤ میں دو کوٹھیاں تعمیر کرائی تھیں - ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تھی -
جسکو تیس ہزار روپیہ میں نواب سعادت علیخان نے مول لیکر اپنی عمارات میں ڈال لیا تھا - اور دوسری
کوٹھی اوس جنرل کی وصیت کے موجب سرکار کمپنی کی ضبطی میں آگئی تھی - [illegible] جو کوٹھی مارٹین صاحب کے
نام سے مشہور ہے اس کوٹھی کو جنرل مذکور نے نواب آصف الدولہ کے واسطے بنوایا تھا - اس تاجر نے نواب
آصف الدولہ کے ہاتھ فرنگستان کا لاکھوں روپے کا اسباب فروخت کیا تھا - اور اس تجارت کی بدولت
بڑا مالدار آدمی بن گیا تھا - ایک دن نواب آصف الدولہ سے اوس نے یہ بات عرض کی کہ میں نے کوئی نایاب چیز
حضور کے ہاتھ فروخت نہیں کی جسکی قیمت کروڑ روپیہ ہوتی - اب میں چاہتا ہوں کہ ایسی چیز مہیا کروں نواب نے کہا
ہم منظور فرماوینگے - اسلئے اوس نے کوٹھی تیار کرائی - اور عمدہ عمدہ صنعتیں حکمت کے ساتھ اوس میں رکھیں
اور نادر مقام تعمیر کیے جس سے رعد و برق و باران کی سیر حاصل ہو - اور ہوائے شرقی و غربی و جنوبی و شمالی کو
آنکھوں سے دیکھے - اور طوفان ہوا اور گرمی و سردی کا اندازہ نگاہ سے معلوم ہو - اسی طرح پانچ درجے اوس
کوٹھی میں تیار کرائے کہ ہر مقام انواع تکلف سے آراستہ تھا یہ تیاری ابھی منزل مراد پر نہ پہنچی تھی کہ نواب
آصف الدولہ کا انتقال ہو گیا اور تھوڑے دنوں کے بعد جنرل مارٹین بھی مکان ہستی سے کوچ کر گیا اور مرنے
کے وقت ہزار حسرتوں کے ساتھ ممبران کمیٹی کے سپرد کیا - اور انیس ۱۹ لاکھ روپیہ نقد اپنا متروکہ چھوڑا جسکی آمدنی
اوس کے متعلقین سرکار کمپنی سے وثیقہ یاب ہوئے -

(۴) جس سال یہ مدرسہ بنا اوسی سال ایک فرانسیسی عیسائی لکھنؤ میں آیا اور کہا کہ میں آسمان کیطرف
چڑھ سکتا ہوں اس سے خاص و عام کو تعجب پیدا ہوا - اوس کو یہ منظور تھا کہ بادشاہ سے بہت کچھ روپیہ حاصل

کرے - چنانچہ چودہ ہزار روپئے اوس کو بادشاہی خزانے سے عنایت ہوکر حکم ہوا کہ پہلے بطور نمونہ کوئی
بات بادشاہ کو دکھائے - اوس نے ایک غبارہ درست کیا - تماشائی روز مقررہ کی صبح کو کوٹھی دلکشا مین
جمع ہوئے اوس نے غبارہ اوڑایا - اور خود اوس مین بیٹھ کر بہ آواز بلند یہ بات کہی کہ اگر کوئی اس وقت
میرے ساتھ اس مین بیٹھ کر چلے تو اوس کو ہزار روپئے دیتا ہون - جان ایسی گران تھی کسی کی ہمت
نہ پڑی - اوس نے کئی دن کے کھانے کا سامان احتیاطاً اوس مین رکھ لیا تھا - انگریز نے گاس بھر کر اوس غبارہ
کو ایسا بلند کیا کہ وہ اپنے راکب سمیت سطح زمین سے آسمان کی جانب صعود کرتا ہوا کہ برج چیل اور کبوترون کی چوٹی
برج سے ہوتے پانچ چھ کوس کے فاصلہ سے بیٹھا ہوا نظر آتا تھا چونکہ آج بیل اٹھی اسکے غبارے کے آسمان
کی طرف چڑھ جانے کے بعد پھر نظر نہ آیا کہتا تھا کہ ایسی سرد ہوا کھائی ہے کہ قوت حرکت باقی نہین -

نصیر الدین حیدر کی اپنی سوتیلی مان بادشاہ بیگم سے سخت مخالفت - بادشاہ کا بیگم کو نہایت ذلیل کرانا روشن الدولہ اور دوسرے کارپردازون کا آتش فساد ونفاق کو زیادہ بھڑکانا - بیگم کے مکان کا محاصرہ کراکے آب و دانہ بند کرانا - بادشاہی ملازمون کا محل مین گھسنے کی کوشش کرنا - محل کی عورتون کا مارا جانا - روشن الدولہ کا ایسی کارروائی کرنا جس سے بیگم کا انتہا درجے کی تکلیف اور ذلت اوٹھانا - بیگم کی جاگیر کا ضبط ہو جانا اور اونکا وقت ضرورت پر کام آنے کے لئے سپاہ بھرتی کرنا آخر کار ریزیڈنٹ کا مداخلت کرنا

خطاب دیا محل کی چند عورتوں کو حکم دیا کہ ایک مگس رانی کرنے لگی اور ایک نے مورچھل ہلانا
شروع کیا اور ایک نے اوگالدان ہاتھ میں لیا اور ایک نے پنکھا ہلانا شروع کیا اور ایک نے
پاندان کی خدمت اختیار کی اور اس طرح وہ لونڈیاں اوس عورت کے ساتھ ہوئیں اور یہ مشہور کیا
کہ بادشاہ بیگم صاحبہ تشریف لاتی ہیں اسطرح بیگم صاحبہ کے افعال کی نقلیں اوتاری جاتی
تھیں۔ بادشاہ اور محل کی عورتیں قہقہہ مار کر ہنستی تھیں حالانکہ رونے کا مقام تھا جب ان حرکات
سے بھی مدعا حاصل ہوا تو بادشاہ نے بادشاہ بیگم کو پیام دیا کہ مرزا فریدوں بخت عرف منا جان کو
اوسکی ماں سمیت ہمارے پاس بھیجدیں۔ اونہوں نے جواب دیا کہ جسوقت غازی الدین حیدر نے
مجھے [illegible] تو تینے دیا تھا۔ اب فریدوں بخت کی مفارقت کسطرح گوارا کرونگی لہذا اوسکو
نہیں بھیج سکتی [illegible] بادشاہ نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ کوئی بادشاہ بیگم کی اطاعت نکرے
اور بری بری باتیں اونھیں کہا کریں۔ چنانچہ افضل چوبدار اونکی ڈیوڑھی پر نامناسب الفاظ بے تکلف
کہتا تھا جنکو سنکر بیگم صاحبہ رنجیدہ ہوتی تھیں اور بادشاہ خوش ہوتے تھے ان باتوں کی بدولت
چوبدار مذکور مردود کردیا گیا آخر کار روشن الدولہ رزیڈنٹ کے حکم سے اصلاح کے درپے ہوے
کبھی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر جاتے تھے اور کبھی مرزا محمد علی خان ابن نوازش علی خان
ابن سالار جنگ کو اور کبھی عبد الباقی خان ابن عبد الرحمن خان قندھاری کو جو صاحب [illegible]
تھا [illegible] سمجھاتے تھے اور خوف دلاتے تھے۔ لیکن بادشاہ بیگم ہی جواب دیتی تھیں [illegible]
[illegible] انسون کی حقیقت نہ سمجھی تو دوسرا کیا مال [illegible] اپنی لودے [illegible]
[illegible] سرزنش اچھی نہیں ہے۔ یہ معاملہ [illegible]
[illegible] عزو شمت [illegible] بیگم [illegible]
مشہور کیا کہ صاحب رزیڈنٹ [illegible] بادشاہ بہت [illegible]
ہوتے [illegible] الدولہ [illegible]
[illegible] رزیڈنٹ [illegible] بادشاہ کا دل ہاتھ میں لیا اور وہاں سے اوٹھا کر فرح بخش
میں لائے [illegible] بادشاہ بیگم [illegible] کہلا بھیجا کہ بادشاہ بیٹا تمہارا نادان ہے اور آپ دانشمند ہیں
فرزند کی دلداری واجب ہے اسلئے مناسب ہے کہ آپ اوس مکان سے اوٹھکر جو مکان آپکے لئے [illegible]
سو وہاں قیام فرمائیں۔ بیگم صاحبہ [illegible] جو میری جاگیر ہے [illegible]
لیکن [illegible] بادشاہ سے [illegible] کی تھی وہ صورت قرار نہ پائی۔ بادشاہ نے جو [illegible]

ریذیڈنٹ کی اتنی پاسداری پائی تو راجہ درشن سنگھ غالب جنگ کو بادشاہ نے حکم دیا کہ جس طرح
بن پڑے ملاحظہ رو رعایت قانون تعظیم و تکریم کے بادشاہ بیگم کا مکان خالی کرا لے راجہ نے حسب الحکم
بادشاہ اول تھوڑے سپاہی بیگم کے مکان کے آس پاس کھڑے کئے آخر راجہ شیو دین سنگھ
کو اپنی طرف سے جمعیت کثیر کے ساتھ مامور کیا راجہ مذکور نے کشن چند یہودی وغیرہ گیارہ ملازمان
بیگم صاحبہ کو قید کر کے ٹیڑھی کوٹھی میں بھیج دیا اور ۲ ذیقعدہ ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۱۹ ماہ اپریل ۱۸۳۷ء
کو بیگم کے مکان کا محاصرہ کیا آب و دانہ بند کر دیا بیگم صاحبہ نے بھی اپنے چند خاص برادروں کو طلب کر
دروازے سے بند کر دیا بیگم کے ہاں دو پلٹنیں نوکر تھیں جن کا رسالہ خواجہ سرا اوڑا لیتے تھے
اور آدمی اونمیں بہت ہی کم رکھتے تھے جب ایسے وقت میں بیگم کو ان سپاہیوں کی ضرورت واقع ہوئی
نشان نہ پایا سمجھ گئیں کہ تمام اونکی تنخواہ سرکار سے آپ لے لیا کرتے تھے۔ چونکہ ایسے موقع پر
خواجہ سراؤں سے باز پرس کرنا دانائی سے بعید تھا سکوت [illegible] الغرض راجہ مذکور نے
پانچ سیڑھیاں مضبوط دیوار باغ سے جو بیگم کے محل سے متصل تھا بندھوا دیں اور بیلداروں کو
حکم دیا کہ اوپر چڑھ کر محل کو گرا دیں۔ بیگم بھی یہ حال معلوم ہوتے ہی مع مغلانیوں اور خدمتگاروں کے
محل سے نکل کر بادشاہی آدمیوں پر اینٹ اور پتھر اور لکڑیاں برسانے لگیں یہاں تک کہ وہ لوگ بھاگ
نکلے اور دروازے تک اون کا تعاقب کیا۔ اس حالت میں راجہ مذکور اور بادشاہ کا چیلا ماہ علی [illegible]
سے مجروح ہوئے اور بیگم اپنے محل کو لوٹ گئیں۔ آخر کار راجہ نے ان سپاہیوں کو حکم دیا کہ ادب
و لحاظ کو ترک کر کے بے تحاشا محل میں گھس پڑو۔ اس درمیان میں کسی نے محل کے اندر سے بندوق
سر کی اسوجہ سے لڑائی شروع ہوئی اور طرفین سے بندوق چلنے لگی چار شخص تیر و بندوق سے
مارے گئیں اور ظالم سنگھ صوبہ دار اور ایک سپاہی فوج شاہی کا اور ایک راہ رو بیگم کے سپاہیوں کی
گولیوں سے زخمی ہوئے اور ابراہیم بیگ خاص بردار اور ایک نقیب اور چند عورتیں بیگم کی طرف سے
[illegible] تیر و بندوق سے کام آ گئے۔ اس شورش کی وجہ سے بازار کی دوکانیں بند
[illegible] بادشاہ نے یہ خبر سنتے ہی حکم دیا کہ ایک تو بھاگ کر کہا دو اور علی رضا بیگ کوتوال
کو حکم دیا کہ بازار کے دوکانداروں کو تسلی و تشفی کر دو کہ دوکانیں بند نہ کریں۔ اس اثنا میں بیگم
[illegible] جدال و قتال اور تشنگی و گرسنگی سے جان بلب ہو کر باغ کی جانب سے دروازہ [illegible]
[illegible] میں تشریف لائیں۔ اور راجہ مذکور سے امان چاہی۔ اونہوں نے مقتولوں کی لاشیں
دریا کے [illegible] کوٹھی میں بھجوا دیں اور روشن الدولہ نے حاضر ہو کر [illegible] بیگم صاحبہ [illegible]

خواہش ظاہر کرتی ہیں کہ الماس باغ میں جو الماس علیخان کا بنایا ہوا تھا چلی جائیں یہ باغ
پہلے سے بیگم صاحبہ کی سکونت کے لئے تجویز ہو چکا تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً سواریاں بھیجدی
جائیں چنانچہ پچاس رتھ اور ستر میانے بھیجدئے گئے اور کوتوال کو حکم دیا کہ تھانوں کی دو دو کمپنیاں
الماس باغ میں بھیجدے۔ پہر دن رہے بیگم صاحبہ مع فریدون بخت کے سکھپال میں سوار ہو کر چلی گئیں
اور سلاتیان اور خواصیں میانوں اور رتھوں میں سوار ہو کر گئیں اور پانچ چھ زخمی عورتوں کو ہمراہ
لیگئیں اور اونکے ساتھ مادھو سنگھ کا رسالہ اور دو کمپنیاں نجیبوں کی تھیں۔ پیاس کی کثرت سے
بیگم صاحبہ نے راستے میں پانی مانگا۔ چونکہ مکان برسوں سے بے مرمت پڑا تھا نہ وہاں روشنی
کا سامان تھا نہ فرش تھا اسلئے رات بھر بیگم صاحبہ سکھپال میں رہیں اور دوسری عورتیں بھی بے آرام
پڑی رہیں نہ کھانا ملا نہ کافی پانی۔ اور بیگم صاحبہ کے محل میں بادشاہ کے حکم سے فتح علی خان کپتان
نے قبضہ کر کے تمام کوٹھریوں میں قفل ڈالدئے اور اس کشمکش میں اکثر اسباب تلف ہو گیا
اور بعد اس کے بیگم صاحبہ کے تمام نوکر قید سے رہا ہو گئے۔ ایک دن شب کے وقت نصیر الدین
حیدر نشہ شراب کے عالم میں سوار ہو کر جوش محبت مادری میں بیگم صاحبہ کے پاس تنہا الماس باغ میں
پہنچے جو لوگ دروازے پر پہرے چوکی کے لئے مامور تھے اونہوں نے عدم شناسی کی وجہ سے
اونکو روکا جب معلوم ہوا کہ اس ہیئت سے بادشاہ آئے ہیں تو اندر جانے دیا۔ بادشاہ نے سلام
و نیاز کے بعد معذرت کی اور چاہا کہ اپنے ہمراہ محلات میں لیجائیں چونکہ رات کم تھی بادشاہ بیگم نے
کہا کہ اب رات تھوڑی باقی ہے۔ آپ یہاں استراحت کریں وقت صبح اگر منظور خدا ہے تو محل میں
آئیگا۔ بادشاہ نے اسوقت سردی کی شکایت کی اور چاہا کہ آرام کریں بستر خواب پر دراز ہوئے
بادشاہ بیگم نے شالی رضائی اوڑھا دی تاکہ سردی دفع ہو۔ چونکہ خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا
بادشاہ نے اوٹھکر کہا کہ صبح کو سواری بھیجکر آپ کو بلا لونگا۔ اور خود سوار ہو کر [illegible] میں تشریف لیگئے
وہاں روشن الدولہ موجود تھے اونکو اس ساری کیفیت سے مطلع کیا اونکو اور ہی فکر لگی ہوئی تھی
اونکے فریب کا ذکر آگے آئیگا۔ یہ سمجھا کہ بادشاہ بیگم سے زیادہ کوئی اور دوسرا بادشاہ کا محافظ
اور دلسوز نہیں ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضرت دوسری مرتبہ ایسا کام نہ کریں خانہ زاد کو معلوم
ہو چکا ہے کہ بیگم صاحبہ حضرت کی جان کی دل سے دشمن ہیں فلاں فلاں اشخاص حضرت کے قتل
پر کمربستہ ہوئے تھے لیکن خواجہ سرا نے سینہ سپر ہو کر اونکو صدمہ نقصان سے بچایا۔ یہ سنتے ہی
بادشاہ آگ ہو گئے اور اوس شالی رضائی کو کہ ابھی تک اوڑھے ہوئے تھے آگ میں جلا دیا اور

اوس خواجہ سرا کو جسکا روشن الدولہ نے نشان دیا تھا طلب کیا روشن الدولہ نے
کہ درپردہ بادشاہ کے جانی دشمن تھے خواجہ سرا کو نظارت کی طمع
سے اپنا رضامند کیا اور جن کی صورت شیشے مین اوتارا کہ اوس دیوانے نے اوس مضمون کو طلاقت
لسانی سے بادشاہ کے سامنے بیان کیا اور اسوجہ سے آتش نزاع جو شعلہ زن تھی نہ بجھی
بلکہ اور بھڑک اوٹھی اور یہ تشریف لیجانا بادشاہ کا بادشاہ بیگم کے پاس مصلحت سے خالی تھا
رزیڈنٹ کی زبان بندی کے واسطے یہ امر ظہور مین آیا تھا کہ باوجود عذر و معذرت کے بادشاہ
بیگم نے اپنی تخت پروری کی الماس باغ سے واپس آنا قبول نہ کیا۔ جب بیگم صاحبہ پر اوس خواجہ سرا
غلام کی کیفیت کھلی جو قاتلون کے ہاتھ سے بادشاہ کو بچا لینے والا تھا تو نہایت دل شکستہ
اور پریشان خاطر ہوئین۔ آخر کار بیگم صاحبہ کے بھانجے اور بھتیجے یعنی مرزا ذوالفقار علی اور
مرزا علی خان وغیرہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اور وہ اقربا جو مدت سے جدا تھے تمام یکدل
متفق ہو کر تاکہ کے خوف اور غارتگری کے اندیشے سے الماس باغ کے دروازے پر سکونت
پذیر ہوئے۔ بیگم صاحبہ نے اپنی حفاظت کے لئے جدید سپاہ نوکر رکھنا چاہی۔ چنانچہ امام بخش سقہ
ساکن [illegible] گنج ملازم اپنے کو فراہمی سپاہ کا حکم دیا اوس نے آٹھ نو ہزار کے قریب آدمی بھرتی کئے
اور [illegible] قبل مشہور ہوا جسمین ہر قسم کے بدمعاش دلیر اشتہاری اور راجپوت وغیرہ تھے
اور گھونڈی والے [illegible] اور سپاہیان بہرا ہمراہی فقیر محمد خان رسالہ دار سے
جو سرکار شاہی سے موقوف ہوئے تھے بیگم کے ہان نوکری کرلی اور اونکے افسر موہن سنگھ اور لالہ [illegible]
راجپوت [illegible] جو افسر تھے بنائے گئے اونمین سے مسلمانون کو روٹیان اور ایک پیالہ [illegible]
یا دال کا پیالہ اور ہندون کو فی نفر سیر بھر آٹا اور دال ہر وقت ملتی تھی اور لشکر سے یہ وعدہ تھا کہ
عروج دولت کی ترقی کے دن تمہاری تنخواہین مقرر ہو جاینگی۔ اور محل کے اندر بیگم صاحبہ کے
پاس بی بی [illegible] اور فرخندہ خانم اور امانی خانم وغیرہ کار پرداز تھین بیگم صاحبہ جاگیر کا انتظام کرتی
تھین سفر فیض آباد کے لئے رزلفٹ کی بھی طالب تھین اور صاحب رزیڈنٹ بادشاہ کے پاس خاطر
سے اس معاملے مین زیادہ مداخلت نہین کرسکتے تھے۔ نہ خود بیگم صاحبہ کے پاس جا سکتے تھے۔
نہ رزلفٹ بھیج سکتے تھے۔ کلکتے سے اس باب مین جواب ملنے کے منتظر تھے۔ اور جب رزیڈنٹ
روشن الدولہ سے بیگم صاحبہ کے بارے مین کچھ کہتے تھے تو وہ یہ جواب دیتے تھے کہ جن کام پر
کمر ہمت باندھی ہے اوس کا ظہور بیگم صاحبہ کی دوری کے بدون غیر ممکن ہے۔ اور جاگیر کے

باب مین جواب دیتے تھے کہ خرچ کی منہائی کے بعد جو جمع قرار پائے بیگم صاحبہ اہلکاران سلطنت کے
ہاتھون سے لیا کرین ابھی یہ تکرار طے ہوئی تھی کہ روشن الدولہ کو اور دور کی سوجھی اور اپنے دلمین
سمجھے کہ یہ جھگڑا سرکار سرداری اعتماد الدولہ کی بہن فیض النسا مغلانی کی وجہ سے ہے اوسکو محل سے
نکالا چاہیے اگر یہ نکلی تو بیگم صاحبہ کی جاگیر بر عامل مقرر ہوگا۔ اور ہماری خورد برد ضائع ہوگی۔
اور جب تک وہ محل مین موجود ہے ہمیشہ ہر معاملے مین صاحب رزیڈنٹ سے جوابدہی پڑے گی
آخر ناجی کی تالیف قلوب کر کے اپنا شریک کیا اور فیض النسا کی بیٹی چھوٹی خانم کی معرفت سلسلہ
جنبانی ہوئی اونہون نے مغلانی کو پیام دیا کہ بادشاہ کو بیگم صاحبہ کی جدائی منظور نہین اور دشمن
اس بات پر زہر کھاتے ہوئے ہین کہ مان بیٹیون مین کسی طرح صفائی کی صورت نہو۔ اس سے
بادشاہ نے تمکو طلب فرمایا ہے کہ صفائی ہو جائے۔ بی مغلانی اصل معاملے سے غافل حسب
وعدہ سوار ہوکر در دولت پر پہنچی۔ یہان وہ متردد کھڑا تھا ہی ابھی سواری اوترنی نہ تھی کہ دربان نے
روشن الدولہ کے اشارے کے موافق منع کیا کہ بدون بادشاہ کے حکم کے یہان سواری کا اوترنا
محال ہے۔ اس تکرار مین وہ طول کھینچا کہ روشن الدولہ اور کچھ ون کے آدمی بلا کی صورت بنے
اور کہاریون کو محل سے بلا کر پردہ سواری کا اوٹھایا اور مغلانی کو کشان کشان روشن الدولہ کے پاس
لے گئے اونہون نے پوچھا کہ تو در دولت پر کسواسطے آئی ہے اوس نے کہا کہ بادشاہ کی
طلبی کے موافق حاضر ہوئی ہون۔ روشن الدولہ نے اوسوقت جاکر بادشاہ کے کان مین
یہ منتر پھونکا کہ یہ سونے کی چڑیا دراصل بیگم صاحبہ کی عقل کی کنجی ہے۔ اس مکر و فریب کے ساتھ
ہاتھ آئی ہے۔ اور بہر صورت بندگان حضرت کے فائدے کی بات ہے۔ بادشاہ کے حکم سے
وہ تیرہ بخت کوٹھی نور بخش مین قید ہوئی اور آرام کے سامان بند ہوگئے۔ چند عرصے مین ہلیل
ہوگئی اور یہ خبر صاحب رزیڈنٹ کو پہنچی۔ اونہون نے روشن الدولہ سے فرمایا کہ یہ مغلانی
اسطرح مر گئی تو تمھارے حق مین اچھا نہوگا۔ ناچار عالم مجبوری مین کچھ اوس سے لیکر چھوڑ دیا
مغلانی کے فراق نے بیگم صاحبہ کی کمر ہمت توڑ دی تھی۔ وہ جب تک محل مین تھی اوسکی کارگذاری
کی وجہ سے نوبت فاقہ کی نہ آئی۔ اب فاقے پر فاقہ تھا کار پردازان سلطنت کچھ سنتے ہی
تھے اور شہر کے مہاجن بھی کچھ قرض نہین دے سکتے تھے۔ زیور اور جواہر اون کا جس کسی نے
مول لیا اوس کا کہہ ضبط کیا گیا۔ غرض عجب بلا مین مبتلا تھین نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔
جنگل [illegible] اور جعلسازون کا بازار گرم تھا اور محل کے خواجہ سرا اپنے [illegible] سے

پھر چندہ خانم مہروار سے ملکہ کا عذیر پہرن جہاب کر گنجایش کی امید مین خیر مینی کی صورت تقسیم
کرتے تھے تاکہ صاحب رزیڈنٹ کو بیگم کا مدد و معاون بناوین اور بیگم صاحبہ کے خیال مین
یہ بات تھی کہ ہمارے واقعات رزیڈنٹ تک پہنچتے ہین اکثر عیسائی گل تازہ کھلاتے تھے
کہ یہی مہمون کو باہمین بیگم صاحبہ کے پاس پہنچکر سبز باغ دکھلاتے وہ نہال ہوکر ملائی و
نقدی اسباب انعام مین بخشتی تھین کہ انہین کیوجہ سے صاحب رزیڈنٹ تک میری پریشانی کا حال
پہنچکر یہ روز بد سر سے ٹل جاوے۔ مگر کسی کی کوشش سے کام نہ نکلا۔ والی سلطنت ایسے غافل
تھے کہ اون کو اس اجتماع کی جو بیگم صاحبہ کے پاس ہوگیا تھا ذرا پروا نہوئی۔ جب ان لوگون نے
آس پاس کے باغات مین جاکر دست درازی شروع کی تو بادشاہ کو اخبار کے ذریعہ سے اس سپاہ کی
فراہمی کا حال معلوم ہوا۔ بادشاہ نے بیگم کو حکم دیا کہ ان سب کو موقوف کر دینا چاہیے۔ بیگم نے جواب دیا
کہ مین تنہا اپنے قلعہ مین رہتی ہون چورون سے حفظ و حراست کے لئے یہ تمام آدمی نوکر رکھے ہین
بادشاہ کے حکم سے شہر مین منادی ہوئی کہ اگر کوئی بادشاہ بیگم کی نوکری کریگا تو سزا پاویگا۔
اور رزیڈنٹ کو بھی اس بات کی اطلاع کر دی گئی اور واسطے تدارک اور رفع فتنہ و فساد کے سپاہ
شاہی تعینات ہوئی۔ بادشاہ کی سپاہ نایابی تنخواہ کی وجہ سے پریشان اور بددل ہو رہی تھی روشن
الدولہ نے اونکی تالیف قلوب کے واسطے جسطرح تنخواہ تقسیم کی تاکہ لڑائی کے وقت جانبازی
سے دریغ نکرین۔ سپاہی بیگم صاحبہ کو دعا دینے لگے کہ اونکی بدولت مدت دراز کے بعد تنخواہ ملنا
نصیب ہوئی۔ راجہ لال جی نائب جنرل اور قیام الدولہ بہرشند اور فقیر محمد خان اور مسٹر کنس صاحب
رسالون سمیت اور رابرٹ صاحب پلٹن اور توپخانہ کے ساتھ اور بالا گنج کا توپخانہ یہ سب پہنچے
اور انہون نے اس طرف جو الماس باغ کے پاس ہے اس سپاہ نے مورچے قائم کئے۔ اور
دوسری جانب بیگم صاحبہ کی سپاہ نے اپنے مورچے جمائے۔ اگرچہ صاحب رزیڈنٹ نے خانگی
معاملات ہونے کی وجہ سے ابتدا سے بیگم صاحبہ کے جھگڑون مین مداخلت نہین کی تھی۔ لیکن
یہ خیال کر کے والیان سلطنت کی غفلت پر افسوس کیا اور خیال کیا کہ یہ مناقشہ طول پکڑکر سلطنت کی
تباہی کا باعث ہوگا۔ اسلئے خبر پہنچکر اصل کیفیت معلوم کی تو معلوم ہوا کہ سارا حال صحیح تھا۔ پھر آپ موقع
پر پہنچے تو سپاہ شاہی کو نہایت ضعیف اور حقیر جانتے پایا۔ ساز و سامان بالکل پرانا ٹوٹا پھوٹا تھا۔
اور بیگم صاحبہ کی سپاہ کا تمام سامان درست اور آدمی بھی تناور قوی ہیکل تھے۔ اندیشہ
کیا کہ شہر قریب ہے سپاہ اگر کہین شہر مین آ پہنچی اور چل جاوے تو شہر لٹ جاویگا۔ اسلئے اتحادی

سنہ ۱۲۵۲ ہجری مطابق ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸۳۶ء کو اپنے میر منشی سید لطافت حسین خانکو بیگم کی
خدمت مین فہمایش کرکے اس صحبت کو موقوف کرنے کے لئے بھیجا وہ الماس باغ مین گئی۔ پس پردہ
بیگم بیٹھین اور پردے کے اسطرف میر منشی کرسی پر بیٹھے اور رزیڈنٹ کی طرف سے سلام و نیاز
پہنچانے کے بعد کہا کہ گو تمکو امر خانگی ہونے کی وجہ سے جانبین کے معاملے مین دخل دینا
منظور نہ تھا لیکن جب نوبت طول ہو گیا اور ریاست مین فساد ہونے کا احتمال ہے اور قریب ہے
کہ خلق پریشانی مین مبتلا ہو جاوے اور سلطنت اودہ کی حفاظت و حراست دشمن بیرونی
و اندرونی سے سرکار دولتمدار کمپنی کے ذمے عہد نامہ کی وجہ سے ہے اسلئے طوعاً و کرہاً
مداخلت کی جاتی ہے۔ آپکا اسقدر مسلح آدمی بے اذن والی ملک کے نوکر رکھنا مناسب
نہ تھا بہتر یہ ہے کہ سب کو آپ برطرف کر دین اور بقدر ضرورت چار پانسو آدمی حفاظت و چوکی
کے لئے رہنے دئے جاوین۔ میری طرف سے آپکی خیر خواہی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہو سکا
اور آپ کا درماہہ برابر سرکار شاہی سے پہنچتا رہیگا۔ اور حفاظت اہالی سرکار کمپنی سے اچھی
طرح ہوگی اور گورنر جنرل کی خدمت مین یہ تمام حال لکھ دیا جاویگا۔ اگر آپ میری گذارش پر عمل
نکرینگی تو سپاہیان انگریزی کی دو تین کمپنیان بھیجی جاوینگی وہ آپکی تمام جمعیت کو پریشان
کر دینگی اور اوسوقت آپ کو بجز تاسف فائدہ نہ بخشے گا۔ یہ بات سنکر بیگم صاحبہ اور بیٹین
سخت اور تمام خواصان محل زار زار رونے لگین۔ بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو صاحب رزیڈنٹ
کے حکم کی تعمیل مین عذر نہین اور ہر وقت مجھکو یہ منظور تھا کہ کسیطرح رزیڈنٹ صاحب
میرے معاملات مین مداخلت کرین تاکہ مین دشمنون کے شر سے امن پاؤن۔ اور سلیمان جاہ کی
جسطرح مین نے تربیت اور پرورش کی ہے وہ رزیڈنٹ صاحب پر روشن ہے۔ مگر دشمنون کے
بہکانے سے اونہون نے میری خرابی پر کمر باندھ لی ہے اب کوئی ویرانے مین رہتی ہون
تب بھی بقصد توہین اور تذلیل کے در پے ہین اور ہر روز ایک نیا پیغام بھیجتے ہین
ورنہ مجھکو اسقدر آدمیون کے جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی مجبور ہو کر حفاظت عزت کے لئے اتنی
جماعت فراہم کی ہے۔ اگر رزیڈنٹ صاحب میری جاگیر جو میرے شوہر نے عطا کی تھی دلوا دین
تو وہان چلی جاؤن۔ میر منشی نے جواب دیا کہ مین اس بات کے واسطے رزیڈنٹ کی طرف سے
مامور نہین ہون تاکہ کچھ اسکا جواب دون اگر آپکو کچھ کہنا سننا ہے تو اپنا حال لکھ دیجئے
مین اونکے سامنے پیش کر دونگا۔ اور آپکے پاس جواب آ جاویگا۔ اگرچہ اقرار واقعی

نہین کر سکتا مگر اتنی تنخواہ گذر اوقات کے لئے جو آپکی ذات اور نوکرون کے لئے کافی ہو
گورنر جنرل کی اجازت سے مقرر ہو جائے گی۔ بیگم صاحبہ نے کہا کہ تمہاری غرض جاگیر سے
اور نوکرون کو مین ابھی موقوف کرنے کو تیار ہون لیکن عرصہ دراز سے اونکو جو تنخواہ ملتی ہوتی تنخواہ نہین
ملی ہے اونکے فساد کرنے کا اندیشہ ہے آجتک جو کچھ سونے چاندی کا اسباب تھا فروخت
کرتی رہی سرکار شاہی سے کچھ بھی نہ ملا اب دینے کو کچھ بھی میرے پاس نہین اگر تین لاکھ
روپے دلوادئے جاتے تو اونکی تنخواہ بیباق کرکے علیحدہ کر دیا جائے۔ میر منشی نے
کہا کہ عرصہ دو سال سے اونکو کہان سے دیا گیا کہ اب برطرفی کے وقت یہ عذر کیا جاتا ہے
غرضکہ میر منشی نے بیگم صاحبہ کو اچھی طرح سمجھا کر مستقیم کے ساتھ موقوفی سپاہ کا وعدہ لیا۔
اور اونھون نے بھی منشی کے سامنے سپاہیونکو مورچون سے بلا کر ہتھیار کھولدینے کا
حکم سنادیا۔ میر منشی وہان سے رزیڈنٹ کے پاس واپس آیا اور تمام حال بیان کیا۔
اور رزیڈنٹ نے اس کام میں مداخلت کی اجازت حاصل کرلی اور ایک لاکھ روپیہ
تقسیم تنخواہ کیلئے نقد اور پندرہ ہزار روپیہ ماہوار اونکے خرچ کے لئے بادشاہ کی استرضا
سے تجویز کیا اور تمام ... بادشاہی کو حکم سنادیا کہ بیگم صاحبہ کے کسی نوکر سے کوئی شخص
کسی طرح کی مزاحمت نہ کرے جہان وہ چاہین بخیریت چلین اور بیگم صاحبہ کو لکھا کہ آپکو پندرہ ہزار
روپیہ ماہوار ملا کرینگے اور ایک لاکھ روپیہ نقد دیا جائیگا بشرطیکہ آپکی سپاہ علیحدہ کر کے صرف چار سو
آدمی اپنی حفاظت کے لئے رکھین۔ بیگم صاحبہ نے پھر رزیڈنٹ کو درخواست دی کہ تین لاکھ روپیہ
کے بغیر کام نہین چلیگا اور پندرہ ہزار روپیہ میرے مصارف کو کافی ہونگے لیکن رزیڈنٹ نے
نہ مانا ناچار بیگم صاحبہ نے طوعاً و کرہاً رزیڈنٹ کے قول کو مان لیا اور ایک لاکھ روپیہ خزانہ بادشاہی
سے نکلکر بیگم صاحبہ کے پاس بھیجا گیا اور امداد خدا بخش چوبدارون کو حکم ہوا کہ اپنے سامنے سپاہ کو
تقسیم کراکر برطرف کرادین۔ بیگم صاحبہ نے چوبدارون کے روبرو اون روپیونمین سے بعض سپاہیون
کی تنخواہ دلواکر بظاہر اونکو برطرف کردیا۔ اور اونسے خفیہ کہدیا کہ تم ہمارے نوکر ہو اپنے مکانون میں
بیٹھے رہو۔ اور اپنے وکیل مرزا علی خان کی معرفت جو اونکے یہانسے تھے رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا
کہ ایک لاکھ روپیہ تقسیم تنخواہ کیلئے کافی نہین اسلئے اور روپیہ دینا چاہئے۔ بہت سی گفتگو کے
بعد رزیڈنٹ ایک لاکھ روپئے سے اور امداد کرنیکو راضی ہوئے۔ چنانچہ حسب الحکم شام کو ایک لاکھ روپے
سر بمہر ہوئے کہ صبح کو بیگم صاحبہ کے ہان بھجوادئے جائینگے کہ رات مین بادشاہ کا انتقال ہوگیا

تو تعلیم محمد تغلقیان کی مانند مغضوب و معزول ہونے کا خوف ہے - اور آپ سے تدارک کی امید
نہیں - بہر صورت اس مرض سخت کا علاج منظور نظر ہے کہ اس طریق ایسا حیلہ کیجئے کہ بہر ثبات
تک صورت نظر نہ آئے لیکن اس شرط پر کہ آپ جان اور حرمت کے محافظ ہوں اور عہد و پیمان کے
ساتھ ضمانت کریں - رزیڈنٹ نے یہ بات سنکر فقط یہ جواب دیا کہ جس میں خلق کی بہبودی اور رعایا
کی خوشنودی ہو اور ریاست کا نام باقی رہے وہ تدبیر عمل میں لاؤ - بعد اس کے شرابدار
اور آبدار وغیرہ جو قوم مسلمان اور ہنود اور نصاریٰ سے بادشاہ کے پاس ساقی گری کی خدمت
ممتاز تھے اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ شراب مسموم بادشاہ کے استعمال میں لاویں لیکن یہ تدبیر کارگر
نہوئی یہ معاملہ طشت از بام افتادہ کی مانند مشہور ہوا اور بدنامی کے اون نوکروں کی آبرو برباد ہوا
اور جب بادشاہ کو علاج سے صحت کامل ہوئی تو نہایت پر حواس ہوئے اور اب بادشاہ بہ نسبت بدخواہ
دوستنماؤں کی عداوت قلبی کی صورت کہلی حفظ جان کے واسطے چار چار روز برابر کہانے پینے کے
خوف سے ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے کہ شاید مسموم ہو عمارت کے مزدوروں اور پہرے کے تلنگوں سے
بہنی ہوئی جوار اور چنے لیکر اپنی جیب میں بہر رکھتے تھے اور اوسکو کہا کر اسی طرح نہایت اوقات بسر کرتے
تھے - اس وقت میں بھی جو شریف زادے تھے وہ عالم مجبوری میں کنارہ کش ہو گئے - فقط بدخواہ
رذیل اور کمینے لوگ باقی رہے اونمیں سے دو کہاریوں رحمنیا اور دُلاریا نے بہت [illegible]
کے جادۂ اطاعت سے باہر اپنی صحبت گرم رکھی - قضا سے کارہا بادشاہ کی طبیعت شراب کی
کثرت اور برف کے استعمال سے ناساز ہوئی اور استسقا پیدا ہو گیا - ہاتھ پاؤں میں ورم آ گیا -
ہر وقت لوٹے اور داستانیں سنتے رہتے تھے اور بادشاہ بیگم علالت کا حال سنکر کبھی کبھی
خبر خیریت منگاتی تھیں - عیادت کے لئے آنیکا ارادہ بھی تھا - اور اونکی علالت کا حال سنکر
ہمیشہ رنج و الم میں مبتلا رہتی تھیں - اور اونکی بڑی آرزو یہ تھی کہ جاکر آخری دیدار نو دیدہ کا کروں
لیکن بادشاہ دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتے تھے اور صاحب رزیڈنٹ سے کہلا بھیجا کہ میں
بیگم صاحبہ سے ملاقات نکرونگا کہ وہ مجھکو بیمار و نزار دیکھکر خوش ہونگی - ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ
تک بھی اوٹھنے بیٹھنے کی طاقت تھی اور اپنے پاؤں سے چلتے پھرتے تھے - اتفاقاً ایسا
اتا جی کے یہاں سے کہانا آیا تھا اوسمیں قلیہ کے ساتھ چڑا ہوا بھی تھا - بادشاہ نے اوسکو کہایا -
رات کے وقت چوکی پکڑی - اور رونے لگے آکر انگڑائی لی - اور بدن کے تمام رونگٹے کہڑے ہو گئے
کہانا اوڑہ لیا - ایسے ہی خرافات طور پر روایت کرتے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ اس وقت بادشاہ

کا کام تمام ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ ابھی رشتۂ حیات منقطع نہوا تہا کہ دیکھا مہری زعفرہ وہاں
کے حاضرین نے تربوز کے پانی میں زہر ملا کر بادشاہ کے حلق میں اوتارا تاکہ ٹھنڈ سے ہو جا میں -
آخر نزع کی نوبت پہنچی - روشن الدولہ اور سبحان علی خان نے آکر پہلے نشتر سے پاؤں کی رگ
فصد اندام جہنڈی حرکت معلوم نہوا۔ ناچی نے اپنا ہاتھ ناک پر رکہکر دیکہا تو ثابت ہوا کہ اپنے دم
باقی نہیں ہے - لیکن اسوقت بھی اوس شیر مردہ سے ان تیرہ دلوں کا زہرہ پانی پانی تہا او سکو
سکتہ تصور کیا اونکا کام اجل تمام کر چکی تھی - ۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۸ - جولائی سنہ ۱۸۳۷ع
بعد انتصاف شب چہار ساعت نجومی کے سنیچر کی رات میں طائر روح نے قفس تن خاکی سے پرواز کی
چھبیس برس کی عمر میں تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تہا اور دس برس حکمرانی کی چھ کروڑ روپے سے
زیادہ جو خزانے میں جمع تہا اور جو اہرات اور آمدنی ملک کا روپیہ سب صرف کیا تھے جمی سلیمان جاہ
لقب تہا مرنے کے بعد خلد منزل کہلائے - جب نصیر الدولہ اودھ کی مسند نشین ہو چکے تو اونکی
جنازہ شب آئین شاہانہ اور شاہی کربلا سے نکالا دمتگر میں جو گومتی کے پار او نہوں نے تعمیر کرائی تھی
اور ہیم تبارہ ہجو تکہہ مزار قدسیہ بیگم کے پاس مدفون ہوئے -

تاریخ وفات

بو نصر قطب دین و سلیمان روزگار — در دار خلد رفت ازین دار بیمدار
سال وفات خواستم عقل دقیقہ یاب — گفتا خرد کہ از خلق نجم کن شمار

دیگر

رفت شاہ جہان سلیمان جاہ — سوئے جنت ز بارگاہ اودہ
ہاتفے گفت از سر افسوس — ہے ارم رفت بادشاہ اودہ

بادشاہ شعر بھی کہتے تھے - بادشاہ تخلص کرتے تھے - یہ اونکا کلام ہے

بلبل شیدا نے پوچھا گل سے پوچھ نو بہار — اے گل رعنا ترے دامن میں کیوں لپٹے ہیں خار
ہجر کی کلفت بھی گران ہے بتی ہجر یار کو — یار کا گل سے کہو تاکہ نہ تجکے بار بار
تیغ ابرو دیکہہ کر آئی ندا اے بادشاہ — لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

مرزا ابو ظفر الملقب رفیع الدین حیدر عرف شاہجہان مخاطب بہ فریدون بخت کا بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر کی

سینہ زوری سے نصیر الدین کی جگہ مسند نشین ہوجانا مگر صاحب رزیڈنٹ کا فوجی طاقت کے ساتھ دونوں کو گرفتار کرکے چنار گڈھ پہنچوا دینا

جس شب نصیر الدین حیدر بادشاہ اودہ کی حالت نزع ہوئی تو ظفر الدولہ نے بادشاہ بیگم کو اطلاع
دی اونھوں نے رونا شروع کیا۔ اور مرزا علی خان کو صاحب رزیڈنٹ کے پاس بھیجکر
پیام دیا کہ اب آپکو میری دوستی بادشاہ کے حق میں اور دشمنوں کی دشمنی اونکی ساتھ ظاہر ہوئی
یا اسکا وشبہہ باقی ہے آپ میرے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ اب میں بلا توقف آتی ہوں ۔ پہلے
ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۳ ہجری کی شب کو بادشاہ کا مجلس مستی میں جام عمر لبریز ہوا اگو اونھون نے مناجان کو
جو نصف محل کے بطن سے تہا اپنی زندگی میں اپنا بیٹا بنایا تھا مگر پھر اوس سے انکار کردیا تھا اس سبب سے
کرنیل لو رزیڈنٹ لکھنؤ نے نواب کے چچا نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان کو جو نواب سعادت علیخان کے
بیٹے تھے اونکی جانشینی کے واسطے منتخب کرکے شریعت اسلام کے موافق انگریزی فوج سے
لگا کر اونکی مسند نشینی کے سارے سامان درست کرتے ہے۔ اور ایک خط افواج متعینہ کینٹونمنٹ (?) کی پلٹنوں
کی حاضری کے واسطے لکھا اور ایک نصیر الدولہ کے نام لکھکر اپنے اسسٹنٹ دوم اور سید التفات حسین
خان میر منشی کو دیکر اونکے بلانے کے لئے بھیجا۔ ڈیڑھ پہر رات گئے یہ دونوں صاحب اونکے
ہان پہنچے اور مژدہ جلوس تخت سلطنت کا سنایا۔ ابھی پانچ گھڑی رات باقی ہوگی کہ نصیر الدولہ
اپنے بڑے بیٹے مرزا محمد علی اور دو پوتون اور دامادون (محسن الدولہ اور منیر الدولہ)
کو ساتھ لیکر کوٹھی فرح بخش میں سواری سے اوترے ۔ رزیڈنٹ نے استقبال کرکے معانقہ کیا
اور ساتھ لاکر ایک کمرے میں ٹھیرا دیا۔ اور کوٹھی فرح بخش کا یہ انتظام کیا کہ دو کمپنیاں تلنگوں کی اوردو
توپیں مقرر کردیں اور انگریزی فوج کے گارد جابجا متعین کردیے اور اس خیال سے کہ شاید بادشاہ کی
وفات کے صدمے سے جابجا محل میں شور ماتم برپا ہے صبح کے وقت تخت نشینی کی رسم ادا کی جائے گی
آپ اپنی کوٹھی کو چلے گئے اور اپنے اول اسسٹنٹ پاٹن صاحب کو یہاں چھوڑ گئے اور سواے فوج
انگریزی کے رابرٹ صاحب کی دو تین کمپنیاں بھی فرح بخش میں دونوں جانب کھڑی کردیں۔
ادہر بادشاہ بیگم نے بلا انتظار جواب سواری طلب کی ۔ اوسیوقت رزیڈنسی کے چپراسی

نے جو اونکی ڈیوڑھی پر متعین تھا اور روشن الدولہ نے بھی یہ خبر صاحب رزیڈنٹ کو
پہنچائی رزیڈنٹ نے نواب بخش جمعدار کو اونکے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ آپکا آنا مناسب نہیں ہے سرکار
فریدون بخت کو نہ ملے گی۔ یہ تخت وراثت نصیر الدولہ سے رونق پذیر ہوگا۔ مگر یہاں کب صبر ہو سکتا تھا
کو جلیم جالنت جمعدار نے بھیجا لیکن اوس پر بیگم نے التفات نہ کیا اور اپنے تمام نوکروں کو جمع کرکے
اور پالکی میں فریدون بخت سمیت بیٹھکر دو ہزار آدمیونکی بھیڑ بھاڑ کے ساتھ جنکے افسر امام بخش اور موہن سنگھ
اور لالتا پرشاد تھے الماس باغ سے عازم ایوان سلطانی ہوئیں۔ جب رزیڈنٹ کو یہ خبر پہنچی تو مرزا محمد علی خان کو اونکے
پاس پیغام دیکر بھیجا کہ آپکا اسوقت یہاں آنا مناسب نہیں لوٹ جائیے۔ میں آپکے دربارے کا بندوبست
بقدر کفایت کر دونگا۔ آپ الماس باغ سے ہرگز قدم باہر نہ رکھیں۔ بیگم نے لوٹنا چاہا تھا مگر
اور امام بخش نے نہ مانا۔ رزیڈنٹ نے اپنے اول اسسٹنٹ پاٹن صاحب کو تھوڑی سی انگریزی سپاہ دیکر حکم دیا کہ
کوٹھی فرح بخش کے دروازہ جنوب رویہ واقع جانب مکان فتح علی خان کپتان پر جاکر کواڑ بند کر لے۔ مگر امام بخش
نے اوس دروازے کے کواڑ ایک ہاتھی سے توڑ ڈالے۔ اور سواری کی پالکی بارہ دری میں تخت
سلطنت کے نیچے جا پہنچی اور قندھاریوں کو بلا لینے کے لئے آدمی مامور ہوا۔ چنانچہ عبدالرحمن خان
قندھاری کا بیٹا مصطفی خان حاضر ہوا۔ اوس وقت بیگم صاحبہ نے فریدون بخت کا ہاتھ اوسکے
ہاتھ میں سونپ دیا۔ جب رزیڈنٹ کو اس ہنگامے کی خبر ہوئی تو اپنے میر منشی کو ہمراہ لیکر بیگم صاحبہ کے
سمجھانے کے لئے آئے۔ مگر کثرت جوش و خروش سے وہ اُن تک نہ پہنچ سکے۔ آخر کار امام بخش
اور موہن سنگھ اور لالتا پرشاد کی مدد سے شاہجہان بادشاہ کی تلوار اور بندوق ہاتھ میں لیکر تخت شاہی
پر بیٹھ گیا اور اپنے نوکروں کی نذریں لینے لگا۔ اور بیگم صاحبہ نے سواری کے اندر سے فرمانروائی
شروع کی اور امام بخش نے حکمرانی آغاز کی۔ اس تمام جمعیت کے آتے ہی ملازمان شاہی بھاگ گئے تھے
پہلے راہ میں سرکاری کو حکم ملا کہ وہ رابرٹ صاحب کے سپاہیونکو حکم پہنچائے کہ سبحان علیخان
کا مکان لوٹ لیں اور اونکے بیٹوں کو یہاں حاضر کریں۔ پلٹن کے سپاہیوں نے جاتے ہی سبحان علیخان
کے مکان کو کھوٹنا شروع کیا۔ روشن الدولہ اور سبحان علیخان مع اپنے بیٹوں کے وہیں ایک کمرے میں
چھپے ہوئے تھے۔ ناگہان بیگم کے نوکرونکی نظر روشن الدولہ پر جا پڑی۔ چاہا کہ اونکو گرفتار کریں
روشن الدولہ نے کمرے سے تلوار لی اور بیٹھنے پر ہاتھ ڈالا بیگم کے آدمیوں نے اوسکو مار ڈالنا چاہا
مگر قادر بخش جمعدار نے بچا لیا اور شیو شنکر بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ یہ شخص سرکاری محاسبہ دار ہے اسکو زندہ گرفتار
کرو۔ راجہ شیو دین کو بھی قید کر لیا۔ اور نصیر الدولہ بھی نظر بند ہوئے۔ روشن الدولہ کا بیٹا محمد حسن خان

جو جرنیل تہا اوس سے مارے ڈر کے بہت خرابی رہی باقی اوسوقت وہ صدا شور و فغان بلند تہی
کہ کوئی کسی کی بات نہین سنتا تہا۔ حصیا کہاری المخاطب بہ افضل النسا کے گہر کا اسباب لوٹ کر اوسکو نشان
نشان کیا۔ مولوی غلام یحیی خان اپنی حفاظت جان و آبرو کے خیال سے کہڑکی کی راہ سے دریا کیطرف کود پڑے
اس صدمہ سے اونکے پاؤن مین سخت چوٹ آئی ورم کی وجہ سے چلنا مشکل تہا۔ ڈیڑھ مہینہ تک سینکتے رہے اور سبحان علی
خان کے بیٹون نے خوشامد و آمد سے کام لیا اور کچہہ نقدی دیکے چہوٹ کر باہر آئے۔ توپخانے مین
منا جان کی سلامی شروع ہوئی جب دن نکلا تو مرزا علیخان وکیل بیگم صاحبہ کے رزیڈنٹ کے پاس
گئے اور اونسے کہا کہ بیگم صاحبہ آپکو بلاتی ہین۔ رزیڈنٹ صاحب نے اونکے پاس جاکر بہت کچہہ سمجہایا کہ
آپ یہانسے لوٹ جائیے۔ ریاست فریدون بخت کو نہ ملے گی نصیر الدولہ مسند نشین ہونگے مگر بیگم نے
نہ مانا۔ رزیڈنٹ نے احتیاطاً مرزا علی کا ہاتہہ اپنے ہاتہہ سے نہ چہوڑا بیگم کے سپاہی اور نوکر رزیڈنٹ کے
نوکر تلنگے تہے وہ ہر وقت کسی کو جواب نہین دیتے تہے۔ یہانتک کہ ایک مفسد نے تلوار کہینچکر
اونکے قتل کا ارادہ کیا مگر مرزا علیخان کے کہنے سے باز رہا۔ اور دوسرے نے بندوق سامنے کرکے
سر کی جسکی گولی کان کے پاس سے نکلگئی۔ بہزار احتیاط رزیڈنٹ مع لفٹنٹ دو زول شکسپیر اور [illegible] کے
آہستہ آہستہ مرزا علی کی اعانت سے صحن بارہ دری مین چلے آئے اور اسی وقت سپاہ انگریزی کا
پہلا فوج منڈیاؤن سے مع چار توپون کے آ پہنچی اوسکی صف بندی کراسکے اور اون تمام حجت
کرکے مرزا علی و مصطفی خان رسالدار قندہاری کو حکم دیا کہ بیگم صاحبہ کو ہماری جانب سے
جاکر کہو کہ بہتر یہ ہے کہ یہ تخت سلطنت چہوڑ کر اپنے مقام کو لوٹ جائین۔ بیگم صاحبہ نے پالکی مین
جواب دیا کہ سلطنت موروثی ہماری ہے دوسرے کو کیا دخل ہے۔ رزیڈنٹ نے کہا کہ کونسل
کلکتہ سے سلطنت نصیر الدولہ کے واسطے قرار پائی ہے اسلئے دس منٹ کی مہلت دیجاتی ہے اور یہ گہڑی
اسوقت میرے ہاتہہ مین ہے۔ منا جان کی اگر جان کی خیر منظور ہے تو تخت سے اوٹہا کر بہیجدو
انہا اوس مضمون کو تین مرتبہ دہرایا کچہہ ساعت ہوئی اور گہڑی کہلی ہوئی جو ہاتہہ مین تہی اوسکو
مرزا علی خان کو دکہا کر فرمایا کہ یہ تمہارے کہلنے کا موجب ہے اور اب صرف دو منٹ کی مہلت باقی ہے
کہ اس گفتگو کے ضمن مین مانٹ صاحب نے جو چہوٹے صاحب کے نام سے مشہور تہے آکر اپنا
خون آلودہ چہرہ جو بیگم صاحبہ کے آدمیون نے زخمی کیا تہا رزیڈنٹ صاحب کو دکہایا مرزا علیخان نے
بیگم صاحبہ کو بہت کچہہ سمجہایا مگر اونہون نے ایک بات نہ مانی مجبور ہوکر رزیڈنٹ نے
اوس افسر کو جو پلٹن ساتھ لایا تہا توپ کے سر کرنے کا حکم دیا۔ توپ کے چہٹتے ہی اونمین

تیس چالیس آدمی گرے اوسوقت نورا لقمان کا بیٹا دولہ ناچ رہا تہا اوس کا ہاتھ کلائی
کے پاس سے اوڑ گیا اور تمام انگریز نرغہ کرکے کوٹھی فرح بخش پر پہنچے وہان کی کثرت نے اوس مکانکو
ظلمات بنا دیا شیشہ و آلات توپ کے چہرون سے ٹوٹ کر زمین پر گرے مصطفی خان نے جو شاہجہان
کا سینہ سپر تہا سینے مین گرابکے دو نکلنے سے کہا کر جان دی - موہن سنگہ اور لالتا پرشاد بہی
مارے گئے - رزیڈنٹ نے شاہجہان کو سخت وسست کہکر جہڑکی کے ساتھ کہا کہ جلد تخت سے
اوتر سے مارے جانے مین دیر نہین ہے - شاہجہان نے بہی کہ جان پر بنی ہوئی تہی جواب
ترکی بترکی دیکر بندوق کو ہاتھ سے پہینک دیا اور تخت سلطنت سے اوترکر اپنے آپ کو نشیب
کیطرف گرا دیا کہ پاؤن مین صدمہ بہی آیا - بیگم صاحبہ کے خاص بردار اور برق انداز بہی دو
زنی سے منہ پہیر رزیڈنٹ کے گرد سپاہیون کے حلقہ باندھ لیا اور وہ سلامت کہڑے رہے -
کرنل رابرٹ نے فریدون بخت کو گرفتار کیا - اوس کے بعض رفیقون نے تلوار پر ہاتھ ڈالا - لیکن
انگریزی تلنگون نے اونکو سنگینون پر دہر لیا - جب شاہجہان گرفتار ہوکر صاحب رزیڈنٹ کے سامنے
آیا تو آنکہون سے آنسو جاری تہے - سر برہنہ اور بیٹا ورنگا ہے نے اوسکی مشکین کس لین اور بیگم
کی پالکی بہی قید ہوئی - آخرکار شاہجہان کلان کوٹھی بہجا کر قید کر دیے گئے - کشتون کی لاشین جو
جو فرح بخش مین پڑی ہوئین وہ سب دریا مین پہینکدی گئین - اور سامان سلطنت کو پاک صاف کیا
اور جب صاحب رزیڈنٹ نصیر الدولہ کی مسند نشینی سے فارغ ہوکر کلان کوٹھی مین آئے تو بیگم
صاحبہ اور شاہجہان کو نزدیک کوٹھی مین بہیجا جو مکان رزیڈنسی سے ملحق تہی دو روز شاہجہان بادشاہ
بیگم سے جدا رہے پہر اسکے صاحب رزیڈنٹ نے اونکی گریہ وزاری پر رحم کرکے دونون کو
ایک جا رہنے کا حکم دیا - مگر سوا ایک بوریا کے کچھ اور ایک پلنگ شکستہ کے اونکے پاس
دوسرا فرش نہ تہا - روزانہ انگریزی پہرہ اونکے سرپر کہڑا رہتا تہا - سقے کا ایک چہوٹا لڑکا جس کا
نام محمد علی تہا کہانا پانی پہونچاتا تہا - بیگم صاحبہ نے دو روز تک کہانے پانی کی طرف آنکہ اوٹہا کر نہ دیکہا
تیسرے دن تہوڑا پانی پیا اور ذرا سا کہانا کہایا کبہی صاحب رزیڈنٹ اونکے پاس بطور
خبرگیری کے جاتے تو بیگم صاحبہ کو اداے نماز یا تلاوت کلام مجید یا کسی دوسرے وظیفے
مین مصروف پاتے اور اس ایسی سخت واردات سے اونکے چہرے پر ذرا آثار ملال پیدا
نہ تہے - افسوس کہ اسپر داران مفاسد نشان کے ہاتہون ایسی کمقدر صاحب شوکت بیگم
کا یہ انجام ہوا - آگے اخبار کی شان مین جو کچہ اونہون نے بد ذاتی و مشکلات انجام دی

کھئین - خدا کی طرف سے یہ اون کا خمیازہ تھا آخرکار رزیڈنٹ نے بارہ جوڑے زنانہ و مردانہ
اور چند برتن کھانا پکانے کے سید لطافت حسین میر منشی کی معرفت مہیا کر کے سامنے کیے - اور
۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۳۷ء چہارشنبہ کی آدھی رات کے وقت
سپاہیوں کی حراست میں مع منا جان کے بیگم صاحبہ کو لفٹنٹ خان دورل انگلیس اسسٹنٹ وغیرہ
کے ہمراہ پالکی میں سوار کرا کے کانپور کو بھیجدیا اور جنرل اسٹیونس کمان افسر فوج کے سپرد کردیا -
تاکہ قید رکھے - بادشاہ نے گورنر جنرل کے حکم سے بادشاہ بیگم کے اسباب متروکہ الماس باقیمت
اشیائے طلائی و نقرئی اور پہننے کے کپڑے بسبب ضرورت اٹھارہ چھکڑوں میں اور اکیس
اور اٹھارہ کنیزیں اور افضل محل والدہ منا جان کو کانپور کو روانہ کردیا - اور باقی تمام سامان ضبط
کرلیا - ایک لوری طوطا خاص منا جان کے شوق کا پلا ہوا تھا جسکی خدمت کے لئے سولہ آدمی رہا
کرتے تھے جب اس سامان کے ساتھ وہ نہ بھیجا تو بیگم صاحبہ کف افسوس ملنے لگیں - محمد علی شاہ
کو اسکی خبر ہوئی تو فوراً اوسکو بھجوا دیا اس تمام سامان کے پہنچنے کے بعد گورنر جنرل کے حکم سے ۲۲ رجب
مطابق ۵ - اکتوبر سنہ مذکور کو بیگم صاحبہ اور منا جان کو دو کمپنیوں کی حراست میں رکھکر قلعہ چنار گڈھ کو
بھجوا دیا گیا - اور چوبیس سو روپئے ماہوار اونکے مصارف کے لئے مسٹر لکسٹو سپرنٹنڈنٹ کی
معرفت مقرر ہوئے - اسکے بعد گورنر جنرل نے منا جان کے حال پر رحم کر کے قلعے سے باہر رہنے کا
حکم دیا اور وہ ۱۶ - محرم سنہ ۱۲۶۲ ہجری مطابق ۱۵ - جنوری سنہ ۱۸۴۶ء کو مرگ مفاجات سے راہی ملک آخرت
ہوا اور اوسی سرزمین میں دفن ہوا اوس کے آٹھ سو روپے ماہوار ذاتی جو سرکار لکھنؤ میں ضبط ہوگئی
اسکے بعد ۳ - صفر سنہ ۱۲۶۵ ہجری کو پنجشنبہ کے دن بادشاہ بیگم نے انتقال کیا - انکی عمر انتقال
کے وقت ستر برس سے متجاوز تھی - اور جب چنار گڈھ کو بھیجی گئی تھیں تو انکی عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی
بعد اسکے فقط تین سو روپئے ماہوار منا جان کی اولاد کے لئے کہ دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی تھی
سرکار شاہی سے باقی رہی - منا جان کے حالات میں عبد الاحد مولوی محمد فائق نے ایک
کتاب فارسی زبان میں لکھی ہے - نام اوس کا وقائع دلپذیر ہے - اوس کے حالات کو زیادہ تر
اسی کتاب سے اخذ کیا ہے -

تمام شد

محصول ڈاک ذمہ خریدار

خاص ہمارے یہان کی مطبوعہ کتب

جو سوائے دفتر نیر اعظم مرادآباد دوسری جگہ نہین مل سکتین

گنج شایگان معروف بہ کسال قدیم شاہان ایران سے لیکر آجتک کے دنیا بھر کی بادشاہتوں ریاستوں وغیرہ کے سونے چاندی تانبے کے سکون کی دونون رخونکی اصلی تصویر حال وزن - ماہیت اور ایک مبسوط فہرست سلاطین ہند و جلال الدین اکبر کے سکونکی دیگئی ہے - دو جلد عہ

مخزن الفوائد دو جلد دنیا بھر کے اوزان - پیمانے مقادیر و سکہ جات کے حالات وغیرہ قیمت عہ

تاج و نشان المعروف بہ تاج الملوک دو جلد کامل دنیا بھر کی سلطنتوں اور ریاستوں وغیرہ کے تاج و نشان - قومی مہرکے - پھریرے - ماٹو گرام وغیرہ کی اصلی تصویر و ہیئت مع اونکی رنگتون کے دکھائی ہے عہ ر

دستار و کلاہ تمام دنیا کی مختلف قسم کی پگڑی ٹوپی کنٹوپ - جوڑ - شملہ - دکنی پگڑیاں - پارسیونکی متفرق ٹوپیاں - انگریزی مردون - لڑکون لڑکیون اور لیڈیون کی مختلف اوقات کی ٹوپیاں - تمام والونکی ٹوپیان ان سب کے حالات و تصویرین ۸

مصباح الادب ہند و حکمت کے گوہر معنی خیز اخلاقی حکایتین - شاعر ازرقی ہمعصر حافظ شیرازی کے سندبادنامے کا اردو ترجمہ دنیا کی سات اور زبانون مین بھی اسکے ترجمے ہو چکے ہین - لندن کے کتبخانے انڈیا آفس مین موجود ہے ۲

عمدۃ التاریخ معروف بہ زنبیل تاریخی - یہ کتاب منشی انوار حسین صاحب مرحوم المخاطب بہ تسلیم سہسوانی کی تصنیف سے ہے ابجد کے حساب سے تاریخ نکالنے کے فن تاریخ مین انکی شہرت اور مسلم الثبوت استادی محتاج بیان نہین ہے ایک سے لیکر ۲۰۰۲ نمبر تک ہر نمبر کے مقابلہ مین اتنے ہی عدد کے نام الفاظ فقرے - محاورات - ضرب الامثال آیات - حدیث وغیرہ لکھوات اور بعض جگہ مصرعے دے گئے ہین اور وہ بھی اس کثرت سے کہ پڑھنے والونکو حیرت ہوتی ہے کہ مصنف کس بلا کا دماغ رکھتا تھا - تاریخی نام نکالنے والون اور تاریخی کلام کہنے والون کے لئے اس سے بہتر کوئی اور کتاب کارآمد نہین ہوسکتی عہ

کنز اللطفا معروف بہ مخزن حیرت قدیم و جدید ہر قسم کے تین سو نایاب لطیفے ایک ایک صفحہ پر لطیفے کلان ۱۴ ار

تذکرۃ السلوک فلسفہ اور حکمت کو لئے ہوئے کئی جز تک مصطلحات صوفیہ کی تشریح کی گئی ہے - ۸ر

خاتم سفر - پیمائش سیکھنے والون کے لئے قابل دستور العمل کتاب ۸

احسن الاذکار فی مناقب غوث الابرار - حضرت غوث پاک کی مفصل سوانح عمری - کرامات - اور حالات حسب و نسب مناقب صحیحہ خوارق عادات ۱۲

شرح چہل کاف عمل چہل کاف کی مفصل اردو شرح ۲

ذکر رحمانی حضرت مولانا فضل الرحمن شاہ صاحب